بمنظوری عالیجناب نواب مدارالمہام بہادر سرکار عالی

دکن لا رپورٹ

سرکار عالی نشان ۲۹

[illegible]

جلد (۳۷) بابتہ سنہ ۱۳۵۶ف

حصہ دوم

(ب)

فوجداری

باھتمام

ونایک راؤ (ودیا النکار) ال۔ال۔بی (لندن) بار ایٹ لا

شطبہ

دکن لا رپورٹ مشین پریس جامباغ حیدرآباد دکن

دکن لا رپورٹ

فہرست سالانہ حصۂ فوجداری جلد سی و ہفتم بلحاظ حروف تہجی بابتہ ۱۳۵۶ف

اسماء فریقین	صفحہ دکن لا رپورٹ	صفحہ نظائر ترمیم جلد (۹) بابتہ ۱۳۵۶ف
(الف)		
امیرالدین وغیرہ بنام سرکار عالی	۱۴۵	۔
(ب)		
باپوراؤ عرف ادھوراؤ وغیرہ بنام سرکار عالی ذریعہ عبدالکریم	۹۲	۔
(پ)		
پتمبر وغیرہ بنام سرکار عالی	۱۵۳	۱۳۵
پیر صاحب وغیرہ ” ”	۷	۔
(د)		
دادا راؤ بنام سرکار عالی	۸۴	۱۱۳
(ر)		
رام داس وغیرہ بنام سرکار عالی	۱	۔
(س)		
(لیڈی) سابیل بنام ملکی جان درگیا	۱۸۰	۱۹۳

اسماء فریقین	صفحہ دکن لا رپورٹ	صفحہ نظائر ترمیم جلد (۹) بابتہ ۱۳۵۶ف
(سید) سرفراز حسین بنام سرکار عالی	۱۰	۔
سرکار پائیگاہ ” محبوب صاحب	۷۲	۱۰۲
سرکار عالی ” آکل چندریا	۱۱۹	۹۱
سرکار عالی ” باپوراؤ	۱۹۶	۔
سرکار عالی ” باپوراؤ	۲۱۷	۔
سرکار عالی ” بنڈا	۱۹۴	۔
سرکار عالی ” بودی لبنا وغیرہ	۲۰۴	۔
سرکار عالی ” ٹھاکریا	۱۷۹	۔
سرکار عالی ” دیوجیا وغیرہ	۱۹۰	۔
سرکار عالی ” دیوگا وغیرہ	۱۱۷	۹۵
سرکار عالی ” سنگرام	۲۴۱	
سرکار عالی ” شامراؤ وغیرہ	۱۰۰	۔
سرکار عالی ” شرف الدین	۱۹۸	۔

سرکار عالی بنام کرسے لسپا وغیرہ	۱۸۳	۰
سرکار عالی ، گوپیا	۲۰۱	۱۱۵
سرکار عالی ، گیا بنا وغیرہ	۱۷۵	۰
سرکار عالی ، لچھمی نرسیا وغیرہ	۱۷۷	۰
سرکار عالی ، محمد دلاور علی خاں	۱۶۹	۱۴۰
سرکار عالی ، وزیر خاں	۹۴	۷۸
سرکار عالی ، وینکٹ ریڈی	۱۱۴	۰
(ش)		
شاہ نواز خاں وغیرہ بنام سرکار عالی	۳۰	۰
شیخ امیر ، ،	۱۲۴	۰
(ص)		
(سید) صادق محی الدین بنام سرکار عالی	۴	۰
(ع)		
عبدالغفار بنام سرکار عالی	۱۸۸	۱۹۰
(ک)		
کاڑپا وغیرہ بنام وانپا نابالغ بولایت سرما	۱۴۳	۰
کاشی ناتھ راؤ ، سدنا وغیرہ	۷۷	۲۳
(گ)		
گنگا سنگھ بنام متھورا بائی	۱۲۱	۹۷
(ل)		
لکشمن وغیرہ بنام سرکار عالی	۹۵	۰
(م)		
ماڑپا بنام کاڑپا	۷۴	۷۹
ماں صاحب بی ، محمد حسین	۱۲۰	۰

مہادو بنام سرکار عالی	۸۶	۴۱
(اکے سیمن) مورتی ، ،	۱۵۷	۱۱۹
(ن)		
(نوجہل) نارائن بنام اسٹیٹ راجہ جرم کرن بہادر	۱۹۹	۱۱۱
(جنتل پی) نارائن آچاری ، جنتل پی ینکما	۱۹۱	۰
نریندر پرشاد ، سرکار عالی	۴۶	۴۹
نریندر پرشاد ، ،	۲۱۵	۰
نیوتی ، ،	۶	۰
(و)		
ویر بھدرپا وغیرہ بنام سرکار عالی	۱۷	۰
الاڑی وینکٹا ، ،	۱۵۷	۱۳۹
(ی)		
ینکپا بنام سرکار عالی	۱۱۱	۰

مضامین	صفحہ
(الف)	
ابتداءً گواہ ملزم کا لیتا ہو تو اس کا اثر۔	۱۹۵
ابتدائی رپورٹ کی اہمیت۔	۱۲۴
ابتدائی رپورٹ میں کن امور کا درج ہونا لازمی ہے	۱۸۳
اثبات فعل مضرت رساں کیلئے کن امور کو پیش کرنا چاہیئے۔	۴۶
اثر برآمدگی کن صورتوں میں ہوتا ہے۔	۲۱۷
اثر صفائی کے پیش نہ ہونیکا۔	۲۱۷
اثر گواہوں کے بیانات میں اختلاف کا۔	۱
اثر گواہوں کے پولیس میں اطلاع نہ دینے کا	۷
اثر مضر پڑنا کافی ہی دفعہ (۳۵۹) تعزیرات کیلئے	۸۴
اجازت کی ضرورت سرپنج کے مقابلہ میں تعزیری کارروائی کی صورت میں۔	۱۲۰
احتمال معمولی نہ ہونا چاہیئے مضرت رساں فعل کیلئے بلکہ بدامنی کو مدعو کیا جانا چاہیئے۔	۴۷
احکام عدالت خاص میں عدالت العالیہ سے دست اندازی کی جاسکتی ہے۔ ص ۱۵۷ او	۱۵۸
اختیارات اصلی عدالت العالیہ کا استعمال کن صورتوں میں ہوتا ہے۔	۲۰۱
اختیارات خاص عدالت العالیہ پر کوئی اثر نہ پڑنا دفعہ (۱۳) دستور العمل تحفظ سرکار عالی کی وجہ	۱۵۷

مضامین	صفحہ
اختیارات خاص عدالت العالیہ کا استعمال کن صورتوں میں کیا جاسکتا ہے۔	۱۵۷
اختیار منتظم تھانہ مجمع کو منتشر کرنے کی نسبت	۱۲۴
آزادی عمل کو حاصل کرنے کی غرض سے تقریر کرنا مضرت رساں فعل میں داخل نہ ہونا۔	۴۶
اظہار ملزم جو کہ سپردکنندہ ناظم نے قلمبند کیا ہو کب استعمال ہوسکتا ہے۔	۳۱
اعلان نشان (۲) مورخہ ۲۲ آذر ۱۳۵۳ف صیغۂ رسد۔	۱۲۰
افعال ملزمین سے قیاس۔	۲۰۴
اقبال ملزم کس صورت میں سودمند ہوتا ہے۔	۲۱۷
الزامات خاص کی حد تک عدالت خاص کو محدود کیا جاسکتا ہے۔	۱۵۸
الزامات متعدد کی نسبت یکجائی چالان۔	۱۲۴
الزام مداخلت میں بار ثبوت مستغیث پر ہونا	۱۱۷
الی بائی کی شہادت کی وقعت۔	۱۹۸
ایک ہی جرم ثابت قرار دیکر علحدہ علحدہ سزاؤں کا دیا جانا۔	۱۴۵
(ب)	
بار ثبوت مداخلت کے الزام میں مستغیث پر ہونا	۱۱۷
برائت ملزمین کی صورت میں مال کی نسبت کیا حکم دیا جاسکتا ہے	۱۵۳

برآمدگی کا اثر کن صورتوں میں ہوتا ہے۔ ۲۱۷

بصیغۂ نگرانی تجویز سزا کے خلاف بحث کی اجازت نہ دیجانا۔ ۲۰۱

بلوہ کے مقدمہ میں بار ثبوت۔ ۱۷

بیانات پنچنامجات قابل ادخال شہادت ہونا ۸۶

بیانات گواہان میں اختلاف ہونے سے گواہوں کا پورا بیان ساقط نہ ہونا۔ ۱

بیان دوران تفتیش جس کی نسبت صرف قیاس کیا جاتا ہو نا قابل ادخال شہادت ہے۔ ۱۶۹

بیان سابقہ صرف سقوط اعتبار کے لئے استعمال ہونا۔ ۹۵

بیان قلمبند کرنے کا طریقہ تحت دفعہ (۲۷۳) ضابطۂ فوجداری۔ ۸۶

بیان مستغیث مندرجہ پنچنامہ ضربات کو دیکھا نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۷

بیان مفتش کا لزوم۔ ۱۹۰

بیان مقتول بوقت پنچنامہ ضربات کا قابل ادخال شہادت ہونا۔ ۷۲

بیان ملزم گواہ کے اعتبار کو ساقط نہیں کرسکتا ۱۴۵

بیلف کی رپورٹ نسبت قبضہ دہانی۔ ۱۴۳

(پ)

پرچہ ابتدائی کی نسبت لازمی نہیں ہے کہ موقع واردات پر جانے کے قبل ہی جاری کیا جائے ۲۰۴

پرچہ اطلاعی کے جاری کرنے کا منشاء۔ ۱۷

پرچہ اطلاعی میں ملزمین کے نام درج نہ کرنیکا کوئی اثر نہ ہونا۔ ۱۷

پنچناموں کا بیان قابل ادخال شہادت نہیں ہے۔ ۸۶

پنچنامہ ضربات میں بیان مستغیث کو دیکھا جانا ۱۷

پنچنامہ ضربات میں مقتول کا بیان قابل ادخال شہادت ہونا۔ ۷۲

پولیس کو حفاظت خود اختیاری کا تصفیہ نہ کرنا چاہیئے۔ ۱۴۵

پولیس میں گواہوں کے اطلاع نہ دینے سے کوئی اثر نہ لیا جانا۔ ۷

(ت)

تائید الزام کی شہادت سے حق حفاظت خود اختیاری ثابت کیا جانا۔ ۱۴۵

تائید شریک جرم کی شہادت کی ہونیکا لزوم ۱۵۸

تائیدی شہادت شریک جرم کی۔ ۱۹۲

تجویز سزا کے خلاف بصیغۂ نگرانی بحث کی اجازت نہ دیجانا۔ ۲۰۱

تحقیر عدالت۔ ۹۲

تحقیقات جیوری کی مدد سے ہونیکی صورت میں ایک جرم کی شہادت کی نسبت توجہ دلائی جانی چاہیے ۱۶۹

تحقیقات ہر مقدمہ کی علحدہ علحدہ ہونی چاہیے ۱۷

ترمیم حکم نان ونفقہ - ۱۹۱
ترمیم فرد جرم - ۱۸۸
تصدیق کے لئے سابقہ بیان استعمال نہونا - ۹۵
تعزیرات سرکارعالی دفعہ (۷) - ۲۰۴
تعزیرات " دفعہ (۷ و ۱۲۵) - ۱۴۵
تعزیرات " دفعہ (۱۵) - ۱۷۹
تعزیرات " " (۲۴) - ۷۲
تعزیرات " " (۸۲ و ۸۳) سے متعلق دفعہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ و ۹) کا ۴۷
تعزیرات دفعہ (۱۲۵) میں غرض مشترک کس طور پر ثابت کیا جانا چاہئے - ۱۷
تعزیرات دفعہ (۲۴۱) مستثنیٰ دوم - ۲۲۱
تعزیرات دفعہ (۲۶۶ و ۲۴۴) - ۷۲
تعزیرات دفعہ (۳۳۸) - ۱۱۹
تعزیرات دفعہ (۳۵۳) کے الزام کیلئے کسی فعل کا ثابت ہونا لازمی امر ہے - ۱۰
تعزیرات دفعہ (۳۵۹) کے لئے مضر اثر پڑنا کافی ہے - ۸۴
تعزیرات دفعہ (۳۶۲) کب متعلق ہوتی ہے ۸۴
تعزیرات دفعہ (۳۷۱) - ۱۱۷
تعزیرات سرکارعالی دفعہ (۳۸۱) - ۲۷
تعزیری کارروائی سرپنچ کے مقابلہ میں ہونیکی صورت میں اجازت کی ضرورت - ۱۲۰

تعین مقدار سزا - ۲۰۱
تفتیش کے دوران کا بیان جس کی نسبت صرف قیاس کیا جاتا ہو ناقابل ادخال شہادت ہے ۱۶۹
تقریر کی بابت الزام ہونے کی صورت میں پوری تقریر پر غور ہونا چاہئے - ۴۷
تقریر معتمد کی ذمہ داری کسی ادارہ پر نہیں ڈالی جاسکتی - ۴۷

(ج)

جائداد لاوارث کی تعریف - ۱۹۹
جرم دغا کے اثبات کے لئے فعل کے اثبات کا لزوم - ۱۰
جرم کے ذکر کا لزوم دفعہ کے ساتھ ساتھ فرد قرارداد جرم میں - ۱۲۴
جیوری کی مدد سے تحقیقات کی صورت میں شریک جرم کی شہادت کی نسبت توجہ دلائی جانا چاہئے - ۱۶۹

(چ)

چارہ کار دیگر نگرانی میں حاصل ہونیکی صورت میں غور نہ کیا جانا - ۱۵۷
چارہ کار مستقل وضع کیا ہے دفعہ (۴۳۴) ضابطہ فوجداری نے - ۱۵۳
چالان سابقہ کے واقعات دوسرے چالان میں کس حد تک واقعہ متعلقہ ہوتے ہیں - ۱۰۰

چالان یکجائی متعدد ملزمین کا۔	۱۲۴
(ح)	
حفاظت خود اختیاری۔	۲۲۱
حفاظت خود اختیاری کا تصفیہ پولیس کو نہ کرنا چاہئے	۱۴۵
حفاظت خود اختیاری کا عذر بغیر ادعاء کئے بھی اُٹھایا جاسکتا ہے۔	۱۴۵
حفاظت خود اختیاری کو شہادت تائید الزام سے ثابت کیا جانا۔	۱۴۵
حق حفاظت خود اختیاری کب پیدا ہوتا ہے اور کب تک باقی رہتا ہے۔	۸۶
حق صفائی ایک مستقل حق ہے۔	۱۰۰
(خ)	
خیانت مجرمانہ۔	۱۱۹
(د)	
دست اندازی عدالت العالیہ سے کیجاسکنا عدالت خاص کے احکام میں۔	۱۵۷
دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی دفعات (۸ و ۹)	۱۵۸
دستور العمل " " " دفعہ (۱۳) کی وجہ عدالت العالیہ کے اختیارات بھی متاثر ہوتے ہیں۔	۱۵۷
دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی دفعہ (۱۳) کی وجہ عدالت العالیہ کے اختیارات خاص پر کوئی اثر نہ ہونا	۱۵۷
دغا کے جرم کیلئے محض علم کافی نہیں ہے۔	۱۰
دغا کے جرم میں ضروری ہے کہ فعل کو ثابت کیا جائے	۱۰
دفعہ کا ذکر نہ ہونیکا اثر فرد قرارداد جرم میں۔	۱۲۴
دو آراء قائم ہوسکتے ہوں تو ملزم کے مفید رائے کو ترجیح دیجائے گی۔	۲۰۴
دو پارٹیوں میں جھگڑے کی صورت میں دونوں کے مقابلہ میں چالان پیش کرنے کا طریقہ۔	۱۰۰
(ر)	
رائے قائم کرنے میں ہر جلسہ کی آزادی مجسٹریت کے متعلق	۱۱۱
رپورٹ ابتدائی کی اہمیت۔	۱۲۴
رپورٹ ابتدائی میں کن امور کا درج ہونا لازمی ہے	۱۸۳
رپورٹ بیلف نسبت قبضہ دہانی۔	۱۴۳
رویت کے گواہ میں وہ بھی داخل ہے جس نے فوراً واقعہ کو دیکھا ہو۔	٦
رہائی برضامندی کی صورت میں کن امور کو پیش نظر رکھنے کا لزوم۔	۲۱۵
(س)	
سابقہ چالان کے واقعات دوسرے چالان میں کس حد تک واقعہ متعلقہ ہوتے ہیں۔	۱۰۰
سازش میں گواہوں کا آنا ثابت ہونا چاہئے۔	۳۱۷
سپرد کنندہ ناظم کا قلمبند کردہ اظہار ملزم کب استعمال ہوسکتا ہے۔	۳۱
سر پنچ کے مقابلہ میں تعزیری کارروائی کی صورتیں اجازت کی ضرورت۔	۱۳۰

سزار سنگین دیجانا ضربات کثیر ہونیکی صورت میں — ۸

سزار کی مقدار کا تعین — ۲۰۱

سزائیں علیحدہ علیحدہ دیجانا ایک ہی جرم ثابت قرار دیکر — ۱۴۵

سقوط اعتبار کے لئے سابقہ بیان تو استعمال کیا جاسکتا ہے مگر تصدیق کیلئے نہیں — ۹۵

سقوط اعتبار گواہ کے اصول — ۱۷۵

سقوط اعتبار گواہ کے لئے ملزم کا بیان کافی نہ ہونا — ۱۴۵

سوالات تحت دفعہ (۲۷۳) ضابطہ دیوانی ایسے ہونا چاہئے جس سے شبہ کو صاف کرنیکا ملزم کو موقع ملے — ۳۱

(ش)

شبہ کا فائدہ ملزمین کو دیا جانا — ۱۰۰

شبہ کو صاف کرنیکا ملزم کو موقع ملنا چاہئے — ۳۱

شبہ معقول کب مورث ہوتی ہے — ۳۰

شریک جرم کی شہادت کی تائید کس طور پر متصور ہوگی — ۱۹۶

شریک جرم کی شہادت کی تائید ہونیکا لزوم — ۱۵۸

شریک جرم کی شہادت کے لئے وعدہ معافی کا کوئی لزوم نہیں ہے — ۱۶۹

شناخت ملزمین کی عام الفاظ میں کافی نہ ہونا — ۱۷

شہادت الی بائی کی وقعت — ۱۹۸

شہادت تائید الزام سے حق حفاظت خود اختیاری ثابت کیا جانا — ۱۴۵

شہادت جو ایک مقدمہ میں دی گئی ہو اُس سے دوسرے مقدمہ میں اثر نہ لیا جانا چاہئے — ۱۷

شہادت جو ایک مقدمہ میں دی گئی ہے اگر اُس سے اثر لینا ہو تو اُس کو دوسرے مقدمہ میں جزو شل بنا لینا چاہئے — ۱۷

شہادت شریک جرم کی تائید کس طور پر متصور ہوگی — ۱۹۶

شہادت شریک جرم کے لئے وعدہ معافی کا کوئی لزوم نہیں ہے — ۱۶۹

شہادت واقعہ متعلقہ قوی ہونی چاہئے — ۲۱۷

شہادت وجہ تحریک کی عدم موجودگی — ۳۰

(ص)

صفائی کا حق ایک مستقل حق ہے — ۱۰۰

صفائی کے پیش نہ ہونیکا اثر — ۲۱۷

(ض)

ضابطہ فوجداری دفعہ (۲۴) کا منشاء — ۴۷

ضابطہ " " (۱۲۶) — ۱۲۴

ضابطہ " " (۱۴۸) مشترکہ قبضہ سے متعلق نہیں ہے — ۱۸۰

ضابطہ فوجداری دفعہ (۱۶۰) — ص ۱۷ و ۲۰۴

ضابطہ " " (۱۶۶) — ص ۱۷ و ۴۲ و ۱۶۹

ضابطہ " " (۲۰۱) — ۱۲۰

مضمون	صفحہ
ضابطۂ فوجداری (۲۳۲)-	۱۸۸
ضابطہ فوجداری (۲۳۳) قتل عمد کے مقدمہ سے متعلق نہیں ہے -	۱۷۷
ضابطہ فوجداری دفعہ (۲۳۹) ضمن (۲)-	۱۲۴
ضابطہ " " (۲۴۰) -	۱۷
ضابطہ " " (۲۴۶) -	۱۲۴
ضابطہ " " (۲۷۳) کے تحت ایسے سوالات بھی ہونا چاہئے جس سے شبہ کو صاف کرنیکا ملزم کو موقع ملے -	۳۱
ضابطہ فوجداری دفعہ (۲۷۳) کے تحت بیان قلمبند کرنے کا طریقہ -	۸۶
ضابطۂ فوجداری دفعہ (۳۲۰) ضمن (۱) فقرہ (ج) -	۱۲۴
ضابطۂ فوجداری دفعہ (۳۵۶) -	۳۰ و ۳۱
ضابطہ " " (۳۶۴) ص ۱۵۷ و	۲۰۱
ضابطہ " " (۴۰۱) -	۹۲
ضابطہ " " (۴۱۱) -	۱۹۱
ضابطہ " " اور فریقین میں مصالحت -	۱۲۱
ضابطہ فوجداری دفعہ (۴۲۵) -	۱۶۹
ضابطہ " " (۴۸۸) - ص ۱۵۷ و	۱۵۳
ضابطہ " (۴۸۸) نے ایک مستقل چارہ کار وضع کیا ہے -	۱۵۳
ضابطہ فوجداری دفعہ (۴۹۰) -	۷۴
ضابطہ " (۴۹۱) -	۱۵۴
ضربات کثیر تعداد میں ہونیکی صورت میں سنگین سزا کا دیا جانا -	۸
ضمانت پر رہائی -	۲۱۵
ضمانت پر رہائی کی صورت میں کن امور کو پیش نظر رکھنے کا لزوم -	۲۱۵
(ط)	
طریقہ چالان پیش کرنے کا دو پارٹیوں میں جھگڑے کی صورت میں	۱۰۰
(ع)	
عدالت العالیہ کے اختیارات اصلی کا استعمال کن صورتوں میں ہوتا ہے -	۲۰۱
عدالت العالیہ کے خاص اختیارات کا استعمال کن صورتوں میں کیا جاسکتا ہے -	۱۵۷
عدالت خاص کو خاص الزامات کی حد تک محدود کیا جاسکتا ہے -	۱۵۸
عدالت خاص کے احکام میں عدالت العالیہ سے دست اندازی کی جاسکتی ہے - ص ۱۵۷ و	۱۵۸
(غ)	-
غرض مشترک دفعہ (۱۲۵) تعزیرات میں کس طور پر ثابت کیا جانا چاہیے -	۱۷
غرض مشترک کے استنباط کے لئے صرف بلوائیوں میں شریک رہنا کافی نہیں ہے -	۱۷

(ف)

فائدہ شبہ کا ملزمین کو دیا جانا۔	۱۰۰
فرائض ملازم سرکار کے انجام دہی میں مزاحمت۔	۹۲
فرد جرم میں ترمیم۔	۱۸۸
فرد قرارداد جرم میں دفعہ کا ذکر نہ ہونیکا اثر۔	۱۲۴
فرد قرارداد جرم میں دفعہ کے ساتھ ساتھ جرم کے ذکر کا لزوم۔	۱۲۴
فریقین میں مصالحت اور دفعہ (۱۱۴) ضابطۂ فوجداری	۱۲۱
فعل کے اثبات کا لزوم الزام دفعہ (۳۵۴) تعزیرات کے لئے۔	۱۰
فوجداری مقدمہ میں ایک جلسہ کے فیصلہ کا دوسرے جلسہ پر کوئی اثر نہ ہونا۔	۱۱۱

(ق)

قانون جائداد لاوارث دفعہ (۴ و ۱۱)۔	۱۹۹
قانون شہادت دفعہ (۹) اُسی صورت میں متعلق ہوتی ہے جبکہ سازش کی بناء پر مقدمہ کیا گیا ہو۔	۱۰
قانون شہادت دفعہ (۱۳) کا تعلق کب پیدا ہوتا ہے۔	۱۰
قانون شہادت دفعہ (۱۴) کب متعلق ہوتی ہے۔	۱۰
قانون " " (۱۴) کے تحت کاغذات پیش کرنا کافی نہیں بلکہ ملزم سے انکا تعلق بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔	۴۷
قانون شہادت دفعہ (۲۲)۔	۱۷
قانون " " (۲۴)۔ ص ۸۶ و	۲۱۷
قانون " " (۲۶)۔	۴۲
قانون " " (۶۲)۔	۱۴۳
قانون " " (۸۷) کب متعلق ہوگی۔	۱۷
قانون " " (۱۰۸)۔ ص ۵۸ او	۱۲۹ و ۱۹۶
قانون " " (۱۲۲ و ۱۲۳)۔	۹۵
قانون " " (۱۶۶)۔	۸۶
قانون قرض دہندگان دفعہ (۱۲)۔	۹۴
قبضہ دہانی کی نسبت بیلف کی رپورٹ۔	۱۴۳
قبضہ مشترکہ ثابت ہونیکی صورت میں کیا کارروائی ہونی چاہیئے نقض امن کے مقدمہ میں۔	۱۸۰
قبضہ مشترکہ سے دفعہ (۱۴۸) ضابطۂ فوجداری متعلق نہیں ہے۔	۱۸۰
قبضہ نہ ہونیکی صورتمیں کارروائی لاوارث کیجانا۔	۱۹۹
قبضہ وکیل کا مداخلت بیجا میں مالک کا تصور نہ ہونا۔	۷۷
قتل انسان مستلزم سزا ۱۰ ا۔	۲۲۱
قتل عمد کے مقدمہ سے دفعہ (۳۴۲) ضابطۂ فوجداری متعلق نہیں ہے۔	۱۷۷
قصاص کے جملہ ورثاء طالب نہ ہونیکی صورتمیں قصاص کی سزا نہ دیجانا۔	۸
قلمبند کردہ اظہار ناظم سپرد کنندہ کب استعمال ہوسکتا ہے۔	۳۱

قلمبندی بیان کا طریقہ تحت دفعہ (۳، ۲۷۳) ضابطہ فوجداری۔ ۸۶
قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی دفعہ (۳۳) ضمن (۴) ۴۷
قواعد " " " " " نقرہ (ھ و ی) کا دفعہ (۲۸ و ۳۰) تعزیرات سے تعلق۔ ۴۷
قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی دفعہ (۳۷) ضمن الف۔ ۴۶
قیاس گواہوں کی تعداد کثیر ہونے پر معمولی امور سے نہ کیا جانا۔ ۷ و ۸
قیاس ملزمین کے افعال سے۔ ۲۰۴
قیاس نیت مشترکہ۔ ۲۰۴
قید سادہ کب دیجانی چاہیئے۔ ۱۷۹

(ک)

کارروائی لاوارث قبضہ نہ ہونیکی صورت میں ہی کی جانا۔ ۱۹۹
کاغذات تحت دفعہ (۱۴۱) قانون شہادت پیش کرنا کافی نہ ہونا بلکہ ملزم سے اُن کا تعلق بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔ ۴۷
کب شبہ معقول کی صورت ہوتی ہے۔ ۳۰

(گ)

گواہ ابتداء سے ملزم کا نام لیتا ہو تو اُس کا اثر۔ ۱۹۵
گواہ رویت میں وہ بھی داخل ہے جس نے فوراً واقعہ کو دیکھا ہو۔ ۶
گواہ کا اعتبار ملزم کے بیان کی بناء پر ساقط نہ کیا جانا ۱۴۵
گواہ کے سابقہ بیان کے استعمال کا طریقہ۔ ۹۵
گواہ کی وقعت۔ ۱۱۴
گواہوں کا سازش میں آنا ثابت ہونا چاہیئے ۲۱۷
گواہوں کا موقعہ پر ملزم کو پکڑنے کی کوشش نہ کرنیکا کوئی اثر نہ لیا جانا۔ ۴
گواہوں کے بیانات میں اختلاف ہونے سے گواہوں کا پورا بیان ساقط نہیں ہوتا۔ ۱
گواہوں کے بیان میں اختلاف اور اُس کا فائدہ انہیں کو ملتا ہے جن کے نسبت اختلاف ہے۔ ۱
گواہوں کے پولیس میں اطلاع نہ دینے سے کوئی اثر نہ لیا جانا۔ ۷
گواہوں کی تعداد کثیر ہونے پر معمولی امور سے کسی قیاس کا نہ کیا جانا۔ ۷ و ۸
گواہوں کے سقوط اعتبار کے اصول۔ ۱۷۵
گواہوں کے منجملہ کچھ پیش نہ کئے جانیکا کوئی اثر نہ ہونا ۱۷۵

(ل)

لاپرواہی معالجہ وجہ صحیح نہ ہونا۔ ۷۲
لاوارث جائداد کی تعریف۔ ۱۹۹
لاوارث کارروائی قبضہ نہ ہونیکی صورت میں ہی کی جانا۔ ۱۹۹

(م)

مال کی نسبت حکم براءت ملزمین کی صورت میں۔ ۱۵۳

متعدد الزامات کی نسبت یکجائی چالان -	۱۲۴
متعدد ملزمین کا یکجائی چالان -	۱۲۴
مجسٹریٹ کے متعلق رائے قائم کرنے میں ہر طلب کی آزادی -	۱۱۱
مجمع کو منتشر کرنے کا حکم کون دیسکتا ہے -	۱۲۴
مداخلت بیجا بخانہ میں وکیل کا قبضہ مالک کا تصور نہ ہونا -	۷۷
مداخلت کے الزام میں بار ثبوت مستغیث پر ہونا	۱۱۷
مشترکہ قبضہ ثابت ہونے کی صورت میں کیا کارروائی ہونی چاہئے نقض امن کے مقدمہ میں	۱۸۰
مشترکہ نیت کا قیاس -	۲۰۴
مصالحت فریقین میں اور دفعہ (۲۱۴) ضابطۂ فوجداری -	۱۲۱
مضرت رساں فعل کے اثبات کے لئے کن امور کو پیش کرنا چاہئے -	۴۶
مضرت رساں فعل کے لئے احتمال معمولی ہونا چاہئے بلکہ بدامنی کو مدعو کیا جانا چاہئے -	۴۷
معالج کی لاپرواہی وجہ صحیح نہ ہونا -	۷۲
معتمد کی تقرری کی ذمہ داری کسی ادارہ پر نہیں ڈالی جاسکتی -	۴۷
مفتش کے بیان کا لزوم -	۱۹۰
مقتول کا بیان بوقت پنچنامہ ضربات کا قابل ادخال شہادت ہونا -	۷۲
مقدار سزاء کا تعین -	۲۰۱
ملازم خانگی کی حیثیت وکیل کی نہ ہونا -	۷۷
ملازم سرکاری کے فرائض کی انجام دہی میں مزاحمت -	۹۲
ملزم کا نام گواہ ابتداء سے لیتا ہو تو اُس کا اثر	۱۹۵
ملزم کے مفید رائے کو ترجیح دیجانا دو آراء قائم ہوسکتے ہوں تو -	۲۰۴
ملزمین کو شبہ کا فائدہ دیا جانا -	۱۰۰
ملزمین کے افعال سے قیاس -	۲۰۴
ملزمین کی برأت پر مال کی نسبت کیا حکم دیا جانا چاہئے -	۱۵۳
ملزمین کی شناخت عام الفاظ میں کافی نہ ہونا -	۱۷
ملزمین کے نام پرچہ اطلاعی میں درج نہ کرنیکا اثر نہ ہونا -	۱۷
منتظم تھانہ کا مجمع کو منتشر کرنے کے حکم کا اختیار	۱۲۴
منشاء پرچہ اطلاعی جاری کرنے کا -	۱۷
منشاء دفعہ (۲۴) ضابطۂ فوجداری -	۴۷
موقع واردات پر جانے کے قبل ہی پرچہ ابتدائی جاری کرنا لازمی نہیں ہے -	۲۰۴
(ن)	
نان و نفقہ کے حکم میں ترمیم -	۱۹۱
نقض امن کی کارروائی میں مشترکہ قبضہ ثابت ہونیکی صورت میں کیا کارروائی ہونی چاہئے -	۱۸۰

نگرانی میں دوسرا چارہ کار حاصل ہونیکی صورتیں غور نہ کیا جانا۔ ۱۵۷

نیت مشترکہ کا قیاس۔ ۲۰۴

(و)

واردات کے موقع پر جانے کے قبل ہی پرچہ ابتدائی جاری کرنا لازمی نہیں ہے۔ ۲۰۴

واقعہ متعلقہ کی شہادت قوی ہونی چاہیے۔ ۲۱۷

وجہ تحریک کی اہمیت و عدم اہمیت۔ ۲۲۱

وجہ تحریک کی نسبت شہادت کی غیر موجودگی ۳۰

وجہ صحیح نہ ہونا معالج کی لاپرواہی۔ ۷۲

ورثاء طالب قصاص نہ ہونیکی صورت میں قصاص کی سزا ر نہ دیجانا۔ ۸

وعدہ معافی کا کوئی لزوم نہیں ہے شریک جرم کی شہادت کے لئے۔ ۱۶۹

وقعت شہادت الی بائی۔ ۱۹۸

وقعت گواہ۔ ۱۱۴

وکیل کی حیثیت ایک خانگی ملازم کی نہ ہونا۔ ۷۷

(ھ)

ہر مقدمہ کی تحقیقات علٰحدہ علٰحدہ ہونی چاہیے۔ ۱۷

(ی)

یکجائی چالان متعدد الزامات کی نسبت ۱۲۴

فہرست سالانہ حصہ فوجداری جلد سی و ہفتم (۳۷) بابتہ سال ۱۳۵۶ف ختم شد

دکن لا رپورٹ

جلد سی و ہفتم ۳۷ بابتہ سال ۱۳۵۶ف

حصہ فوجداری

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے لیشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں خان صاحب صدیقی ارکان

نمبر مقدمہ ۱۵۱۴۱ ۱۳۵۲ف

رام داس وغیرہ مرافعان بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

ت فیصلہ ۶ آبان ۵۲ف

گواہوں کے بیان میں اختلاف اور اس کا فائدہ انہیں کو ملتا ہے جنکے نسبت اختلاف ہے۔ گواہوں کے بیانات میں اختلاف ہونے سے گواہوں کا پورا بیان ساقط نہیں ہوتا۔

تجویز ہوئی کہ تینوں گواہوں کے بیانات میں جو اختلاف یا تضاد پیدا ہو گیا ہے اُس کا تعلق ملزمین بری شدہ سے ہے اور انہیں کو اُس کا فائدہ دیا جا سکتا ہے ملزمین حاضر کی حد تک تینوں گواہ متفق البیان ہیں۔ اسی نقطہ نظر سے عدالت العالیہ نے رودادپر غور کیا ہے۔ اسوجہ سے ان ملزمین کے مرتکب واردات ہونے

مرافعہ بنا راضی تجویز مولوی میر ہاشم علیخاں صاحب رکن ثالث مورخہ ۲۹ آذر ۱۳۵۲ف۔

رام ولاس
بنام
سرکارعالی

میں شبہ کا محل نہیں ہے۔

منجانب مرافعان مولوی سید سراج الحسن صاحب ترمذی وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب وکیل سرکار۔

فیصلہ:۔ ملزمین حاضر لائے گئے۔ اُنکی جانب سے پیروی کے لئے بخرچہ سرکار وکیل کا تقرر کیا گیا۔ وکیل ملزمین کی بحث سماعت کیگئی اور ملزمین کے عذرات بھی سماعت ہوئے۔ بتاریخ ۱۸ آبان ۱۳۴۸ ف آٹھ یا نو بجے شب کے وقت ایک شخص لوٹٹا راجیت رراؤ کو جبکہ وہ کھاچر میں آرہا تھا بمقام رالہ بگڈ لاٹھوں سے شدید ضربات پہنچاکر ہلاک کر دیا گیا۔ یہ مقام موضع مادھا پور تعلقہ کریم نگر کی سیوار میں واقع ہے۔ پولیس کا یہ کیس ہیکہ مقتول کے خلاف اس کا حقیقی بھائی جگناتھ راؤ، عمزاد بھائی انزت نرسنگ راؤ اور برادرزادہ وینکٹ نرسنگراؤ ہو گئے تھے۔ ملزمین حاضر نے انہیں کی ترغیب اور اعانت سے مقتول پر حملہ کرنے کی جرات کی چنانچہ آٹھ اشخاص کو چالان کیا گیا جن میں مقتول کے تین قرابتدار مذکور الصدر بھی داخل ہیں۔ عدالت سشن ورنگل سے جہاں مقدمہ تحقیقات کے لئے کمٹ ہوا تھا روئداد کے تکمیل کے بعد آٹھوں ملزمین چالان شدہ کو بپاداش جرم قتل عمد سزائے حبس دوام کا مستوجب قرار دیا گیا۔ عدالت سشن کی یہ رائے بھی کہ چند ملزمین نے مارپیٹ کی ہے اور بقیہ مقام پر موجود تھے۔ اسلئے جملہ ملزمین یکساں مواخذہ دار ہیں۔ عدالت العالیہ سے بصیغہ تصحیح صرف ان دو ملزمین کو جو اسوقت حاضر ہیں مرتکب جرم قتل عمد تجویز کیا گیا۔ اور ان دونوں کو حبس دوام کی سزا دیگئی۔ جلسہ متفقہ عدالت العالیہ کے اراکین میں جنکے روبرو یہ مقدمہ بصیغہ تصحیح پیش ہوا تھا اختلاف ہوگیا تھا۔ اسوجہ سے مقدمہ تیسرے معزز رکن کے پاس پیش ہوا۔ جنہوں نے یہ تجویز فرمائی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ روئداد کی یہ کیفیت ہے کہ استغاثہ کی جانب سے عدالت سشن میں جملہ (۱۶) گواہوں کے بیانات کرائے گئے۔ اُن میں ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کنندہ بھی داخل ہے۔ عدالت العالیہ میں ایک گواہ نرسنگراؤ کھیننی کا بیان بھی قلبند کیا گیا ہے۔ ان گواہوں کے منجملہ کمر لسیا گواہ نمبر (۷) اور رامکا گواہ نمبر (۸) رویت کی شہادت ادا کرتے ہیں۔ نرسنگ راؤ گواہ نے بھی جس کا بیان جلسہ متفقہ عدالت العالیہ میں لیا گیا ہے رویت کی شہادت ادا کی ہے۔ جہاںتک ان ملزمین کا تعلق ہے یہی تین گواہ اہم ہیں۔ رامکا گواہ مقتول کی ہمشیرہ ہے اور اُن ملزمین کی بھی ہمشیرہ ہے جنکی نسبت یہ بیان ہے کہ اُنکی ترغیب سے یہ واردات سرزد ہوئی اور جو بری کر دیئے گئے ہیں کھاچر کو روک کر مارپیٹ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یہ گواہ بھی کھاچر میں تھی۔ یہ نہیں

رام داس بنام سرکار عالی۔

کہا جاسکتا کہ مارنے والوں کی شناخت میں تسامح کا محل تھا بالخصوص جبکہ ان ملزمین سے منظہرہ پہلے سے واقف ہے۔ یہ تو شبہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ گواہ ملزمین کی تائید میں ہے۔ اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ تین ملزم اُس کے قرابتدار ہیں۔ جگناتھ راؤ ملزم اُس کا حقیقی بھائی ہے اور ملزمین حاضر اجلاس اُن ملزمین کے جو اُسکے قرابتدار ہیں ملازم ہیں۔ لیکن اسکے لئے معقول وجوہ نہیں ہیں کہ اصلی مارنے والوں کو چھوڑکر گواہ نے ان دو ملزمین کے نام بلاوجہ لے لئے۔ اسکی بھی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ یہ عورت ایسے واقعات کو بیان کررہی ہے جس کا اُس نے مشاہدہ ہی نہیں کیا ہے یا وہ جھوٹ بول رہی ہے کہ وہ اُس روز مقتول کیساتھ کھاچر میں آرہی تھی۔ اگر جھوٹا گواہ بنانا ہوتا تو یقیناً یہ عورت ایسے انتخاب کے لئے موزوں نہ تھی بلکہ یہی قرین عقل ہے کہ اگرچہ اس گواہ نے دوسرے ملزمین کے حد تک جن سے اُس کو قرابت ہے اُن کو بچانے کیلئے اپنے مشاہدہ کی تفصیلات کا اخفاء کیا ہو۔ اُس نے کسی پر جھوٹا الزام عائد کرنے کی کوشش نہیں کی ہے بڑا زور اس گواہ کو جھوٹا قرار دینے کیلئے اس واقعہ پر دیا جاسکتا ہے کہ کمر نرسیا گواہ نمبر (۷) رویت کی شہادت ادا کرتا ہے مگر رامکا گواہ یہ کہتی ہے کہ اِس شخص کو اُس نے وہاں نہیں دیکھا۔ کمر نرسیا گواہ نمبر (۷) کا یہ بیان ہے کہ وہ بھی کھاچر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ رامکا کا یہ بیان کہ اُس نے اس گواہ کو نہیں دیکھا غلط ہوجاتا ہے۔ اس گواہ نے جملہ ملزمین چالان شدہ کا مارپیٹ میں حصہ لینا بیان کیا ہے۔ گواہ کے بیان میں کوئی شبہ انگیز امر پیدا نہیں ہوا ہے جسکی بناء پر اُسے جھوٹا باور کیا جاسکے۔ اُس کا طرز بیان بھی شبہ خیز نہیں ہے پس اس گواہ اور رامکا کے بیانات میں اس گواہ کی موجودگی کے نسبت جو اہم اختلاف پیدا ہوگیا ہے اُس کی توجیہہ یہ ہوسکتی ہے کہ رامکا اس اندیشہ سے کہ اس گواہ کے بیان پر اُسکے حقیقی بھائی اور دوسرے قرابتدار بھی پھنس جائیں گے اُن کو بچانے کے لئے بظاہر مشورہ کے بعد اس گواہ کے وجود سے انکار کردینا ہی مصلحت تصور کرتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک تیسرے شخص منجملہ نرسلو کی موجودگی بیان کردیتی ہے جس کا بیان حلیۂ متفقہ میں قلمبند ہوا ہے۔ حلیۂ متفقہ کے بیان میں اس کا نام نرسنگ راؤ لکھا گیا ہے۔ اُس نے رامکا کے بیان کے مطابق بیان دیا ہے۔ الغرض رامکا اور نرسنگراؤ اور کمر نرسیا کے بیانات میں جو اختلاف یا تضاد پیدا ہوگیا ہے اُس کا تعلق ملزمین بری شدہ سے ہے اور اُنہیں کو اس کا فائدہ دیا جاسکتا ہے۔ ملزمین حاضر کی حد تک تینوں گواہ متفق البیان ہیں۔ اسی نقطۂ نظر سے عدالت العالیہ نے روئداد پر غور کیا ہے۔ نظر غائر ڈالنے کے بعد رامکا کے گواہ رویت

رام داس بنام سرکار عالی

ہونے میں شبہ نہیں ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے ان ملزمین کے مرتکب واردات ہونے میں شبہ کا محل نہیں ہے۔ شہادت صفائی پیش ہوئی ہے۔ مگر اس کو بھی ان ملزمین میں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بدین وجوہ عدالت العالیہ کی یہ تجویز کہ اُن دونوں ملزمین کو بعلت قتل عمد حبس دوام کی سزا دیجائے قابل منظوری ہے۔ جناب مفتی صاحب عدالت العالیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ سزائے قصاص نہیں دیجا سکتی۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے کشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی ارکان

نمبر مقدمہ ۵۳ / ۱۳۵۲ ف منفصلہ ۹ بہمن ۱۳۵۳ ف

سید صادق محی الدین مرافع بنام **سرکار عالی** مرافعہ علیہ

گواہوں کا موقعہ پر ملزم کو پکڑنے کی کوشش نہ کرنے کا کوئی اثر نہ لیا جانا۔

تجویز ہوئی کہ قتل کے مقدمہ میں واقعہ کے فوراً بعد اگر گواہوں نے ملزم کا نام بتادیا ہو تو ایسی صورت میں اس واقعہ سے کہ گواہوں نے ملزم کو پکڑنے کی کوشش نہیں کی کوئی اثر نہیں لیا جا سکتا۔ جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ ان گواہوں نے بیشتر سے ہی اسی ملزم کو پھنسانے کی سازش کرلی تھی۔

منجانب مرافع مولوی سید اسمٰعیل صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب وکیل سرکار۔

فیصلہ:- ملزم حاضر لایا گیا۔ وکلاء کی بحث سماعت کیگئی۔ ملزم پر الزام یہ ہے کہ اُس نے بتاریخ ۲۰ شہریور ۱۳۴۹ ف شب میں مستقر ہینسہ کے بڑے بازار میں جبکہ رام لیلا کا تماشہ دیکھکر لوگ اپنے گھروں کو واپس ہو رہے تھے ایک شخص وہاب خاں کے پیٹ میں پیش قبض مارا اور فرار ہو گیا۔ یہ ضرب مہلک ثابت ہوئے۔ چنانچہ وہاب خاں دس پندرہ منٹ کے بعد ہی مر گیا۔ ولی اللہ خاں گواہ نمبر (۲)۔ صمد گواہ نمبر (۳) سید احمد گواہ نمبر (۴) اور سید محمود گواہ نمبر (۱۰) رویت کی شہادت ادا کرتے ہیں۔ انکے بیانات میں کوئی لغزش نہیں ہے۔ واردات بھی اپنی نوعیت میں سیدھی سادھی ہے۔ وکیل ملزم بعض قراین پر استدلال کرکے یہ بحث کرتے ہیں کہ گواہ جھوٹے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ گواہوں نے ملزم کو پکڑنے کی کوشش نہیں کی اور نہ چیخ پکار کی۔ یہ واقعہ ہیکہ گواہوں نے ملزم کو پکڑنیکی کوشش نہیں کی۔ مگر اُسکے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ اُسی وقت سے اس ملزم کو قاتل بیان

مرافعہ بنا راضی تجویز مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲۲ اردی بہشت ۱۳۵۲ ف۔

سید صادق محی
بنام
سرکار عالی

کیا جاتا رہا ہے۔ اسلئے جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ ان گواہوں نے پیشتر سے ہی اسی ملزم کو پھنسانے کی سازش کرلی تھی۔ اُنکے ایسے طرز عمل سے اثر نہیں لیا جاسکتا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ قرین عقل نہیں ہے کہ ملزم جو ایک کم عمر لڑکا ہے بر سر بازار جدہر لبستی کے لوگ چلے آرہے تھے اس طرح حملہ کرنے کی جرأت کرتا۔ اس قسم کے اعتراضات ایسے مقدمہ میں ضرور قابل لحاظ ہوسکتے ہیں جہاں بہت ردّ کی شہادت متزلزل ہو یا رویت کی شہادت ایک منفرد گواہ ادا کرتا ہو۔ گواہ نمبر (۲) مقتول کا بھائی ہے۔ اُس کے بلانے پر اُسی وقت پولیس پٹیل موقع پر پہنچا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی پولیس پہنچی۔ پولیس پٹیل اور پولیس سے اسی ملزم کو مارنے والا بیان کیا گیا۔ پرچہ اطلاعی میں ملزم اور گواہان رویت کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ استغاثہ کی جانب سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے کہ ملزم نے اُسی روز وہ پیش قبض خرید اتھا جس سے اُس نے حملہ کیا۔ ملاحظہ ہو بیان رحیم بیگ گواہ نمبر (۱۱)۔ یہ گواہ بھی ایک کم عمر لڑکا ہے۔ اُس کا یہ بیان ہے کہ وہ جنبیہ کو فروخت کرنے کا خیال نہیں رکھتا تھا۔ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جنبیہ فروخت کرنے کا واقعہ غیر صحیح ہے اور عجب نہیں کہ گواہ نے اس خوف سے کہ وہ پھنس جائے یہ جھوٹا قصہ بنایا کہ اُس نے ملزم کے ہاتھ جنبیہ فروخت کردیا تھا۔ باین ہمہ اس گواہ کے بیان سے یہ تو ثابت قرار پا گیا کہ اُس روز ملزم کو وہ جنبیہ ملا جس سے اس نے حملہ کیا۔ وجہ خصومت کی شہادت بھی پیش ہوئی ہے۔ شیخ میراں گواہ نمبر (۶) کے بیان سے ثابت کیا گیا ہے کہ تاریخ واردات کے قبل محرم میں ملزم اور مقتول میں جھگڑا ہوا تھا اور مقتول نے ملزم کے سر پر رول ماری تھی جس سے اُس کا سر پھٹ گیا تھا۔ مہادیو یا گواہ نمبر (۷) کے بیان سے یہ ثابت کرایا گیا ہے کہ ملزم کی ان ضربات کے متعلق پولیس میں کارروائی چلی تھی اور پنچنامہ ہوا تھا۔ مقتول بھی ایک کم عمر نوجوان تھا۔ یہ قیاس ہوتا ہے کہ ان دونوں میں میلوں اور تماشوں کے موقعوں پر جھگڑا ہوا کرتا تھا اور اسی وجہ سے ملزم نے موقعہ پاکر مقتول سے انتقام لیا۔ یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ ملزم یہ نہ سمجھ سکا تھا کہ جنبیہ کے وار سے مقتول ہلاک ہوجائے گا اور اُس کی نیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ مقتول کو سبق سکھائے۔ ملزم سے مقتول عمر میں بڑا تھا۔ بظاہر ملزم اس تاک میں تھا کہ اچانک حملہ کردے اور انتقام لیلے۔ اُس نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ یہ تبصرہ اس غرض سے کیا گیا تاکہ یہ بتایا جائے کہ ملزم کا اس طرح وار کرنا لازماً خلاف عقل قرار نہیں پاسکتا۔ جنبیہ سے مارنے کا واقعہ بذاتہ ایسا ہے کہ اس فعل سے جرم قتل عمد بن جاتا ہے۔ پس ملزم جرم قتل عمد کا مرتکب ہوا ہے۔ البتہ اوپر ملزم کی ذہنیت کی جو تشریح کیگئی ہے اُس کے لحاظ سے

سزا میں نکتہ تخفیف ہونی چاہئیے ۔ عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے صحیح طور سے ان حالات کی روشنی میں سزائے حبس دوام تجویز کرنے پر اکتفا کیا ہے ۔ بدین وجوہ سزائے حبس دوام مجوزہ عدالت العالیہ قابل منظوری ہے ۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے بشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی ارکان

سنہ ۱۳۵۲ ف
نمبر مقدمہ ۱۲
منفصلہ ۶ ر آبان سنہ ۱۳۵۲ ف

نیورتی ولد راگھو مرافع **بنام** **سرکار عالی** مرافعہ علیہ

رویت کے گواہ میں وہ بھی داخل ہے جس نے فوراً واقعہ کو دیکھا ہو ۔

تجویز ہوئی کہ قتل کے مقدمہ میں گواہوں نے اگر ملزم کو اپنے گھر سے ہاتھ خون میں بھرے ہوئے نکلتے دیکھا ہو اور اسی وقت مکان کے اندر جاکر دیکھا کہ مقتول زخمی پڑا ہوا ہے اور دم توڑ رہا ہے تو ایسی صورت میں ان گواہوں کو قریب قریب رویت کی شہادت کہا جا سکتا ہے بشرطیکہ گواہوں کو جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ ظاہر نہ ہوتی ہو ۔

منجانب مرافع پنڈت یم ۔ گوبند راؤ صاحب وکیل ۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب وکیل سرکار ۔

فیصلہ :۔ ملزم حاضر لایا گیا ۔ اس کی جانب سے پیروی کے لئے بخرچ سرکار وکیل کا تقرر کیا گیا ۔ بحث سماعت کیگئی اور روئداد دیکھی گئی ۔ ملزم پر یہ الزام ہے کہ اس نے بتاریخ ۲۴ ر آذر سنہ ۱۳۵۱ ف بوقت شام تعلقہ مومن آباد کے موضع دینا پور میں اپنے مکان پر ایک عورت مسماۃ تلسی کو درانتی سے شدید ضربات پہنچا کر ہلاک کر دیا ۔ وجہ تحریک جرم یہ بیان کیگئی ہے کہ مقتولہ ملزم کی داشتہ تھی اور ملزم کو یہ شبہ تھا کہ وہ فاحشہ ہے اور دوسروں سے ناجائز تعلقات رکھتی ہے ۔ یہ مقدمہ سپرد عدالت سشن اورنگ آباد ہوا ۔ جہاں سے تحقیقات کی تکمیل کرکے ملزم کو مرتکب جرم قتل عمد تجویز کیا گیا اور سزائے حبس دوام کی رائے دیگئی ۔ بصیغہ تصحیح جلسہ متفقہ عدالت العالیہ سے یہ تجویز بحال رکھی گئی ۔ بتائید استغاثہ جملہ (۷) گواہوں کے بیانات قلمبند ہوئے ہیں ۔ بگڑ دہونڈی گواہ نمبر (۴) اور گیا بہا گواہ نمبر (۶) کا یہ بیان ہے کہ انہوں نے ملزم کو اپنے

مرافعہ بناراضی تجویز جلسۂ متفقہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲۰ ر آذر سنہ ۱۳۵۲ ف ۔

نیورتی بنام سرکار عالی

گھر سے ہاتھ خون سے بھرے ہوئے نکلتے دیکھا اور اسی وقت مکان کے اندر جاکر دیکھا تو تلسی زخمی پڑی ہوئی تھی اور دم توڑ رہی تھی۔ اس شہادت کو قریب قریب رویت کی شہادت کہا جاسکتا ہے۔ ان گواہوں کو جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ دتاترے گماشتہ پٹواری گواہ نمبر (۱) واردات کی اطلاع ملنے پر اسی وقت ملزم کے مکان کو گیا تھا۔ وہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ تلسی مقتولہ ملزم کے گھر میں ہی زخمی پڑی ہوئی تھی۔ یہ گماشتہ پٹواری ملزم کے گھر اسوجہ سے گیا تھا کہ بتاریخ واردات موضع میں پولیس پٹیل موجود نہ تھا۔ چنانچہ اس نے رپورٹ بھی کی ہے۔ ملزم نے اسکی کوئی توجیہ نہیں کی کہ مقتولہ کی نعش اُس کے مکان میں کیسے پائی گئی۔ ہر نوبت پر صرف جرم کا ارتکاب کرنے سے انکار کرتا رہا ہے یہ مواد تنہا ملزم کو قاتل تجویز کرنے کے لئے کافی ہے۔ مگر یہ مزید مواد پیش ہوا ہے کہ ملزم کے جسم سے جو دھوتی لیگئی اُس پر خون انسانی پایا گیا۔ پربھو گواہ نمبر (۵) دھوتی کی برآمدی کے پنچنامہ کا پنچ ہے۔ کیمیکل اگزامنر نے تصدیق کی ہے کہ دھوتی پر انسانی خون کے دھبے ہیں۔ دھارو گواہ نمبر (۳) سے یہ ثابت کرایا گیا ہے کہ درانتی جو نعش کے پاس پائی گئی ملزم کی ہے۔ یہ گواہ ملزم سے درانتی مانگ کر لیگیا تھا اسلئے شناخت کرتا ہے۔ پانڈورنگ گواہ نمبر (۲) بھی درانتی کی شناخت اسوجہ سے کرتا ہے کہ اُس نے یہ درانتی تیار کرکے ملزم کو دی تھی۔ درانتی کی شناخت کی شہادت پر زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا مگر اسکے ساتھ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ شہادت مصنوعی ہے۔ بہرحال اوپر جس مواد کا ذکر کیا گیا ہے وہ کافی ہے۔ عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے صحیح طور سے اس روئداد پر ملزم سے واردات کو منسوب کیا ہے۔ بپاداش جرم قتل عمد سزائے موت لازمی ہے۔ عدالت العالیہ نے سزائے حبس دوام تجویز کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ ملزم کے حق میں ایک گونہ رعایت کیگئی ہے پس عدالت العالیہ کی تجویز سزائے حبس دوام قابل منظوری ہے۔

۵۲ ف نمبر مقدمہ ۱ منفصلہ ۱۵ آذر ۱۳۵۲

مرافعہ فوجداری جوڈیشیل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے ششیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزمان صاحب صدیقی ارکان

پیر صاحب وغیرہ مرافعان بنام **سرکار عالی** مرافعہ علیہ

گواہوں کے پولیس میں اطلاع نہ دینے سے کوئی اثر نہ لیا جانا۔ گواہوں کی تعداد کثیر ہونے پر معمولی

مرافعہ بنا راضی تجویز مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲۴ بہمن ۱۳۵۲ف۔

امور سے کسی قیاس کا نہ کیا جانا۔ ضربات کثیر تعداد میں ہونے کی صورت میں سنگین سزا کا دیا جانا۔ قصاص کے جملہ ورثا طالب نہ ہونے کی صورت میں قصاص کی سزا نہ دیجانا۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جبکہ گواہوں کی تعداد کثیر ہو تو اس عذر میں کوئی قوت نہیں رہتی کہ گواہوں نے فوراً ملزمین کے نام لیکر کسی کو خبر نہیں دی نہ اُنہوں نے پولیس میں اسکی اطلاع دی۔

(۲) قتل کے مقدمات میں جبکہ جملہ ورثاء کی جانب سے قصاص طلب نہ کیا گیا ہو تو شرعاً قصاص کی سزا قائم نہیں رکھی جاسکتی۔

(۳) جہاں ضربات کثیر ہوں تو باوجودیکہ ملزمین بھی متعدد ہوں معمولی طور سے واردات میں سنگینیت ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں زیادہ سے زیادہ سزاء دیجانی چاہیئے۔

منجانب مرافعان پنڈت گوپال راؤ صاحب و مولوی ابوالحسن سید علی صاحب اڈوکیٹس۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی حکیم سید علی صاحب وکیل سرکار اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر۔

فیصلہ:۔ ملزمین حاضر لائے گئے۔ وکلاء کی بحث سماعت کیگئی۔ ملزمین پر الزام یہ ہے کہ اُنہوں نے اسٹیٹ سالار جنگ کے موضع کنہال کے پولیس پٹیل فقیر گوڑہ پر بتاریخ ۵ آبان ۱۳۵۰ف جبکہ وہ رات کا کھانا کھا کر آٹھ نو بجے حسب معمول پولیس کے ناکہ پر جارہا تھا جنبیہ، تبر و درانتی سے حملہ کیا اور کثیر التعداد زخم پہنچائے۔ جسکے صدمہ سے متضرر اُسی وقت فوت ہو گیا۔ عدالت سشن اسٹیٹ سالار جنگ سے بعد تکمیل مراتب ضابطہ ملزمین کو مرتکب ہلاک فقیر گوڑہ تجویز کرتے ہوئے بجرم قتل عمد مصرحہ دفعہ (۲۴۳) تعزیرات سزائے حبس دوام کا مستوجب قرار دیا گیا۔ ان چار ملزمین کے علاوہ دو ملزمین مسمیان گادی گنگپا اور پدا رامیا کے مقابلہ میں بھی ان ملزمین کے ساتھ تحقیقات ہوئی تھی۔ ان دونوں کو بھی سزائے حبس دوام دیگئی۔ بصیغہ تصحیح عدالت العالیہ سے گادی گنگپا کو بری کر دیا گیا۔ پدا رامیا ملزم فوت ہو گیا تھا اسلئے اُس کی حد تک مقدمہ ساقط کر دیا گیا۔ ان چار ملزمین کے متعلق عدالت سشن کی رائے حبس دوام کی توثیق کیگئی۔ مفتی صاحب عدالت العالیہ نے شرعی نقطہ نظر سے بوجہ اس کے کہ جملہ ورثا کے جانب سے قصاص طلب نہیں کیا گیا۔ یہ فتویٰ دیا ہے کہ سزائے قصاص نہ دیجائے۔ ملزمین کو ارتکاب جرم سے

حسب ہیر ضابطہ بنام سرکار عالی

انکار رہا ہے منجانب استغاثہ جملہ (۹) گواہوں کے بیانات قلمبند کرائے گئے۔ کوئی شہادت صفائی پیش نہیں ہوئی۔ استغاثہ کے (۹) گواہوں کے منجملہ چار گواہوں نے جن کے نام کوٹرپا گواہ نمبر (۳)۔ قاسم صاحب گواہ نمبر (۴)۔ پمپنا گواہ نمبر (۵)۔ اور رینکیا گواہ نمبر (۶) ہیں۔ رویت کی شہادت ادا کی ہے۔ رویت کی شہادت کے سوائے کسی واقعہ متعلقہ کی شہادت پیش نہیں ہوئی ہے پس مقدمہ کے تصفیہ کا دارومدار اسی رویت کی شہادت پر رہتا ہے۔ ان گواہوں کے بیانات پر تفصیلی تنقید کرنے کا موقع دیا گیا۔ سوائے اس اعتراض کے کہ یہ گواہ مشاہدہ کرنے کے باوجود اُسی وقت ملزمین کے نام لیکر کسی کو خبر نہیں دیتے ہیں۔ چنانچہ پولیس میں بھی اُنکے بیانات پانچ چھ دن کے بعد قلمبند کئے جاتے ہیں۔ دوسرا کوئی اعتراض پیش نہ کیا جاسکا۔ یہ استدلال بھی نہیں ہے کہ گواہوں کو ملزمین سے مخالفت ہے۔ یہ اعتراض جس میں عام طور سے کسی گواہ کے اعتبار کے اطمینان کرنے کے لئے اہمیت ہوتی ہے۔ اس مقدمہ میں دو وجوہ سے قابل لحاظ نہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ گواہان رویت کی تعداد کثیر ہے۔ یہ اعتراض اُسوقت زیادہ اہم ہوجاتا ہے جب ایک گواہ رویت کے بیان پر مقدمہ کا دارومدار ہو اور کوئی دوسرا مواد نہ ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واردات برسر بازار ہوئی تھی اور مفتش کے بیان سے ثابت ہے کہ موضع میں اس واقعہ سے ایسی سراسیمگی پھیل گئی تھی کہ چار پانچ روز تک بازار بند رہا۔ ابتدائی رپورٹ اور اُس پرچہ اطلاعی میں جو پولیس سے جاری ہوا ملزمین اور گواہوں کے نام نہیں ہیں۔ اسکی توجیہہ بھی یہی ہوسکیہ خوف کی وجہ سے کوئی گواہ سامنے نہیں آئے۔ لائق ایڈوکیٹ ملزمین کی یہ بحث ہے کہ اس صورت واقعہ سے یہ اثر لیا جانا چاہیئے کہ مصنوعی گواہ بعد کو تیار کئے گئے۔ ایسا شبہ ہوسکتا ہے مگر اسکی تردید میں بھی یہی استدلال سامنے آجاتا ہے کہ گواہان رویت کی تعداد کثیر ہے۔ گواہان رویت کے بیانات کو تفصیل سے دیکھا گیا۔ اُن کے بیانات میں فی نفسہ کوئی لغزش نہیں ہے اور کوئی دوسری وجہ اُنپر اعتبار نہ کرنے کیلئے نہیں پائی جاتی۔ عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے ان گواہوں پر اعتبار کیا ہے۔ عدالت العالیہ کی تجویز میں تفصیل سے ہر پہلو پر غور کیا گیا ہے اور شہادت کو باور کیا گیا ہے۔ تجویز مدلل ہے جس سے اتفاق کیا جاتا ہے۔ سزائے حبس دوام دینے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ بیچنامہ اسباب موت اور ڈاکٹر کے بیان سے بائیس زخم کا لگنا ثابت ہوتا ہے۔ بظاہر عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے سزائے موت اسوجہ سے تجویز نہیں کی کہ ملزمین حملہ آور متعدد تھے جہاں

ضربات کثیر ہوں باوجودیکہ ملزم بھی متعدد ہوں معمولی طور سے واردات میں سنگینیت ہوجاتی ہے اور سزائے موت سے کم سزا نہ دیجانی چاہئے ۔ بہر حال سزائے حبس دوام مجوزہ عدالت العالیہ بہ تعلق جملہ ملزمین قابل منظوری ہے ۔

مرافعہ فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی سید قمر حسن صاحب ارکان

سید سرفراز حسین مرافع بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

بر متفقہ ۷ بہمن ۱۳۵۳ ف
منفصلہ ۲۰ بہمن ۱۳۵۳ ف

دغا کے جرم میں ضروری ہے کہ فعل کو ثابت کیا جائے ۔ دغا کے جرم کے لئے محض علم کافی نہیں ہے ۔ دفعہ (۳۵۳) تعزیرات کے الزام کے لئے کسی فعل کا ثابت ہونا لازمی امر ہے ۔ دفعہ (۱۴) قانون شہادت کب متعلق ہوتی ہے ۔ دفعہ (۹) اُسی صورت میں متعلق ہوتی ہے جبکہ سازش کی بناء پر مقدمہ کیا گیا ۔ دفعہ (۱۴) قانون شہادت کا تعلق کب پیدا ہوتا ہے ۔

تجویز ہوئی کہ (۱) دغا کا جرم ایسا ہے کہ اُس کے لئے ملزم کا کوئی مجرمانہ قول یا فعل ثابت ہونا ضروری ہے محض مجرمانہ علم سے اس جرم کے اجزاء کی تکمیل نہیں ہوسکتی ۔ مثلاً الف کے مقابلہ میں اس امر کا الزام عائد کیا گیا ہے کہ اُس نے سونے کی گھنٹوٹ باور کراکے ایک ڈبہ میں لوہے کے ٹکڑے مستغیث کے پاس رکھکر رقم حاصل کی اور اس طور پر اُس کو دغا دیا ۔ کہا جاتا ہے کہ اُسوقت "ب" بھی اُس کے ساتھ تھا اور "ب" کو اس امر کا علم تھا کہ اس طور پر دھوکہ دیا جانے والا ہے ۔ ایسی صورت میں جبتک کہ ڈبہ کے بدلنے میں یا اُس میں لوہے کے ٹکڑے رکھنے وغیرہ کی نسبت "ب" کا کوئی فعل ثابت نہ ہو جائے "ب" کو محض اس علم کی بناء پر کہ کیا کیا جانے والا ہے جرم دغا کا مرتکب قرار نہیں دیا جاسکتا ۔

(۲) دفعہ (۱۴) قانون شہادت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ صرف اُن صورتوں سے متعلق ہوتی ہے جب کسی ملزم کا کوئی فعل تو ثابت ہو لیکن یہ امر بحث طلب ہے کہ وہ فعل اتفاقی تھا یا ارادی یا وہ کسی خاص علم و نیت سے کیا گیا تھا ۔ اگر جرم عائد شدہ کے متعلق ملزم کا کوئی فعل ثابت ہی نہ ہوتا تو ایسی

مرافعہ بنا راضی تجویز رائے راجموہن لال صاحب ناظم اول فوجداری بلدہ مورخہ ۲ بہمن ۱۳۵۳ ف ۔

سید سرفراز حسین بنام سرکار عالی

صورت میں عدالت اُس کے سابقہ افعال کے نسبت شہادت کو دیکھنے کی مجاز نہیں ہے۔

(۳) دفعہ (۹) قانون شہادت کا تعلق صرف اُن صورتوں سے ہوسکتا ہے جبکہ الزام کسی سازش کی بناء پر عائد کیا گیا ہو۔ اگر جرم کے نسبت اُس کا کسی سابقہ سازش کا نتیجہ ہونا بیان نہ کیا گیا ہو تو اُس سے یہ دفعہ متعلق نہ ہوگی۔

(۴) دفعہ (۱۳) قانون شہادت اُس صورت میں متعلق ہوتی ہے جبکہ کسی کے ذہن یا جسم کی حالت یا احساس جسمانی کا وجود واقعہ تنقیح یا واقعہ متعلقہ ہو۔

منجانب مرافع مولوی سید باقر حسین صاحب وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مسٹر دامودھر ریڈی صاحب کونسل و مولوی محمد عزرا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب وکلائے سرکار۔

فیصلہ:۔ تین اشخاص الطاف الرحمن مسعود یار خاں اور سرفراز حسین کا چالان بجرم دغا و اعانت دغا عدالت فوجداری بلدہ میں پیش ہوا تھا جسکی تحقیقات اجلاس سوم پر ہوئی۔ دوران تحقیقات میں الطاف الرحمن ملزم فوت ہوگیا۔ اس لئے عدالت موصوف نے صرف مسعود یار خاں و سرفراز حسین ملزم کے متعلق تجویز کی ہے۔ ان میں سے ملزم اول الذکر کو اُس نے بری کردیا لیکن سرفراز حسین ملزم کے مقابلہ میں جرم دغا تحت دفعہ (۳۵۳) تعزیرات اُس نے ثابت قرار دیکر دو ماہ قید سخت کی سزا اُس کے حق میں تجویز کی جسکی ناراضی سے اُس نے نظامت اول پر مرافعہ کیا۔ لیکن عدالت موصوف نے بھی اُس کو نامنظور کردیا۔ اب سرفراز حسین نے اُس تجویز کی ناراضی سے ہمارے روبرو مرافعہ پیش کیا ہے۔ ہم نے وکلائے فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت کرلئے تھے۔ لیکن چونکہ وکیل صاحب سرکار نے نظائر کے حوالہ جات پیش کرنے کی خواہش کی تھی اسلئے ہم نے مثل کو زیر تجویز رکھ لیا تھا۔ یہ حوالہ جات ایک عرصہ تک پیش نہیں کئے گئے۔ اسلئے اس تجویز میں تعویق ہوگئی اور اب چونکہ وکیل صاحب سرکار نے نظائر کا نوٹ دیدیا ہے اس لئے تجویز ہذا تحریر کیجاتی ہے۔

چالان میں واقعات یہ بیان کئے گئے ہیں کہ ملزمین ایک دغا پیشہ گیانگ کے افراد ہیں جن کا طریقہ ارتکاب جرم یہ ہے کہ وہ ساہوکاروں سے گھنوٹ رکھوا کر قرضہ حاصل کرنے کا معاہدہ کرتے ہیں اور اُنکے سامنے اصلی زیورات ڈبوں میں بند کرکے اُن پر لاکھ کی مہریں کردیتے ہیں۔ لیکن ڈبوں کے ساہوکار کو اُنکو

سید سرفراز حسین
بنام
سرکار عالی

حوالہ کرتے وقت اُن کو کسی چالاکی سے ایسے دوسرے ڈبوں سے بدل لیتے ہیں جنکو اصلی ڈبوں کے مشابہ پہلے سے لاکھ مہر کرکے تیار کرلیا گیا ہوتا ہے اور جس میں بجز پتھر یا شیش کے ٹکڑوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس طرح ساہوکار کے پاس صرف وہ ڈبہ جاتا ہے جس میں زیورات نہیں بلکہ پتھر یا شیش کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور زیورات کا ڈبہ ملزمین کے پاس رہ جاتا ہے۔ مقدمہ ہذا کا مستغیث رام کرشنا ریڈی ہے جو راجہ رام دیوراؤ صاحب والی سمستان ونپرتی کا مختار عام ہے اور مقدمہ کے واقعات یہ بیان کئے گئے ہیں کہ الطاف الرحمن ملزم متوفی نے مستغیث کو یہ باور کرایا کہ سرفراز حسین ایک جاگیردار ہے اُس کو قرضہ کی ضرورت ہے اسلئے زیورات بطور گھٹوٹ رکھ کر تین ہزار روپے قرضہ دیا جائے مستغیث نے اُن زیورات کی قیمت اپنے ملازم کے ذریعہ گواہ نمبر (۹) سے اکوائی۔ اور جب اسکو اُنکی مالیت کے متعلق اطمینان ہوگیا تو وہ اُنکی کفالت پر تین ہزار روپے قرض دینے کو آمادہ ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ علاوہ اُن زیورات کے سرفراز حسین سے ایک پرامیسری نوٹ اور رسید بھی تحریر کرایا جانا قرار پایا۔ جسکی تکمیل ملزم مذکور نے راجہ رام دیوراؤ صاحب کے مکان موسومہ جہا بھوپال منزل کے برآمدہ میں کردی اور سرفراز حسین اور مسعود یار خاں موٹر میں آکر بیٹھ گئے جو برآمدہ کے نیچے پورٹیگو میں کھڑی ہوئی تھی۔ استغاثہ کا بیان ہے کہ الطاف الرحمن ملزم نے اُسی برآمدہ میں زیورات کو مستغیث کے مواجہ میں ڈبہ میں بند کرکے اُس پر لاکھ کی مہریں لگائیں اور اُس کے بعد یہ بہانہ کرکے کہ ڈبہ نواب صاحب کو دکھانا چاہتا ہے وہ اُس کو موٹر تک لایا اور پھر ایک ڈبہ لاکر مستغیث کے حوالہ کردیا جس پر ملزمین کو تین ہزار روپے دیدیئے گئے۔ کسی دوسری کارروائی کے سلسلہ میں ملزمین گرفتار ہوئے اور الطاف الرحمن ملزم کی نشاندہی سے یہ ڈبہ مستغیث کی تجوری سے برآمد کیا گیا جس کو کھولنے پر معلوم ہوا کہ اُس میں پتھر اور شیش کے ٹکڑے ہیں۔ استغاثہ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ الطاف الرحمن ملزم نے اُس دوران میں جبکہ وہ ڈبہ کو سرفراز حسین کے دکھانے کے لئے موٹر کے قریب لایا تھا۔ سرفراز حسین کے علم و اطلاع میں اُس کی مدد سے کسی دوسرے ڈبہ سے بدل دیا۔ جو موٹر میں پہلے سے موجود تھا۔ اسلئے الطاف الرحمن کے ساتھ سرفراز حسین بھی لائق سزا ہے۔ الطاف الرحمن ملزم فوت ہوچکا ہے اور مسعود یار خاں کی برات کی تجویز ہوچکی ہے اور اُس کی ناراضی سے کوئی مرافعہ منجانب سرکار پیش نہیں ہوا ہے۔ اسلئے ان دونوں اشخاص کے متعلق ہمیں اسوقت کوئی تجویز کرنی نہیں ہے بلکہ ہمیں صرف اس پر غور کرنا ہے کہ

سید سرفراز حسین
بنام
سرکار عالی

آیا سرفراز حسین ملزم کے مقابلہ میں جرم منسوبہ کو ثابت قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

ملزم کی جانب سے اس بحث پر بہت زور دیا گیا کہ گھٹوت کے رکھانے کے واقعہ کو ہی مواد شمولہ مثل کی بناء پر ثابت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مستغیث نے ملزم سے نہ صرف پرامیسری نوٹ لکھوا لیا گیا بلکہ رقم کی رسید بھی لکھوائی تھی۔ ایسی صورت میں یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ علاوہ پرامیسری نوٹ کے زیورات کی گھٹوت بھی مزید رکھوائی گئی ہوگی۔ اگر اس طرح گھٹوت رکھوائی جاتی تو اُس کی رسید مستغیث سے ضرور لیجاتی تاکہ مستغیث اُس کے حاصل کرنے سے انکار نہ کرسکے۔ بحالت موجودہ مستغیث کے لئے یہ ممکن تھا کہ پرامیسری نوٹ کی بناء پر دعوائے کرکے اپنی رقم کی ڈگری حاصل کرلے اور گھٹوت کے رکھنے سے بالکلیہ انکار کردے۔ اور دو معاملہ فریقین میں سے ایک کا کسی دوسرے کو اس کا موقع دینا قرین قیاس نہیں ہوسکتا۔ مستغیث نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ اُس سے کوئی رسید اس گھٹوت کی لیگئی اور تعجب یہ ہے کہ مستغیث کے بھی کھاتوں میں بھی گو اس پرامیسری نوٹ کا ذکر ہے لیکن اس گھٹوت کا اشارتاً یا کنایتاً بھی ذکر نہیں ہے۔ اس بناء پر لائق وکیل ملزم کی بحث یہ ہے کہ سرفراز حسین کی جانب سے اس معاملہ کی بابت گھٹوت کا رکھایا جانا کسی طرح ثابت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ اگر اس معاملہ سے ہٹکر الطاف الرحمن نے کوئی گھٹوت مستغیث کے پاس رکھوائی ہو تو اُنکے موکل کو اُس سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ سرفراز حسین اور مستغیث کے مابین جو بھی معاملت ہونی بیان کیجاتی ہے وہ ایک پرامیسری نوٹ کی بناء پر ہے جس کا دعویٰ عدالت دیوانی میں کیا جاسکتا ہے۔ ہماری رائے میں یہ بحث اپنے اندر ایک حد تک اہمیت رکھتی ہے۔ بالخصوص جبکہ راجہ رام دیوراؤ صاحب نے گواہ صفائی کی حیثیت سے یہ بیان کردیا ہے کہ اُنہوں نے اس گھٹوت کو کبھی تجوری میں نہیں دیکھا۔ لائق وکیل صاحب سرکار کی یہ بحث ہے کہ ہر دو عدالتہائے تحت نے اسی معاملت کے سلسلہ میں گھٹوت کا رکھایا جانا گواہوں کے حلفی بیانات کی بناء پر ثابت قرار دیا ہے۔ مستغیث راجہ رام دیوراؤ صاحب کا عزیز اور ایک معزز ساہوکار ہے۔ اُس کا حلفی بیان یہ ہے کہ اس معاملت میں گھٹوت رکھی گئی اور گھٹوت کا اندراج ہی کھاتوں میں بالعموم نہیں کیا جاتا۔ ان حالات میں بصیغہ مرافعہ ثانیہ واقعات کی بناء پر تحت کی دو عدالتوں کی متفقہ تجویز سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وکیل صاحب سرکار کی اس بحث کو تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی ہماری رائے ہے کہ جہانتک سرفراز حسین مرافع کا تعلق ہے اُنکی اس معاملت میں شرکت

سید سرفراز حسین
بنام
سرکار عالی

کو ثابت قرار دینا بہت مشکل ہے۔

زیورات کا ڈبوں میں بند کرنا اور ان پر مہریں لگانا صرف الطاف الرحمٰن ملزم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اُس میں سرفراز حسین ملزم کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اس کا امکان ہے کہ الطاف الرحمٰن نے اسطرح زیورات کے ڈبہ میں بند کرنے میں کوئی ایسی چالاکی کی ہو کہ بجائے زیورات کے ڈبہ میں پتھر اور سیس کے ٹکڑے بند ہو جائیں اور مستغیث کو اس کا علم نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ملزم مذکور نے موٹر کے قریب جاتے ہوئے راستہ میں اُس ڈبہ کو کسی ایسے ڈبہ سے بدل دیا ہو جو اُس کے پاس ہو اور جس کا علم سرفراز حسین کو نہ ہو اور یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ موٹر کے قریب پہونچکر ہی الطاف الرحمٰن نے ڈبہ کو سرفراز حسین کے علم و اطلاع یا اُس کی ایماء کے بغیر بدلا ہو۔ کسی شخص نے یہ نہیں دیکھا کہ ڈبہ فی الواقع بدلا ہی گیا یا ابتداء ہی میں چالاکی سے ڈبہ میں زیورات کے بجائے پتھر وغیرہ رکھدیئے گئے۔ اور اگر ڈبہ فی الواقع بدلا ہی گیا تو کوئی شخص اس کی شہادت نہیں دیسکتا اور وہ کس وقت بدلا گیا اور اُس کے بدلنے میں سرفراز حسین کا کوئی ہاتھ تھا۔ اس لئے جو بھی رائے قائم کیجا سکتی ہے وہ محض قیاس ہی کی بناء پر قائم ہو سکتی ہے اور جب اس بارہ میں ملزم مرافع کے مفید ہی قیاسات ہو سکتے ہیں تو ایک فوجداری مقدمہ میں صرف ایسا قیاس کر لینا صحیح نہیں، ہو سکتا جس سے ملزم مرتکب جرم قرار پا جائے۔ موٹر میں جس طرح ملزم مرافع بیٹھا ہوا تھا اُسی طرح مسعود یار خاں بھی تھا۔ لیکن عدالت نے اُس کے خلاف کسی قیاس کے کرنے سے انکار کر دیا ہے اور سرکار نے اُس کے مقابلہ میں کوئی مرافعہ بھی نہیں کیا ہے۔ ان حالات میں جس بناء پر اُس کو بری الذمہ قرار دیا گیا ہے اُسی بناء پر سرفراز حسین کے مقابلہ میں بھی کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس گھٹوت کے ڈبہ کے تبدیل کرنے کے متعلق کسی مجرمانہ فعل کا قیاس تو سرفراز حسین مرافع کے متعلق مقدمہ ہذا کے حالات کے لحاظ سے کیا ہی نہیں جا سکتا۔ البتہ یہ امر غور طلب ہو سکتا ہے کہ آیا اُس بابت یہ قیاس کیا جا سکتا ہے یا نہیں کہ اُس کو الطاف الرحمٰن کے افعال کا علم تھا لیکن دغا کا جرم ایسا ہے کہ اُس کے لئے ملزم کا کوئی مجرمانہ قول یا فعل ثابت ہونا ضروری ہے محض مجرمانہ علم سے اس جرم کے اجزاء کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس بارہ میں ہم غور کرنے کی چنداں ضرورت اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے نہیں سمجھتے۔

لائق وکیل سرکار کی آخری بحث یہ ہے کہ روئداد شمولہ مثل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی طریقہ

سید سرفراز حسین
بنام
سرکار عالی

سے جو اس مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے بہت سے اشخاص کو دھوکہ دیا گیا اور اُن واقعات کی بناء پر اس ملزم کے خلاف نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ اس بحث کے متعلق قانون شہادت کی دفعہ (۱۴) کا حوالہ دیا گیا ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"جب کسی فعل کی نسبت یہ بحث ہو کہ وہ اتفاقی تھا یا ارادی یا کسی خاص علم یا نیت سے کیا گیا تو یہ واقعہ کہ وہ ایک جزو اُسی طرح کے افعال کے سلسلہ کا ہے جسمیں ہر ایک کا ارتکاب اُسی شخص نے کیا واقعہ متعلقہ ہے"

دفعہ کے ان الفاظ ہی سے ظاہر ہے کہ وہ صرف اُن صورتوں سے متعلق ہوتی ہے جب کسی ملزم کا کوئی فعل تو ثابت ہو لیکن یہ امر بحث طلب ہو کہ وہ فعل اتفاقی تھا یا ارادی یا وہ کسی خاص علم و نیت سے کیا گیا تھا یا نہیں۔ ہم ابھی لکھ چکے ہیں سرفراز حسین مرافع کا کوئی فعل اس گھنٹوت کے بنانے یا ڈبے کے بدلنے کے متعلق نہ ثابت ہو سکا ہے نہ اُس کا قیاس کیا جا سکتا ہے اسلئے ظاہر ہیکہ اس دفعہ کی صورت حال سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ جسقدر دیگر واقعات کا ذکر شہادت میں آیا ہے۔ اُن سب میں سرفراز حسین ہی کے افعال بیان کئے گئے بلکہ بعض افعال ایسے بیان کئے گئے ہیں جن کا ارتکاب بالکل غیر اشخاص نے کیا ہے۔ اس لئے ہماری رائے ہے کہ دفعہ (۱۴) قانون شہادت کا کوئی تعلق مقدمہ ہذا سے نہیں ہے اور اس بارہ میں جسقدر نظائر کا حوالہ وکیل سرکار نے دیا ہے وہ غیر متعلق ہیں۔ عدالت تحت نے قانون شہادت کی دفعہ (۱۳) کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن وہ دفعہ صرف اُن صورتوں میں متعلق ہو سکتی ہے جبکہ ذہن یا جسم کی حالت یا احساس جسمانی کا وجود واقعہ تنقیحی یا واقعہ متعلقہ ہو۔ اس مقدمہ کی یہ کیفیت نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ملزم کا کوئی فعل ثابت نہیں ہے اور ملزم کے کسی فعل کے قطع نظر اُسکی کوئی نیت یا ارادہ یا علم یا اُسکی کوئی دوسری ذہنی یا جسمانی حالت یا احساس جسمانی دغا کے مقدمہ میں واقعہ تنقیحی یا واقعہ متعلقہ نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں اُن سے کسی ایسی حالت یا احساس کا وجود ظاہر ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے دفعہ (۱۳) بھی اس مقدمہ سے غیر متعلق ہے۔ آخری دفعہ جس پر اس بحث کے سلسلہ میں منجانب سرکار استدلال کیا گیا ہے وہ قانون شہادت کی دفعہ (۹) ہے جسکے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"جبکہ اس امر کے باور کرنے کی معقول وجہ ہو کہ دو یا زیادہ اشخاص نے کسی

سید سرفراز حسین
بنام
سرکار عالی

جرم یا فعل ناجائز قابل نالش کے ارتکاب کی غرض سے باہم سازش کی ہے تو ہر فعل یا بیان جو اُن میں سے کوئی شخص عام ارادہ کی نسبت کرے بعد اس کے کہ ایسا ارادہ اُن میں سے کسی نے ظاہر کیا ہو وجود سازش اور ہر شریک کی شرکت کے ثبوت کیلئے واقعہ متعلقہ ہوگا۔"

ظاہر ہے کہ اس دفعہ کا تعلق صرف اُن صورتوں سے ہو سکتا ہے جبکہ الزام کسی سازش کی بناء پر عائد کیا گیا ہو۔ اُس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں۔ خواہ دفعہ (۷۷) (ب) مجموعہ تعزیرات کا جرم ملزم کے مقابلہ میں عائد کیا جاتا یا یہ کہا جاتا کہ ملزمین سازش میں شریک ہونے کی وجہ سے حسب منشاء دفعہ (۶۳) فقرہ دوم اعانت کے مرتکب ہیں۔ لیکن اس مقدمہ میں انمیں سے کوئی صورت اختیار نہیں کیگئی۔ دفعہ (۷۷) (ب) کا الزام تو کسی نوبت پر لگایا ہی نہیں گیا۔ البتہ اعانت کا الزام چالان میں عائد کیا گیا تھا۔ لیکن بظاہر وہ سازش کی بناء پر نہ تھا بلکہ دفعہ (۶۳) تعزیرات کے کسی اور جزو کی بناء پر تھا کیونکہ سازش میں بہت سے افراد کا وجود بتایا جاتا ہے۔ اگر اس سازش کو اعانت کی وجہ قرار دیا جاتا تو اُن سب کو ملزم بنایا جاتا۔ کیونکہ دفعہ (۶۳) تعزیرات کے فقرہ دوم کے موجب وہ سب معین قرار پاتے ہیں۔ لیکن چالان صرف اُن اشخاص کا کیا گیا جن کا اس معاملہ خاص سے کوئی تعلق ہونا بیان کیا گیا تھا۔ اور جب مسعود یار خاں ملزم کا کوئی خاص حصہ اس معاملہ میں لینا ثابت نہ ہو سکا اور اُسکی برائت کی تجویز ہوگئی تو محض سازش میں شریک ہونیکی وجہ سے اُسکے مقابلہ میں مرافعہ کرنے کی گنجائش نہیں سمجھی گئی۔ غرض اس مقدمہ کو سازش کی بناء پر چلانیکی کوشش نہیں کیگئی اور یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسی شہادت پیش نہیں کیگئی جس سے اس امر کے باور کرنے کی معقول وجہ ہو سکتی کہ ملزمین نے دغا کے ارتکاب کی غرض سے باہم سازش کی ہے تاکہ دفعہ محولہ بالا کی اُس اہم شرط کی تکمیل ہو جاتی جو اُس کے ابتدائی الفاظ میں بیان کیگئی ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر چونکہ قانون شہادت کی دفعہ (۹) کی ابتدائی شرط کی تکمیل نہیں ہوتی۔ یہ اس مقدمہ کو اس نقطہ نظر سے ملایا گیا جس میں سازش کا تصور ہوتا۔ اس لئے ہم اُس دفعہ کو بھی متعلق نہیں سمجھتے اور اُن تمام نظائر کو غیر متعلق قرار دیتے ہیں جن کا حوالہ اس دفعہ کے عمل کے متعلق منجانب سرکار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ملزمین کے مقابلہ میں جو فرد جرم مرتب کیگئی ہے اُس میں دغا تحت دفعہ (۴۵۳) تعزیرات کا اصل جرم عائد کیا گیا ہے۔ اعانت کی دفعات میں سے کسی دفعہ کا اُس میں حوالہ ہی نہیں دیا گیا۔ اسلئے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ سازش کے متعلق ملزم کو جوابدہی کرنے کا پورا موقعہ بھی ملا ہے۔

سرفراز حسین
بنام
سرکار عالی

غرض ہماری رائے یہ ہے کہ اس مقدمہ کے خاص حالات کے لحاظ سے ملزم صرف اُنہیں افعال کا ذمہ دار ہو سکتا ہے جو شہادت پیش شدہ سے اُس کے خلاف ثابت ہو سکتے ہیں یا جن کا اُسکے مقابلہ میں قطعی طور پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور چونکہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ملزم مرافع کا کوئی فعل خاص گھونسہ کے بارے میں نہ ثابت ہو سکا ہے نہ اُس کی بابت کوئی قیاس کیا جا سکتا ہے اس لئے ہم اُس کو لائق برات تصور کرتے ہیں۔ لہذا

حکم ہوا کہ

مرافعہ منظور۔ ملزم الزام منسوبہ سے بری کیا جاتا ہے۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے اشنسور ناتھ صاحب میر مجلس و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۲۹ سنہ ۱۳۵۰ف
منظورہ بذریعہ فرمان مبارک
مؤرخہ ۳۰ ر شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ
م ۱۴ ر شہریور ۱۳۵۵ف

ویر بھدر پا وغیرہ مرافعان **بنام** **سرکار عالی** مرافعہ علیہ

دفعہ (۱۶۰) ضابطہ فوجداری۔ پرچہ اطلاعی میں ملزمین کے نام درج نہ کرنے کا کوئی اثر نہ ہونا۔ پرچہ اطلاعی کے جاری کرنے کا منشاء۔ دفعہ (۱۲۲) قانون شہادت۔ دفعہ (۱۶۹) ضابطہ فوجداری۔ بیان متذبذب مندرجہ پنچنامہ ضربات کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ دفعہ (۲۴۰) ضابطہ فوجداری شہادت جو ایک مقدمہ میں دیگئی ہو اُس سے دوسرے مقدمہ میں اثر نہ لیا جانا چاہیئے۔ ہر مقدمہ کی تحقیقات علحدہ علحدہ ہونی چاہیئے شہادت جو ایک مقدمہ میں دیگئی ہے اگر اُس سے اثر لینا ہو تو اُس کو دوسرے مقدمہ میں جز و مثل بنا لینا چاہیئے۔ دفعہ (۱۲۵) تعزیرات میں غرض مشترک کس طور پر ثابت کیا جانا چاہیئے۔ غرض مشترک کے استنباط کے لئے صرف بلوائیوں میں شریک رہنا کافی نہیں ہے۔ دفعہ (۱۰۷) قانون شہادت کب متعلق ہوگی۔ بلوہ کے مقدمہ میں بار ثبوت۔ شناخت ملزمین کی عام الفاظ میں کافی نہ ہونا۔

تجویز ہوئی کہ (۱) پرچہ اطلاع واردات مجوعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۱۶۰) کے حکم کی تعمیل میں جاری کیا جاتا ہے اور اُس دفعہ کے مضمون میں اس کا اشارہ تک نہیں ہے کہ پرچہ میں ملزمین کے ناموں کی صراحت کیجائے۔ اس دفعہ کے تحت جو پرچہ جاری ہوتا ہے وہ ارتکاب جرم کی سب سے پہلی اطلاع ہوتی ہے جو ناظم فوجداری کو دیجاتی ہے۔

ویربھدرپا بنام سرکارعالی

اور اُس کا منشا اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ناظم فوجداری اس سے مطلع ہوجائے کہ اُس کے حدود ارضی میں کسی جرم قابل دست اندازی کا ارتکاب ہوا ہے جس کی تفتیش میں کوتوالی مصروف ہے۔ اس اطلاع کی ضرورت اسوجہ سے ہوتی ہیکہ ناظم فوجداری اگر مناسب سمجھے تو اُن اختیارات کو استعمال کرسکے جو دفعہ (۱۶۳) ضابطہ فوجداری نے اُسے عطا کئے ہیں۔

(۲) پرچہ اطلاعی میں اگر ملزمین کے نام نہ لکھے گئے ہوں تو یہ ایسی فروگذاشت ہوگی جس کا مقدمہ پر زیادہ اثر نہیں پڑسکتا۔ البتہ اگر پرچہ کسی خاص شخص کے بیان کی بنا پر جاری ہوا ہو اور اُس شخص کے بیان مندرجہ پرچہ اطلاعی اور موجودہ عدالتی بیان میں اختلاف ہو تو اُس کا اثر اُس شخص کے بیان پر تحت دفعہ (۱۲۲) قانون شہادت ڈالا جاسکتا ہے۔

(۳) پنچنامہ ضربات میں مستغیث کا جو بیان ہوتا ہے وہ چونکہ دوران تفتیش ہوتا ہے اسلئے اُس کو دیکھا نہیں جاسکتا بجز اس کے کہ تحت دفعہ (۱۶۶) ضابطہ فوجداری اُس کو ملزم کے نفع کیلئے استعمال کیا جائے۔

(۴) مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۲۴۰) نے یہ عام حکم دیا ہے کہ ہر جداگانہ جرم کی بابت جداگانہ ہی تحقیقات ہونی چاہیئے بجز اُن صورتوں کے جنکی بابت دفعات (۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ اور ۲۴۶) وضع کیگئی ہیں۔ دفعہ (۲۴۶) میں وہ صورتیں بتائی گئی ہیں جن میں عدالت کو اختیار دیا گیا ہے کہ متعدد اشخاص کی تحقیقات یکجائی کرے یا علحدہ علحدہ کرے جیسی کہ اُسکی رائے ہو۔

(۵) ایک ہی سلسلہ واقعہ سے پیدا ہوئے دو مقدمات کی تحقیقات اگر قانوناً جداگانہ طور پر ہونا ضروری خیال کی جائے تو بھی اس طرح عمل کرنے میں کوئی قانونی امر مانع نہیں کہ دونوں میں ساتھ ہی ساتھ شہادت قلمبند کیجائے اور ایک ہی دن دونوں میں فیصلہ صادر فرمادیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عمل سے فطرتاً مجوز کا دماغ اُس پوری شہادت سے متاثر ہوتا ہے جو دونوں مقدمات میں

ویربھدرپا
بنام
سرکار عالی

قلمبند ہوئی ہو لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر مقدمہ کی تجویز اُسی روئداد پر صادر ہونی چاہئے جو اُس مقدمہ کی مثل میں مرتب ہوئی ہو۔

(۶) اگر حاکم تحقیقات کنندہ کو یہ محسوس ہو کہ بالمقابلہ مقدمہ میں کوئی ایسی شہادت پیش ہوئی ہے جس کا اس مقدمہ کی تجویز میں بھی انصافاً اثر لینا چاہئے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ حسب طریقہ مقررہ قانون اُس خاص شہادت کو اس مقدمہ کی مثل کا بھی جز بنائے تاکہ اُس مقدمہ کے ملزمین کو بھی اس جزو شہادت کا علم ہو جائے اور اسکے متعلق اُنہیں جو کچھ کہنا ہو وہ کہہ سکے۔

(۷) مقام بلوہ پر محض کسی شخص کی موجودگی سے ہر حال میں یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اُس جگہ بلوائیوں کی غرض مشترک کے ساتھ موجود تھا۔ غرض مشترک کے ثبوت کیلئے اگر کوئی علحدہ مستقل شہادت نہ ہو تو استغاثہ کو یہ ظاہر کرنا چاہئے کہ بوقت واقعہ ہر ملزم کا طرز عمل ایسا تھا کہ اُس سے اُسکی غرض مشترک کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔

(۸) دفعہ (۸۷) قانون شہادت اپنے الفاظ کے لحاظ سے اُن صورتوں کیلئے وضع ہوئی ہے جن میں کسی واقعہ کا علم خصوصیت کیساتھ مقدمہ کے کسی ایک ہی فریق کو ہو اور اُس واقعہ کے ثبوت کی کوئی دوسری صورت مشکل ہو یعنی علحدہ شہادت بہدست نہ ہو سکتی ہو۔

(۹) بلوہ کے مقدمہ میں قبل اس کے کہ کسی ملزم کے دوش پر محض اُس کی موجودگی کی وجہ سے اُس کی بے جرمی کا بار ثبوت عائد کیا جا سکے استغاثہ کیلئے یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے اُسکی غرض مشترک کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) جبکہ ملزمین کی عام الفاظ میں شناخت کیجاتی ہے تو جبتک گواہ یہ نہ بتائے کہ اُن تمام اشخاص میں سے ملزمین حاضر عدالت پر اُنکی خاص توجہ ہونے کے کیا اسباب ہوئے اور ملزمین کا کیا عمل اُن کیلئے جاذب نظر ہوا گواہوں کے

ویربھدر پا
بنام
سرکار عالی

عام الفاظ میں کہدینے سے کہ جملہ ملزمین حاضر عدالت اُس گروہ میں شریک تھے اور مارو مارو کہہ رہے تھے ملزمین کی شرکت بلوہ کے متعلق دل میں اس قدر اطمینان پیدا نہیں ہوتا جس قدر تجویز سزا کے صادر کرنے کے لئے پیدا ہونا ضروری ہے۔

منجانب مرافع پنڈت وناریک راؤ صاحب کولنس و پنڈت کاشی ناتھ راؤ صاحب ویدیہ ایڈوکیٹ و پنڈت ڈگمبر راؤ صاحب لاٹھ کر وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ وکیل سرکار۔

فیصلہ:۔ قصبہ اود شاہجہانی علاقہ جاگیر نواب مہدی جنگ بہادر مرحوم میں بتاریخ ۲۴ ؍ تیر ۱۳۵۱ف ایک فرقہ واری فساد برپا ہوا جس میں ایک طرف اہل ہنود میں ایک شخص ہلاک ہوگیا اور دوسری طرف ایک مسلمان دستگیر خاں نامی بندوق کے فائر سے متضرر ہوا۔ پولیس متعلقہ نے اس واقعہ کی بابت دو چالانات بالمقابل پیش کئے۔ ایک چالان میں مسلمانوں کو ملزم بنایا گیا اور اُنکے مقابلہ میں بلوہ اور قتل عمد کے الزامات عائد کئے گئے۔ دوسرا چالان بارہ نفر اہل ہنود کے مقابلہ میں کیا گیا اور اُس میں بلوہ اور اقدام قتل عمد کے الزامات عائد کئے گئے۔ یہ دونوں مقدمات سپرد سشن ہوئے لیکن عدالت سشن سے اول الذکر مقدمہ میں برات کی تجویز صادر ہوئی جو بصیغہ مرافعہ عدالت العالیہ سے بحال رہی۔ موخر الذکر مقدمہ میں عدالت سشن نے جملہ ملزمین کو ملزم قرار دیا اور ویربھدر پا ولد سنگپا۔ اڑپا ولد لس لنگپا اور وینکو با ولد سکھا رام ملزمین کو سرغنہ اور بانی فساد قرار دیکر انہیں بجرائم دفعات (۱۴۸ و ۳۰۴) بہ تعلق دفعہ ۱۲۵ تعزیرات اڑھائی اڑھائی سال اور ڈیڑھ ڈیڑھ سال یعنی مجموعی طور پر چار چار سال قید بامشقت کی اور دو دو سو روپیہ جرمانہ کی و بصورت عدم ادائی جرمانہ چھ چھ ماہ قید بامشقت کی سزا دی۔ داداراؤ ولد امرت راؤ۔ بنتھ مل ولد شیو نارائن۔ داداراؤ ولد جھٹنگ راؤ اور ایکناتھ ولد رام جی کے حق میں بجرائم مذکورۃ الصدر دو دو سال اور ایک ایک سال یعنی مجموعی طور پر تین تین سال قید بامشقت کی اور دو سو روپیہ جرمانہ کی و بصورت عدم ادائی جرمانہ مزید چھ چھ ماہ قید بامشقت کی سزا تجویز کیگئی۔ بقیہ پانچ ملزمین شنکر یا ولد مرگیا۔ گنپتی ولد نرسوبا۔ سنبھاجی ولد الشونتا۔ پانڈورنگ ولد باپو و سرنیواس ولد نندلال کے حق میں عدالت سشن نے بجائے بلوہ جرم دفعہ (۱۴۷) تعزیرات کے بلوہ جرم دفعہ (۱۴۳) تعزیرات

ویربھدرپا
بنام
سرکار عالی

عائد کیا اور بجرائم دفعات (۱۲۳ و ۲۴۸) بہ تعلق دفعہ (۱۴۵) دو دو سال قید بامشقت اور دو دو سو روپیہ جرمانہ کی و بصورت عدم ادائی جرمانہ چھ چھ ماہ قید بامشقت کی سزا تجویز کی۔ جملہ ملزمین نے اس تجویز کا مرافعہ عدالت العالیہ میں کیا اور منجانب سرکار ازدیاد سزا کی نگرانی بھی پیش ہوئی۔ عدالت العالیہ نے ملزمین کے مرافعے نامنظور کر دیئے اور سرکار کی نگرانی بھی (۹) نفر ملزمین کے مقابلہ میں نامنظور کی۔ البتہ ویربھدرپا۔ اڑویا اور وینکو با ملزمین کے مقابلہ میں اُس کو منظور کر کے اُنکے حق میں علاوہ سزائے جرمانہ مجوزہ عدالت سشن کے مجموعی طور پر سات سات سالی قید بامشقت کی سزا تجویز کی۔ عدالت العالیہ نے اپنی تجویز میں اسکی صراحت نہیں کی ہے کہ کس کس جرم میں کس کس قدر سزائے قید تجویز ہوئی ہے۔ عدالت سشن نے بھی اپنی تجویز میں اس کی صراحت نہیں کی تھی کہ اُس نے جرمانہ کی سزا کس جرم کی پاداش میں تجویز کی تھی حالانکہ صدور تجویز کے وقت ایسی صراحت کی اسلئے ضرورت ہوتی ہے کہ اگر عدالت مرافعہ کسی ایک جرم کو ثابت قرار نہ دے تو اس امر کے تعین میں دشواری نہ ہو کہ کونسی سزا قابل تنسیخ ہے۔

اب عدالت العالیہ کی تجویز کی ناراضی سے جملہ ملزمین نے مرافعہ پیش کیا ہے اور فریقین کے وکلاء کے تفصیلی مباحث سماعت کئے جا چکے ہیں۔ اس فرقہ واری بلوہ کے متعلق ۲۴ آذر ۱۳۵۱ف کو ہی پرچہ اطلاع واردات جاری کر دیا گیا تھا لیکن اُس وقت تک چونکہ دستگیر خاں کے متضرر ہونے کا علم نہیں ہوا تھا اور اہل ہنود کے ایک فرد کا قتل ہو جانا معلوم ہو چکا تھا اس لئے اُس پرچہ میں مسلم افراد کو ہی ملزم بتایا گیا تھا حتی کہ دستگیر خاں کا نام بھی ملزمین میں شریک کیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کے تیسرے روز ۲۶ آذر کو دستگیر خاں کا متضرر ہونا معلوم ہوا۔ چنانچہ اُس روز اہل ہنود کے مقابلہ میں بھی مقدمہ ہذا کا پرچہ اطلاعی جاری کیا گیا جس میں دادا راؤ ولد امرت راؤ۔ پانڈورنگ ولد بالو اور سرنیواس ولد نند لعل ملزمین کے سوا بقیہ ملزمین مرافعان کے نام بتائے گئے ہیں۔ ان ملزمین کے علاوہ چار اشخاص کو بھی اُس پرچہ میں ملزم بتایا گیا تھا لیکن بعد میں اُنکے خلاف چالان پیش نہیں کیا گیا۔ مسلم افراد کے مقابلہ میں جو چالان پیش کیا گیا اُس میں دستگیر خاں متضرر مقدمہ ہذا کو ملزم نہیں بتایا گیا۔ گو جیسا اوپر لکھا گیا ہے پرچہ اطلاعی میں اُس کا نام زمرۂ ملزمین میں درج تھا۔ اس صورت حال کے متعلق ایڈوکیٹ صاحب ملزمین نے کافی بحث کی۔ لیکن ہماری رائے ہے کہ اس بحث میں کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ پرچہ اطلاع واردات مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۶۰ (۱) کے حکم کی تعمیل میں جاری کیا جاتا ہے اور اُس دفعہ کے مضمون میں

ویربھدرپا بنام سرکار عالی

اس کا اشارہ تک نہیں ہے کہ پرچہ میں ملزمین کے ناموں کی صراحت کی جائے۔ اُس دفعہ کے تحت جو پرچہ جاری ہوتا ہے وہ ارتکاب جرم کی سب سے پہلی اطلاع ہوتی ہے جو ناظم فوجداری کو دیجاتی ہے اور اُس کا منشا اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ناظم فوجداری اس سے مطلع ہوجائے کہ اُسکے حدود ارضی میں کسی جرم قابل دست اندازی کا ارتکاب ہوا ہے جس کی تفتیش میں کوتوالی مصروف ہے۔ اس اطلاع کی ضرورت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ناظم فوجداری اگر مناسب سمجھے تو اُن اختیارات کو استعمال کرسکے جو دفعہ (۱۶۳) اسنے اُس کو عطا کئے ہیں۔ اس دفعہ کے الفاظ ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ کے واقعات اور حالات کی تفتیش اور سراغرسانی اور گرفتاری ملزم کا مرحلہ اس پرچہ کی اجرائی کے بعد کا ہے ان حالات میں ظاہر ہے کہ پرچہ کے جاری کرتے وقت کوتوالی کی توجہ زیادہ تر اسی جانب ہوتی ہے کہ واردات کے سرزد ہونے کی اطلاع ناظم فوجداری کو دیدیجائے۔ اس لئے اس نوبت پر اگر ملزمین کے ناموں کے معلوم کرنے اور اُنکو پرچہ میں لکھنے کی طرف اُس نے زیادہ توجہ نہ کی ہو اور اس بارہ میں کوئی فروگذاشت ہوگئی ہو تو اُس کا کوئی زیادہ اثر مقدمہ پر نہیں پڑ سکتا۔ البتہ اگر یہ پرچہ کسی خاص شخص کے بیان کی بناء پر جاری ہوا ہو اور اُس شخص کے بیان مندرجہ پرچہ اطلاعی و موجودہ عدالتی بیان میں اختلاف ہو تو اُس کا اثر اُس شخص کے بیان پر تحت دفعہ (۱۲۲) قانون شہادت ڈالا جاسکتا ہے۔ قصبہ اوراد شاہجہانی میں جو فرقہ داری بلوہ ہوا اُس کی اطلاع کوتوالی نے بلوہ کے دن ہی عدالت کو دیدی تھی۔ اسلئے دفعہ (۱۶۰) ضابطہ فوجداری کے احکام کی تعمیل ہوچکی تھی اگر اُس مقدمہ کی تفتیش کے دوران میں کوتوالی کو یہ معلوم ہوا کہ اُس بلوہ میں ایک فریق کے افراد نہیں بلکہ دونوں گروہوں کے افراد مرتکب جرم ہوئے ہیں تو اُس کا یہ علم دراصل اُسی واردات کی تفتیش کا نتیجہ تھا جس کی بابت کوتوالی ۲۴ تیر ۱۳۵۱ف ہی کو پرچہ چاک کرچکی تھی۔ اسلئے جو پرچہ ۲۶ آذر ۱۳۵۱ف کو جاری ہوا اُس میں دادا راؤ ولد امرت راؤ اور پانڈورنگ و سرنیواس ملزمین کے نام نہ ہونے کا صرف اسی قدر اثر ہوسکتا ہے کہ اس تاریخ تک کوتوالی کو اس کا علم نہیں ہوا تھا کہ دستگیر خاں کے متضرر ہونے کے سلسلہ میں یہ تینوں ملزمین بھی مرتکب جرم ہوئے ہیں اور چونکہ شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ دستگیر خاں کا متضرر ہونا ہی کوتوالی کو اس تاریخ پر معلوم ہوا۔ اسلئے اگر فوراً ہی کوتوالی کو ملزمین کا پوری طرح تحقق نہیں ہوا تو اُس کا کوئی خاص اثر اس مقدمہ پر نہیں پڑ سکتا۔

ویر بھدریا
بنام
سرکار عالی

البتہ دستگیر خاں کے ضربات کا پنچنامہ ۲۶ ارتیر کو ہوا ہے اور اُس میں دستگیر خاں کا بیان بھی لکھا ہوا ہے۔ یہ بیان چونکہ بدوران تفتیش ہوا ہے اسلئے معمولاً اسکو دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن چونکہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۶۶ نے اسکی اجازت دی ہے کہ ملزم کے نفع کیلئے ایسے بیان کو دیکھا جائے اس لئے ہم نے اُس کو ملاحظہ کیا۔ اس بیان میں بھی اُس نے اُن اشخاص کے نام بتائے ہیں جو بوقت بلوہ اہل ہنود کے مجمع میں تھے اور اُن اشخاص میں اُس نے دادا راؤ ولد اہرت راؤ پانا ورنگ اور سرنیوا س ملزمین کے نام نہیں بتائے ہیں۔ اس شخص کا جو بیان عدالت سشن میں قلمبند ہوا ہے اُس میں اُس نے جملہ ملزمین حاضر اجلاس کے نام اور صورت سے شناخت کرکے یہ کہدیا ہے کہ یہ سب لوگ اُس مجمع میں شریک تھے۔ اسلئے جہانتک دستگیر خاں کے بیان کا تعلق ہے اس اختلاف سے اثر لیا جا سکتا ہے اور ان تینوں ملزمین کو اس کا فائدہ دیا جا سکتا ہے۔ شہادت پر جو تنقید آگے چلکر کیجائے گی اس سے معلوم ہوگا کہ ان تینوں ملزمین کے مقابلہ میں کوئی ایسی شہادت نہیں ہے، کہ اُن کو سزا دیجا سکے۔ اسلئے اس امر پر توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پنچنامہ کے مندرجہ اُس بیان کا دوسری شہادت پر کیا اثر پڑتا ہے۔

ایڈوکیٹ ملزمین کی ایک بحث یہ ہے کہ عدالت سشن نے اس مقدمہ کی تجویز میں اُس مقدمہ کی روئداد سے اثر لیا ہے جو مسلمان ملزمین کے مقابلہ میں پیش ہوا تھا ہم نے اس نقطہ نظر سے عدالت سشن کی تجویز کو پڑھا۔ اُس میں گو عدالت موصوف نے یہ لکھا ہے کہ وہ اِسی مقدمہ کی روئداد کی بناء پر تجویز صادر کریگی۔ لیکن پھر بھی اُس نے جابجا اُس دوسرے مقدمہ کی روئداد کا حوالہ اپنی تجویز میں دیا ہے۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۲۴۰) نے یہ عام حکم دیا ہے کہ ہر جداگانہ جرم کی بابت جداگانہ ہی تحقیقات ہونی چاہئے بجز اُن صورتوں کے جن کی بابت دفعہ (۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳- اور ۲۴۶) وضع کیگئی ہیں۔ دفعہ (۲۴۶) نے وہ صورتیں بتائی ہیں جس میں عدالت کو اختیار دیا گیا ہے کہ متعدد اشخاص کی تحقیقات یکجائی کرے یا علحدہ علحدہ کرے جیسی کہ اُس کی رائے ہو اور اس میں شبہ نہیں ہے کہ موجودہ مقدمہ کے جملہ ملزمین کی تحقیقات اُس دفعہ کے احکام کے لحاظ سے یکجائی ہو سکتی تھی۔ چونکہ عدالت سشن نے بالمقابل مقدمہ کی تحقیقات مقدمہ ہذا کی تحقیقات سے علحدہ کی ہے اس لئے اس مقدمہ میں اس امر کے تصفیہ کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا اُس مقدمہ اور موجودہ مقدمہ کی تحقیقات یکجائی ہو سکتی تھی یا نہیں۔ ملزمین کے لائق ایڈوکیٹ کو جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ دونوں مقدمات کی تحقیقات علحدہ علحدہ کرنیکے

ویربھدریا بنام سرکار عالی

باوجود عدالت نے دوسرے مقدمہ کی روئداد کا اثر اس مقدمہ کی تجویز کے وقت لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں مقدمات کی امثلہ گو جدا جدا بھی ہیں اور دونوں میں علحدہ علحدہ ہی شہادت قلمبند ہوئی ہے لیکن دونوں کی تحقیقاتیں ایک ہی زمانہ میں ہوئی ہیں اور ایک ہی تاریخ پہ دونوں میں تجاویز صادر ہوئی ہیں یہ امر تقریباً طے شدہ ہے کہ اگر قانوناً جداگانہ تحقیقات ہونی ضروری بھی ہو تو اس طرح عمل کرنے میں کوئی قانونی اثر مانع نہیں ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے عمل سے نظرتاً مجوز کا دماغ اُس پوری شہادت سے متاثر ہوتا ہے جو دونوں مقدمات میں قلمبند ہوئی ہو لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر مقدمہ کی تجویز اُسی روئداد پر صادر ہونی چاہیئے جو اُس مقدمہ کی مثل میں مرتب ہوئی ہو۔ جداگانہ تحقیقات ہونے جو عام اصول مجموعہ ضابطہ فوجداری میں قائم کیا گیا ہے اُس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ تحقیقات کے دوران میں ہر ملزم اسس سے پوری طرح واقف رہے کہ خاص اُس کے مقابلہ میں کیا شہادت پیش ہوئی ہے اور اُس کو کن کن امور کے متعلق عدالت کے خیالات کو صاف کرنا ہے۔ اگر بہت سے جرائم کی یا بہت سے ملزمین کی تحقیقات یکجائی کرلیجائے تو ہر ملزم کو اس خاص امر کے معلوم کرنے میں دشواری ہونے کا امکان ہے اور اس کو قانون نے عام حالات میں روا نہیں رکھا ہے۔ لیکن جب دو مقدمات کی امثلہ جدا جدا مرتب ہوں اور دونوں میں شہادت بھی علحدہ علحدہ ہی قلمبند ہو تو گو تحقیقات ایک ہی زمانہ میں ہوئی ہو ہر ملزم کیلئے یہ معلوم کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہے کہ حاکم تحقیقات کنندہ کا دماغ دوسرے مقدمہ کی شہادت سے کس طرح متاثر ہوا ہے اور کس قسم کے اثر کو اسے زائل کرنا ہے۔ اس لئے اسبارہ میں اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ ہر مقدمہ کی تجویز بالکلیہ اُسی روئداد پر صادر کیجائے جو خاص اُس مقدمہ میں مرتب ہوئی ہے۔ اگر حاکم تحقیقات کنندہ کو یہ محسوس ہو کہ بالمقابلہ مقدمہ میں کوئی ایسی شہادت پیش ہوئی ہے جس کا اس مقدمہ کی تجویز میں بھی انصافاً اثر لینا چاہیئے تو اُس کیلئے ضروری ہے کہ حسب طریقہ مقررہ قانون اُس خاص شہادت کو اس مقدمہ کی مثل کا بھی جزو بنائے تاکہ اس مقدمہ کے ملزمین کو بھی اُس جزو شہادت کا علم ہو جائے۔ اور اُس کے متعلق اونہیں جو کچھ کہنا ہو وہ کہہ سکیں۔ عدالت العالیہ کو بھی یہ محسوس ہوا ہے کہ اسبارہ میں عدالت سشن کا عمل صحیح نہیں ہے اور اُس نے اس مقدمہ کی تجویز کو اسی مقدمہ کی روئداد پر مبنی کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم بھی قیام رائے کیلئے صرف اُسی شہادت کو پیش نظر رکھیں گے جو اس مقدمہ میں قلمبند ہوئی ہے۔

ویر بھدریا
بنام
سرکار عالی

مقدمہ ہذا میں عدالت سشن میں استغاثہ کی جانب سے اٹھارہ گواہ پیش ہوئے اور ڈاکٹر نرہر راؤ کا وہ بیان جو عدالت سپردکنندہ میں قلمبند ہوا تھا بطور شہادت کے استعمال ہوا ہے۔ ملزمین نے اپنی صفائی میں تیرہ گواہوں کے بیانات قلمبند کرائے ہیں۔ گواہان استغاثہ میں سے گواہ اول خود دستگیر متضرر ہے بھگونت راؤ گواہ نمبر (۲) سید پاشا گواہ نمبر (۷)، سید محی الدین گواہ نمبر (۹)۔ سید قاسم گواہ نمبر (۱۲)۔ اور شیخ محبوب گواہ نمبر (۱۳) نے واقعہ بلوہ کی شہادت ادا کی ہے اور شیخ محبوب گواہ نمبر (۳)۔ محمد صاحب گواہ نمبر (۱۱)۔ کیرپا گواہ نمبر (۱۴)۔ ناما گواہ نمبر (۱۵) اور محمد مستان گواہ نمبر (۱۷) نے متضرر اور ملزمین کے تعین کے ساتھ رویت کی شہادت ادا کی ہے۔ عبدالعلی گواہ نمبر (۴) نے ابتدائی تفتیش اس مقدمہ کی کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ کس طرح شروع ہوا اور سید قاسم علی گواہ نمبر (۵) مقامی نائب تحصیلدار ہیں۔ باقی شہادت پنچنامہ جات اور بعض دیگر متفرق واقعات کی ہے۔ اس پوری شہادت کو صفائی کی شہادت کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے تو اس میں تو شبہ نہیں رہتا کہ بتاریخ ۲۴ تیر ۱۳۵۱ ف قصبہ اوراد شاہجہانی میں ایک فرقہ واری فساد برپا ہوا جس میں دونوں جانب سے سنگباری اور بنادیق کے فائر ہوئے۔ استغاثہ کی شہادت سے اگر تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر بھی کرلیا جائے تو صفائی کے گواہوں سے بھی یہ امر پوری طرح ثابت ہے۔ اگرچہ ان گواہوں نے یہ کہا ہے کہ اس بلوہ کی ابتداء مسلمانوں کی جانب سے ہوئی۔ مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے چونکہ کسی فریق کو حق حفاظت خوداختیاری کے دیئے جانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے نہ اس نقطہ نظر سے کوئی بحث کیگئی ہے اسلئے اس امر میں کوئی اہمیت نہیں ہے کہ بلوہ کی ابتدا کس فریق کی جانب سے ہوئی اور تمام وہ اشخاص جن کی بابت اس کی قابل اطمینان شہادت ہو کہ اُنہوں نے اس بلوہ میں حصہ لیا مجرم قرار پائیں گے۔ یہ بحث البتہ کیگئی کہ دستگیر متضرر اس بلوہ میں زخمی نہیں ہوا اور اگر یہ بحث صحیح ہوتی تو ظاہر ہے کہ اُس کے ضربات کی ذمہ داری اس بلوہ کے بلوائیوں پر نہیں ڈالی جاسکتی تھی لیکن خود صفائی کے گواہان کشن لعل گواہ نمبر (۷)، اور گنونت راؤ گواہ نمبر (۱۳) کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ دستگیر کو اسی بلوہ میں ضرر پہنچا۔ اس لئے اس بحث پر بھی زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ بحث بھی کیگئی کہ دستگیر اُس فائر سے متضرر ہوا جو خود مسلمانوں کے گروہ کی جانب سے ہوا تھا اسلئے ملزمین مقدمہ ہذا اُس کے ضربات کے ذمہ دار نہیں ہوسکتے لیکن عدالت سشن اور عدالت العالیہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ جس فائر سے دستگیر کو ضرر پہونچا وہ اہل ہنود کے مجمع کی جانب سے کیا گیا تھا اور اس

ویربھدرپا بنام سرکار عالی

نتیجہ شہادت سے اختلاف کرنے کی کوئی خاص وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اس طرح مجموعہ تعزیرات سرکار عالی کی دفعہ (۱۲۵) کے مدنظر وہ تمام اشخاص جنکی بابت یہ معلوم ہو کہ وہ اُس بلوہ کے وقت اہل ہنود کے مجمع میں اُس مجمع کی غرض مشترک کے ساتھ بطور بلوائی کے شریک تھے نہ صرف جرم بلوہ کے مرتکب قرار پائیں گے بلکہ دستگیر کے ضربات کی ذمہ داری بھی اُن پر عائد ہوگی۔ یہ غرض مشترک کے استنباط کیلئے گو بعض ملزمین کے طرز عمل قبل بلوہ کی بھی شہادت پیش کیگئی ہے لیکن عام طور پر تمام ملزمین کے متعلق ملزمین کے اُسی طرز عمل سے غرض مشترک مستنبط کرنے کی استدعا کیگئی ہے جو بوقت بلوہ ظاہر ہوا۔ اس موقع پر ہم یہ بتادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مقام بلوہ پر محض کسی شخص کی موجودگی سے ہر حال میں یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اُس جگہ بلوائیوں کی غرض مشترک کے ساتھ موجود تھا۔ غرض مشترک کے ثبوت کے لئے اگر کوئی علحدہ مستقل شہادت نہ ہو تو استغاثہ کو یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ بوقت واقعہ ہر ملزم کا طرز عمل ایسا تھا کہ اُس سے اُس کی غرض مشترک کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کی ضرورت نہ سمجھی جائے تو بلوہ کے تمام گواہوں کے متعلق بھی یہ قیاس کیا جاسکیگا کہ وہ وہاں بلوائیوں کی غرض مشترک کے ساتھ ہی موجود تھے۔ الہ آباد ہائیکورٹ نے بمقدمات رام سدت بنام ملک معظم مندرجہ کریمنل لا جرنل جلد ۳۵ ص ۹۹۹۔ و ملک معظم بنام شیو دیال مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد (۵۵) ص ۶۸۹۔ عام الفاظ میں یہ قرار دیدیا ہے کہ جو شخص بلوائیوں کے گروہ میں پایا جائے اُس کی نسبت قانونی قیاس یہ ہے کہ اُس کی غرض اور نیت دیگر بلوائیوں کے ساتھ مشترک تھی اور اگر اسکی ذہنیت نہ ہو تو اس امر کا بار ثبوت کہ وہ کسی دوسری غرض یا نیت سے وہاں تھا اُسکے دوش پر ہے۔

ان دونوں نظائر کو غور سے پڑھنے کے بعد ہماری یہ رائے قائم ہوئی ہے کہ وہ دونوں مقدمات اپنے خاص حالات کے لحاظ سے فیصل پائے ہیں اور اُن کی تجاویز اُن خاص واقعات کے لحاظ سے بالکل صحیح ہیں لیکن باوجود نہایت درجہ احترام کے ہماری رائے یہ ہے کہ جس اصول کو ذی علم اراکین الہ آباد ہائیکورٹ نے اسقدر عام الفاظ میں بیان فرمایا ہے اُس میں تھوڑی احتیاط کی ضرورت تھی ورنہ اگر اس نظریہ کو اس قدر عام کردیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بلوہ کے تمام گواہوں اور اُن اشخاص کے دوش پر جو بلوہ کے فرو کرنے کیلئے وہاں موجود ہوں اپنی بے جرمی کے ثبوت کا بار عائد ہوجائے گا اور جبتک ایسا ثبوت پیش نہ ہو اُن کی حیثیت شریک جرم کی قرار پائے گی۔ شیو دیال کے مقدمہ میں فاضل اراکین نے قانون شہادت کی دفعہ (۱۰۶) کی تمثیل اول سے استناد کیا ہے۔ یہ دفعہ ہمارے قانون شہادت کی دفعہ (۸۷) کے مماثل

ویربہادر پا
بنام
سرکار عالی

ہے لیکن ہماری دفعہ میں تمثیلات نہیں دیگئی ہیں۔ تمثیل مذکور بھی صرف اُس صورت سے متعلق ہوسکتی ہے جبکہ شہادت سے ملزم کا کوئی ایسا فعل معلوم ہوتا ہو جس کی بناء پر اُس کی کسی نیت کا استنباط کیا جاسکے۔ اپنے الفاظ کے لحاظ سے دفعہ اُن صورتوں کے لئے وضع ہوئی ہے جبکہ کسی واقعہ کا علم خصوصیت کے ساتھ مقدمہ کے کسی ایک ہی فریق کو ہو اور اُس واقعہ کے ثبوت کی کوئی دوسری صورت مشکل ہو۔ بلوہ کے مقدمات میں غرض مشترک کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ بعض مقدمات میں اُس کی علحدہ شہادت بھی دستیاب ہوسکتی ہے اور اس مقدمہ میں بھی کہا گیا ہے کہ وہ ہمارست ہوئی اور مقام واقعہ پر تو ملزمین کے افعال سے اُس کا استنباط ہر مقدمہ میں کیا ہی جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برٹش انڈیا کی دفعہ کی تمثیل (الف) میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ملزم کے افعال سے اُس کی کسی نیت کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔ بہر صورت ہماری رائے یہ ہے کہ بلوہ کے مقدمات میں قبل اس کے کہ کسی ملزم کے دوش پر محض اس کی موجودگی کی وجہ سے اُس کی بے جرمی کا بار ثبوت عائد کیا جاسکے استغاثہ کیلئے یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے اُس کی غرض مشترک کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مقدمہ ہذا میں صرف بعض ملزمین کے متعلق ہی اُن کے طرز عمل قبل بلوہ کی شہادت پیش ہوئی ہے اور باقی ملزمین کے متعلق بلوہ کے وقت صرف اُنکی موجودگی پر ہی استدلال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ہمارے واسطے یہ غور کرنا ضروری ہوگیا ہے کہ کن ملزمین کے متعلق یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ بلوائیوں کی عام غرض مشترک کے ساتھ مقام بلوہ پر موجود تھے۔ عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے اس نقطہ نظر سے شہادت پر غور نہیں کیا ہے۔ اسلئے ملزمین کے تعین کے لئے ہمیں نہایت احتیاط سے پوری شہادت پر نظر ڈالنی پڑی۔ متعدد گواہ ایسے ہیں کہ وہ ملزمین سے پہلے سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے ملزمین کی شناخت اُنکی صورتوں سے کی ہے۔ یہ صورت بھی ہوئی ہے کہ بعض ملزمین کی صورت سے گواہ نے شناخت کرکے اُنکے نام بتائے ہیں لیکن اُس میں غلطی ہوئی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بوقت واقعہ اہل ہنود کے گروہ میں علاوہ ملزمین کے اور بھی بہت سے اشخاص تھے۔ اس لئے جبتک گواہ یہ نہ بتائیں کہ اُن تمام اشخاص میں سے ملزمین حاضر عدالت پر اُن کی خاص توجہ ہونے کے کیا اسباب ہوئے اور ملزمین کا کیا عمل اُن کے لئے جاذب نظر ہوا۔ گواہوں کے عام الفاظ میں یہ کہدینے سے کہ جملہ ملزمین حاضر عدالت اُس گروہ میں شریک تھے اور مارو مارو کہہ رہے تھے ملزمین کی شرکت بلوہ کے متعلق دل میں اُس قدر

ویربھدرپا
بنام
سرکار عالی

اطمینان پیدا نہیں ہوتا جس قدر تجویز سزا کے صادر کرنے کے لئے پیدا ہونا ضروری ہے۔ اگر اس کا ثبوت پیش ہوا ہوتا کہ کوتوالی نے شناخت کی کوئی پریڈ کرائی تھی اور صرف اُنہیں لوگوں کو گرفتار کیا جنکو اُن گواہوں نے بہت سے اشخاص میں سے چُن کر نکال لیا تو یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ چالان صرف اُنہیں لوگوں کا پیش ہوا ہے جنکی شرکت بلوہ کی قوی شہادت تھی کہ پولیس کو بطریقہ اطمینان بدرست ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ ایسی صورت میں چونکہ اس کی شہادت موجود ہوتی کہ ملزمین کی گرفتاری ہی اُن گواہوں کی شناخت کی بناء پر ہوئی ہے۔ اس لئے گواہوں کا یہ کہدینا بھی کوئی غیر معمولی امر نہ ہوتا کہ جملہ ملزمین اُس بلوہ میں شریک تھے اور اُن کے ایسے عام بیان سے بھی کوئی اثر لیا جا سکتا لیکن بغیر ایسی شہادت کے پیش ہوئے متعدد گواہوں کے اس طرح عام الفاظ میں بیان کر دینے سے کہ تمام ملزمین وہاں موجود تھے اور مارو مارو کہہ رہے تھے۔ یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ گواہ بغیر اپنی ذمہ داری محسوس کئے اُن تمام لوگوں کی شرکت بیان کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں جنکو پولیس نے ماخوذ کیا ہے گو اُن کو بوقت واقعہ ملزمین کی طرف توجہ ہونیکی کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ ان وجوہ کی بناء پر اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے ہم گواہوں کے ایسے عام بیانات سے اثر لینا قرین معدلت نہیں سمجھتے اور صرف اُنہی ملزمین کی شرکت کو ثابت قرار دیسکتے ہیں جنکے کوئی خاص افعال گواہوں نے بیان کئے ہوں یا ایسے حالات بیان کئے ہوں جنکی وجہ سے اُن ملزمین کے شریک بلوہ ہونے کی طرف بطور خاص توجہ ہوئی ہو۔ اس نقطہ نظر سے اگر شہادت پر غور کیا جائے تو ویربھدرپا ملزم نمبر (۱) کی نمایاں حیثیت کی کافی شہادت مثل میں موجود ہے وہ بظاہر بلوائیوں کے اس گروہ کا قائد تھا اور جیسا کہ کیرپلا اور ناماگوا ہان نمبر (۱۴) اور (۱۵) کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے اُس نے لوگوں کو مقام بلوہ پر مسلح جمع ہونے اور جبر و سختی کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ تھامل ملزم نمبر (۷) اُسی کی ترغیب پر وہاں آیا۔ عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے بھی اس ملزم کو بلوائیوں کا سرغنہ قرار دیا اور ہمیں بھی اس رائے سے اتفاق ہے۔ اڈپا ملزم نمبر (۲) کے خاص افعال کی صراحت گواہان نمبر (۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۱۵) نے بیان کی ہے اور وینکوبا ملزم نمبر (۱۰) کے ایسے افعال کی شہادت گواہان نمبر (۱ و ۳ و ۴ و ۹) نے ادا کی ہے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں قرابین اور بندوقیں تھیں اور یہ مسلمانوں کی طرف فائر کر رہے تھے۔ بجانب ملزمین یہ بحث کیگئی کہ دستگیر گواہ نمبر (۱) نے اپنے ضربات کے پنچنامہ کے وقت صرف وینکوبا ملزم نمبر (۱۰) کا فائر کرنا بیان کیا تھا۔ یہاں اُس نے اڈپا ملزم نمبر (۲) کا فائر کرنا بھی بیان کیا ہے۔ اس بحث میں اس لئے زیادہ قوت نہیں ہے کہ ابتدائی پنچنامہ کے وقت بھی اُس نے

ویربھدرپا بنام سرکار عالی

کہا تھا کہ بہت سارے ہندو بناولی سے فائر کر رہے تھے۔ البتہ خاص اپنے اوپر فائر کرنا اُس نے وینکوبا ہی کا بیان کیا تھا۔ عدالت میں اُس کا جو بیان ہوا ہے اُس میں اُس نے اُن دونوں ملزمین کا فائر کرنا بیان کیا ہے اور بیان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان دونوں نے خود اسی پر فائر کئے۔ گواہ کو اس اختلاف پر توجہ دلا کر اُس کی توجیہہ کا موقع بھی نہیں دیا گیا لیکن اگر ان سب امور کے باوجود اسوجہ کی بناء پر اڑپا ملزم کی حد تک دستگیر کے بیان کو کچھ شبہ کی نظر سے بھی دیکھا جائے تب بھی اڑپا کے مقابلہ میں دوسری اتنی شہادت موجود ہے کہ اُس کے اس بلوہ میں شریک ہونے کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ نتھمل ملزم نمبر (۷) کے ویربھدرپا کی ترغیب پر اس بلوہ میں شریک ہونے کی شہادت گواہان (۴ و ۱۵) نے ادا کی ہے۔ یہ دونوں اہل ہنود ہیں اور مثل میں کوئی ایسا مواد نہیں ہے جسکی بناء پر یہ قیاس کیا جا سکے کہ ان دونوں کو اس ملزم کے خلاف جھوٹی شہادت دینے کی کوئی خاص غرض تھی۔ داداراؤ ولد امرت راؤ کی اس بلوہ میں شرکت اور اُس کا فائر کرنا بھگونت راؤ گواہ نمبر (۲) اور ناما گواہ نمبر (۱۵) کے بیانات سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ دونوں گواہ بھی ہندو ہیں اور ان کے جھوٹے قرار دینے کیلئے بھی مثل میں کوئی مواد نہیں ہے۔ داداراؤ ولد جھٹنگ راؤ ملزم نمبر (۸) کا بھی اس مجمع میں بندوق سے مسلح ہو کر رہنا اور فائر کرنا گواہان نمبر (۲ و ۴) نے بیان کیا ہے اور ان پر بھی اعتبار نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ اس طرح ان چھ ملزمین کی مجرمیت کی قوی شہادت مثل میں موجود ہے اور اس کی بابت ذرا بھی شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

ایکناتھ ملزم نمبر (۱۲) کے متعلق صرف دستگیر مستغیث گواہ نمبر (۱) نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ بوقت واقعہ ویربھدرپا ملزم نمبر (۱) کے مکان کے سامنے سڑک پر ملزم مذکور کے ساتھ مجمع سے یہ کہہ رہا تھا کہ گذشتہ بازار مسلمانوں کا تھا اب کا بازار ہماری باری کا ہے۔ بازار کو سونا (تباہ) کرنا چاہئے لیکن اس شخص کی مستغیثانہ حیثیت کے مدنظر محض اس کے منفرد بیان پر کسی شخص کے حق میں سزا تجویز کرنا خدشہ سے خالی نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ اُس کے موجودہ بیان اور پنچنامہ کے مندرجہ بیان میں وہ اختلاف بھی ملزمین کے تعین کی بابت ہے جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ اسلئے ایکناتھ ملزم نمبر (۱۲) اور اُن ملزمین کو ہم شبہ کا فائدہ دینا قرین معدلت سمجھتے ہیں جنکی بابت گواہوں نے عام طور پر موجودگی بیان کردی ہے یا یہ کہہ دیا ہے کہ وہ مارو مارو کہہ رہے تھے۔ محمد صاحب گواہ نمبر (۱۱) اور محمد مستان گواہ نمبر (۱۷) کے بیانات پر خود اُس عدالت نے اعتبار نہیں کیا ہے جسکے روبرو اُنکے بیان ہوئے تھے۔ اسلئے اُنکے بیانات پر ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت معلوم

ویر بھدر پا بنام سرکار عالی

نہیں ہوتی ۔ اس تنقید کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف ویر بھدر پا ملزم نمبر (۱) اڑپا ملزم نمبر (۲) داداراؤ ولد امرت راؤ ملزم نمبر (۶) نتھ مل ملزم نمبر (۷) داداراؤ ولد جٹنگ راؤ ملزم نمبر (۸) اور وینکو با ملزم نمبر (۱۰) کا اُس بلوہ میں شریک ہونا قابل اطمینان شہادت سے ثابت قرار پاتا ہے جس میں دستگیر گواہ نمبر (۱) منضرر ہوا اور ملزمین نہ صرف بلوہ کے بلکہ اقدام قتل عمد کے جرم کے بھی مرتکب ہیں ۔ ان ملزمین کی مجرمیت میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے نہ اُن کی سزاؤں میں کسی تخفیف کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ۔ بقیہ ملزمین کے منجملہ رت گنپتی ملزم نمبر (۴) ایسا شخص ہے جس کا فائر کرنا ناماگواہ نمبر (۱۵) نے بیان کیا ہے ۔ لیکن قطع نظر اس کے کہ وہ اس مادہ میں اپنے بیان میں منفرد ہے ۔ ایک صورت یہ بھی پیش آگئی کہ جس وقت گواہ سے ملزمین کی شناخت کرائی گئی تو اُس نے پانڈو رنگ ملزم نمبر (۹) کا گنپتی ہونا بیان کر دیا ۔ اس طرح نام کے اعتبار سے تو گواہ نے گنپتی کا فائر کرنا بیان کیا لیکن شناخت پانڈو رنگ ملزم نمبر (۹) کی کر دی جس کا اثر یہ ہے کہ یہ دونوں ملزمین شبہ کے فائدے کے مستحق ہو گئے ۔ انکے علاوہ دیگر ملزمین میں سے کسی کے افعال کا تعین گواہوں نے نہیں کیا ہے اور نہ کوئی ایسی وجہ بتائی ہے جس کی بنا پر اس کا اطمینان ہو سکے کہ گواہوں کی توجہ اُنکی طرف ہوئی ہو گی اس لئے وہ بھی شبہ کا فائدہ دیئے جانے کے مستحق ہیں ۔ ان وجوہ کی بنا پر

نہایت عجز و ادب کے ساتھ یہ رائے بارگاہ ظل الٰہی میں عرض کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے کہ ویر بھدر پا ملزم نمبر (۱) اڑپا ملزم نمبر (۲) داداراؤ ولد امرت راؤ ملزم نمبر (۶) نتھ مل ملزم نمبر (۷) داداراؤ ولد جٹنگ راؤ ملزم نمبر (۸) اور وینکو با ملزم نمبر (۱۰) کے مرافعے قابل منظوری نہیں ہیں ۔ اس لئے اُنکو نامنظور فرمایا جائے ۔ البتہ بقیہ ملزمین یعنے شنکر پا ملزم نمبر (۳) گنپتی ملزم نمبر (۴) سنبھاجی ملزم نمبر (۵) پانڈو رنگ ملزم نمبر (۹) سریواس ملزم نمبر (۱۱) اور ایکناتھ ملزم نمبر (۱۲) کے مرافعے قابل منظوری ہیں ۔ اس لئے ان ملزمین کو شبہ کا فائدہ دیکر بری فرمایا جائے ۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر مشیر قانونی و آنریبل پنڈت رامچندر نائک صاحب و آنریبل مولوی سید قمر حسن صاحب ارکان

سنہ ۱۳۵۳ ف
نمبر منفقہ ۸۸ و ۹۷
منظورہ ذریعہ فرمان مبارک مورخہ ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۶۵ ھ م ۹ نومبر سنہ ۱۳۵۵ ف

شاہ نواز خاں وغیرہ مرافعان **بنام** **سرکار عالی** مرافعہ علیہ

وجہ تحریک کے نسبت شہادت کی غیر موجودگی ۔ کب شبہ معقول کی معدث ہوتی ہے ۔ : فقرہ (۳۵۶) اصناطہ

مرافعہ بنا راضی تجویز جلسہ منفقہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲ خورداد ۱۳۵۳ ف ۔

شاہ نواز خاں
بنام
سرکار عالی

فوجداری - اظہار ملزم جو کہ سپرد کنندہ ناظم نے قلمبند کیا ہو کب استعمال ہو سکتا ہے۔ دفعہ ۲۷۳ ضابطہ فوجداری کے تحت ایسے سوالات بھی ہونا چاہیے جس سے شبہ کو صاف کرنے کا ملزم کو موقع ملے۔

آنریبل نواب عسکریار جنگ بہادر و آنریبل مولوی سید قمر حسن صاحب ارکان متفق الرائے

بتجویز ہوئی کہ (۱) ہر مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے یہ دیکھا جائے گا کہ آیا وجہ تحریک کے اثبات یا عدم اثبات سے ثبوت پیش شدہ میں ایسا خلل تو واقع نہیں ہوتا جو شبہ معقول کا مورث ہو۔ مثلاً جبکہ شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ملزم اور مقتول میں دوستانہ تعلقات تھے۔ کسی سابقہ تیاری یا سازش کی مثل میں کوئی شہادت موجود نہ ہو اور ملزم کا موقع پر با ہتیار رہنا اتفاقیہ طور پر بھی ممکن ہو تو ایسی صورت میں وجہ تحریک کا عدم اثبات ضرور شبہ معقول کا مورث ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر استغاثہ کا یہ منشاء ہو کہ ملزم کے اُس اظہار کو جنکو کہ ناظم سپرد کنندہ نے قلمبند کیا ہو اس کے خلاف استعمال کیا جائے تو ایسی صورت میں پیرو کار پولیس کو چاہیئے کہ وہ اس اظہار کو تحت دفعہ ۲۶۵ ضابطہ فوجداری جزو مثل بنادے۔ اگر اُس اظہار کو عدالت سشن میں نہ تو پیش کیا گیا ہو اور نہ بطور شہادت پڑھا گیا ہو تو ایسی صورت میں عدالت اس امر کی مجاز نہیں ہے کہ شہادت صفائی کے وزن اور وقعت کو جانچنے کے لئے ایسے اظہار پر توجہ کرے۔

(۳) دفعہ ۲۷۳ ضابطہ فوجداری کے تحت اس غرض سے کہ ملزم کو اُن واقعات کی توجیہہ کا موقع ملے جو شہادت سے اُس کے خلاف ظاہر ہوئے ہوں، عدالت کو لازم ہوگا کہ شہادت تائید الزام کے ختم ہونے کے بعد ملزم سے مقدمہ کے متعلق عام طور پر سوالات کرے اور اگر شہادت میں بمقابلہ ملزم کوئی اہم امر پیدا ہو گیا ہو تو عدالت کا یہ بھی فرض ہوگا کہ ملزم کی توجہ اُس خاص امر کی طرف منعطف کرائے اور اُس سے توضیح طلب کرے۔ اگر عدالت اپنے اس فرض کو ترک کرے تو یہ بحث کہ ملزم نے اس مادہ میں کوئی توضیح نہیں کی کسی قوت کی حامل نہ ہوگی۔

منجانب مرافعہ ان مولوی سید محمد باقر حسین صاحب ایڈوکیٹ و مولوی منصور احمد صاحب ریڈنٹ

شاہ نواز خاں بنام سرکار عالی

گوپال راؤ صاحب ایکپوٹے وکلاء۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ وکیل سرکار۔

آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی سید قمر حسن صاحب ارکان متفق الرائے۔

عدالت سشن اورنگ آباد نے شاہ نواز خاں اور عبدالعزیز خاں کے خلاف حکم سزائے حبس دوام صادر کرکے بروئے دفعہ (۳۰۲) ضابطہ فوجداری مثل مقدمہ بغرض تصحیح عدالت العالیہ میں روانہ کی۔ فاضل ارکان جلسۂ متفقہ نے عبدالعزیز خاں کو شاہ نواز خاں کے پیش کردہ گواہان صفائی پر جرح کا موقع دینے کے بعد مادہ مشمولہ مثل کے نتیجہ میں شاہ نواز کو بعلت اقدام قتل بروئے دفعہ (۲۴۸) تعزیرات دس سال اور بروئے دفعہ (۲۶۴) تعزیرات زید اللہ خاں کو ضرر پہنچانے کے الزام میں چھ ماہ قید بامشقت کا اور عبدالعزیز خاں کو بروئے دفعہ (۲۴۴) تعزیرات قصاصاً قتل کئے جانے کا مستوجب قرار دیا۔

شاہ نواز خاں کا مرافعہ زیر دفعہ (۱۵) اور عبدالعزیز خاں کا حکم سزا زیر دفعہ (۲۶) ضابطہ جوڈیشل کمیٹی ہمارے سامنے پیش ہوا۔ بعد سماعت مباحث وکلائے فریقین یہ مثل زیر ترتیب رائے تھی کہ صدر محبس بلدہ سے اطلاع وصول ہوئی کہ عبدالعزیز خاں دواخانہ امراض دق میں فوت ہوگیا۔ دفعہ (۲۳) ضابطہ جوڈیشل کمیٹی اور دفعہ (۳۵۶) ضابطہ فوجداری کی مجموعی تاثیر یہ ہے کہ اب عبدالعزیز خاں کے متعلق کسی رائے کے عرض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی نتیجتاً شاہ نواز خاں کا مرافعہ قابل تصفیہ باقی رہ جاتا ہے جسکے تعلق سے واقعات جس طرح پولیس اور عدالت کے سامنے آئے ہیں یہ ہیں کہ بتاریخ ۳۱ شہریور ۱۳۵۲ف کانو باپولیس پٹیل نے ذریعہ رپورٹ ابتدائی اگزبٹ (۱۶) منتظم تھانہ کو بیر کو مطلع کیا کہ آج اندازاً چار بجے دن کے بلونت راؤ (ہالک) اپنے ملازم زید اللہ خاں (گواہ رویت) کے ساتھ اپنے رمنے میں جو سروے نمبر (۹۷) میں واقع ہے گیا تھا۔ اسی مقام پر شاہ نواز خاں بھری بندوق ہاتھ میں لئے ہوئے پہنچا۔ اس کے ساتھ عبدالعزیز خاں بھی تبر اور طفنچہ ہاتھوں میں لئے ہوئے تھا۔ مقام واقعہ پر پہنچنے کے بعد شاہ نواز نے بندوق داغی جسکے بٹا بلونت راؤ کے سینہ پر لگے۔ زخمی ہو کر بلونت راؤ بھاگا۔ زید اللہ خاں نے عبدالعزیز خاں کو پکڑ لیا تھا۔ شاہ نواز خاں نے بندوق کے کندے سے زید اللہ خاں کے بائیں ہاتھ کے "پھرے" پر مارا جس سے کھروچہ لگا۔ اس پر زید اللہ خاں نے عبدالعزیز خاں کو چھوڑ دیا۔ عبدالعزیز خاں چھوٹ کر بلونت راؤ کے تعاقب میں دوڑتا ہوا گیا اور اسکے پیشانی اور سیدھے جبڑے پر اور داہنے کان کی لو لگی اور گلے کے درمیان تبر سے ضربات پہنچائے

شاہ نواز خاں
بنام
سرکار عالی

جس کے نتیجہ میں بلونت راؤ کی ہلاکت واقع ہوئی ہے۔ کانو بانے اس رپورٹ کے متعلق اپنے بیان قلمبند کردہ عدالت سشن مورخہ ۲۵ آذر ۱۳۵۳ف میں کہا ہے کہ جو اطلاع زید اللہ خاں نے دی تھی وہی اس نے رپورٹ میں لکھدی۔ یہ رپورٹ ۳۱ شہریور ۱۳۵۲ف ہی کو منتظم پولیس کو ملی اور انہوں نے اسی تاریخ بموجب دفعہ (۱۵۵) ضابطہ فوجداری ابتدائی رپورٹ مرسلہ پولیس پٹیل کے مضمون کو من وعن درج کرکے عدالت سپرد کنندہ کو جرم قابل دست اندازی کے وقوع کی اطلاع دی اور تفتیش کی غرض سے روانہ ہوئے اور مقام واقعہ پر پہنچکر پنچنامہ اسباب موت مرتب کیا۔ ذریعہ مراسلہ ۴۵۶ مورخہ یکم مہر ۱۳۵۲ف میڈیکل افسر بھینسہ نے بجواب یم سرکاری منتظم پولیس اطلاع دی کہ کھوپڑی اور دماغ کے پھٹ جانے اور شریان منقطع ہے اور اخون کی وجہ سے ہالک کی موت واقع ہوئی ہے اور تفرق اتصال کسی تیز اور کند آلہ سے لاحق ہوا ہے۔ یکم مہر ۱۳۵۲ف کو ملزمین کی گرفتاری عمل میں آئی اور آلات جارحہ کی برآمدی کے پنچنامہ مرتب ہوئے۔ اسقدر جلد تنقیش مکمل کرلینے کے بعد ایک چالان بعلت قتل عمد اور دوسرا چالان بعلت ضرر زیر دفعہ (۲۹۴) تعزیرات بمقابلہ شاہ نواز خاں وعبدالعزیز خاں بتاریخ ۳۰ مہر ۱۳۵۲ف عدالت منصفی بھینسہ میں پیش کیا گیا۔ جنکے نمبرات علی الترتیب (۱۲۴ و ۱۲۷) ۱۳۵۲ف ہیں۔ مقدم الذکر چالان کا مضمون یہ ہے کہ

"سابقہ عداوت کی بناء پر شاہ نواز خاں نے اپنے ملازم عبدالعزیز خاں کو اپنی نیت مجرمانہ کا شریک کرکے بندوق طفنچہ اور تبر سے مسلح ہوکر بتاریخ ۳۱ شہریور ۱۳۵۲ف بوقت اندازاً آٹھ بجے دن اراضی سروے نمبر (۹۷) موقوعہ صحرائے موضع یامدی بزرگ میں ہردو ملزمین پہنچے۔ مقتول مسمی بلونت راؤ اراضی مذکور میں بغرض نگرانی موجود تھا۔ شاہ نواز خاں نے مقتول پر پھولدار بندوق کا فائر کیا۔ چھرے مقتول کے سینہ میں لگے۔ مقتول گرا نہیں بلکہ بھاگا۔ ملزمین نے یہ دیکھ کر کہ بندوق کا فائر کارگر نہیں ہوا مقتول کا تعاقب کرکے عبدالعزیز خاں نے تبر سے سر و گردن وغیرہ پر متعدد و شدید ضربات بہیمانہ طریقہ پر پہنچا کر ہلاک کرڈالا۔ زید اللہ خان گواہ ملازم مقتول، مقتول کے ساتھ مقام واقعہ پر موجود تھا۔ مقتول کی اعانت اور ہمدردی کرنے کی وجہ سے شاہ نواز خاں نے فائر کرنے کے بعد بندوق کی نال پکڑکر اس گواہ کے پشت پر اس زور سے مارا کہ بندوق کا کندہ ٹوٹ گیا۔ شہادت فراہم شدہ سے

شاہ نوازخاں
بنام
سرکار عالی

ہر دو ملزمین پر الزام منسوبہ قتل عمد حسب دفعہ (۲۴۳) تعزیرات سرکار عالی عائد و ثابت ہے "
موخرالذکر چالان کا مضمون یہ ہے کہ
"بتاریخ ۳۱ شہریور ۱۳۵۲ف بوقت اندازاً چار بجے دن بمقام اراضی سروے نمبر (۹۷) موقعہ صحرائے باردی بزرگ میں شاہ نواز خاں نے مسمی بلونت راؤ مقتول مالک مستغیث پر بندوق کا فائر کیا مستغیث مالک کی ہمدردی میں شاہ نواز خاں سے لپٹ گیا عبدالعزیز خاں نے مستغیث پر تبر اٹھایا مستغیث یہ دیکھکر کہ وار کردیا ہے۔ شاہ نواز خان کو چھوڑکر عبدالعزیز خاں سے لپٹ گیا۔ کشمکش میں تبر کا مار ہاتھ پر لگا۔ اس اثناء میں شاہ نواز خاں نے بندوق کی نلی پکڑ کر مستغیث کی پشت پر اس زور سے مارا کہ بندوق کا کندہ ٹوٹ گیا تفتیش پولیس میں ہر دو ملزمین پر الزام منسوبہ خطرناک حربہ سے ضرر پہنچانا حسب دفعہ (۲۴۶) تعزیرات سرکار عالی عائد و ثابت ہے "

ان دونوں مقدمات میں عدالت منصفی نے ۱۳ آبان ۱۳۵۲ف مقرر کی۔ ملزمین نے قتل عمد کے مقدمہ میں ذریعہ درخواست مورخہ ۱۳ آبان ۱۳۵۲ف عدالت سے استدعا کی کہ حسب دفعہ (۲۶۷) ضمن الف ضابطہ فوجداری بلا تحقیقات عدالت سشن کے سپرد کردیا جائے۔ عدالت نے قتل عمد کے مقدمہ میں طے کیا کہ ڈاکٹر کا بیان قلمبند کرنے کے بعد مقدمہ سپرد کردیا جائے گا اور اس غرض کیلئے ۱۶ آبان ۱۳۵۲ف پیشی مقرر کی۔ ضرر کے مقدمہ میں بغرض تقدیم شہادت ۲۰ آبان ۱۳۵۲ف مقرر کی۔ ۱۶ آبان کو ڈاکٹر کا بیان قلمبند نہو سکا اسلئے ۱۷ آبان ۱۳۵۲ف مقرر کیگئی۔ اس تاریخ پر ضرر کے مقدمہ کی تاریخ پیشی شکست کر کے دونوں مقدمات کو ضم کردیا گیا چونکہ دونوں الزامات قابل سماعت سشن تھے۔ اس لئے ڈاکٹر کا بیان قلمبند کرنے کے بعد عدالت نے دونوں ملزمین کے مقابلہ میں دفعات (۲۴۳ و ۲۴۶) تعزیرات کی فرد جرم مرتب کی۔ اسی سلسلہ میں عدالت کے سوال کے جواب میں کہ کیا تم نے جرم کا ارتکاب کیا۔ شاہ نواز خاں نے کہا کہ میں نے مارا نہیں۔ بعد سپردگی مقدمہ زائد ناظم سشن اورنگ آباد کے اجلاس پر پیش ہوا جنہوں نے ۲۵ آذر ۱۳۵۲ف کو عدالت سپرد کنندہ کی مرتبہ فرد جرم کے مماثل فرد جرم مرتب کی اور بموجب دفعہ (۲۵۲) ضابطہ فوجداری شاہ نواز خاں کا جواب طلب کیا۔ شاہ نواز خاں نے بیان کیا کہ
"بلونت راؤ نے میرے اوپر تبر سے حملہ کیا۔ میں نے اپنی حفاظت کیلئے بندوق سے جس میں چھرے تھے فائر کیا"

شاہ نواز خاں بنام سرکار عالی

مفصل بیان تحریری داخل کیا گیا ہے۔ بیان تحریری کا مضمون یہ ہے کہ

" ملزم پرندوں کا شکار کھیلنے کے لئے بندوق باریک چھروں سے بھری ہوئی جو پرندوں کے شکار کے لائق تھی لیا ہوا نکلا مقتول اپنے کھیت میں موجود تھا۔ اتنے میں فدوی کے والد کا پالا ہوا سانڈ بازو کے کھیت میں اتفاقی طور پر چلا گیا جسکی بناء پر مقتول نے فدوی کو بلا کر کہا کہ سانڈ کو باندھ کر کیوں نہیں رکھتے جس پر فدوی نے مقتول سے کہا کہ اتفاقی واقعہ ہے کہ سانڈ کھیت میں چلا آیا اور سب گاؤں کی گائیں اس سے استفادہ کرتی ہیں۔ اسپر مقتول نے گالیاں دیں اور کہا کہ اس سانڈ کو اپنی ماں پر کیوں نہیں چڑھایا جس کے جواب میں فدوی بھی گالیاں دیا اور مقتول نے تبر سے حملہ کیا تو فدوی نے اپنی حفاظت جان کیلئے بندوق سے جس میں باریک چھرے بھرے ہوئے تھے مقتول پر فائر کر دیا "

اس مرحلہ کے بعد فاضل زائد ناظم سشن نے منجانب استغاثہ (۱۱) گواہوں اور منجانب شاہ نواز چار گواہوں اور انکی تردید میں ایک عدالتی گواہ اور منجانب عبدالعزیز ایک گواہ کا بیان قلمبند کیا۔

بلونت راؤ کی موت کو من جہت القتل اور خارج من المستثنیٰ ثابت کرنے کیلئے سرکار کی جانب سے چار گواہان رویت پیش کئے گئے ہیں۔ قبل اس کے کہ انکے بیان پر غور کیا جائے۔ مناسب یہ ہیکہ ہالک اور مبینہ قاتل کے تعلقات ماقبل واقعہ کو جو گواہ استغاثہ سے ثابت ہیں پیش نظر رکھا جائے۔ زید اللہ خاں بیان کرتا ہے کہ وہ تین سال سے مقتول کے پاس نوکر تھا۔ اس عرصہ میں اُس نے شاہ نواز اور بلونت راؤ کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں دیکھا بلکہ شاہ نواز بلونت راؤ کو ماموں کہکر پکارتا تھا۔ استغاثہ کے اور بھی گواہ بیان کرتے ہیں کہ واقعہ قتل کے قبل بلونت راؤ اور شاہ نواز خاں میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ استغاثہ کی جانب سے چالان کی غیر مصرحہ عداوت سابقہ ثابت کرنے کے لئے عدالت سپرد کنندہ میں بعض دستاویزات پیش کیگئی تھیں لیکن انکو عدالت سشن کی مثل کا جزو نہیں کیا گیا اور نہ ان کو بطریقہ معینہ ثابت کیا گیا۔ شنکر راؤ برادر مقتول اور علی خاں سے جن واقعات کا اظہار کرایا گیا ہے اُن سے بھی شاہ نواز اور ہالک کے درمیان عداوت سابقہ کا اثبات نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص ثالث کی اراضی سے تعلق سے شاہ نواز خاں کے والد شاہ داد خاں کو مقابلہ بلونت راؤ دلچسپی تھی لیکن اس شہادت کو عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے باور نہیں کیا ہے۔ ہمارے واسطے اس شہادت کے باور نہ کرنے کیلئے

شاہ نواز خاں بنام سرکار عالی

یہ قرینہ ہے کہ باوجود اس مواد کے بلونت راؤ اور شاہ نواز خاں کے تعلقات میں فرق نہیں آیا تھا اور دونوں ایک دوسرے کے منہ بولے ماموں بھانجے تھے۔ زید اللہ خاں کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ نواز خاں شکار کا شوقین ہے اور بندوق لیکر ہمیشہ شکار کو جاتا تھا۔ شاہ نواز کے رمنے میں جو مقام واقعہ سے متصل ہے ایک بڑ کا درخت ہے۔ یہاں بھی وہ اکثر شکار کے لئے آیا کرتا تھا۔ واقعہ قتل سے پہلے بلونت راؤ کے رمنے میں شاہ نواز خاں کی آمد و رفت تھی اور گاؤں میں شاہ داد خاں کا ایک مکان ہے۔

اس پس منظر میں استغاثہ اور صفائی کے گواہ رویت واقعہ کی شہادت ادا کرتے ہیں۔ استغاثہ کے گواہان رویت میں سے دو تو ایسے ہیں جو ابتدا سے آخر تک پورا واقعہ دیکھنا بیان کرتے ہیں اور دو ایسے ہیں جنہوں نے بندوق کی آواز کے بعد واقعہ کی طرف توجہ کی ہے۔ صف اول زید اللہ خاں اور چنیا پر مشتمل ہے زید اللہ خاں کا بیان ہے کہ شاہ نواز خاں اور بلونت راؤ کے رمنے باہم متصل ہیں۔ بروز واقعہ شاہ نواز خاں عبد العزیز خاں کے ساتھ اپنے رمنے میں پہلے سے موجود تھا۔ چار بجے شام کو بلونت راؤ اور گواہ ملکر بلونت راؤ کے متصلہ رمنہ میں پہنچے۔ ان دونوں کو دیکھکر دونوں ملزمین بلونت راؤ کے رمنہ میں آئے۔ بلونت راؤ کو شاہ نواز نے سلام کیا اور ہاتھ ملایا۔ ہاتھ ملانے کے بعد ہی دو قدم پیچھے ہٹ کر شاہ نواز نے بلونت راؤ پر بندوق کا فائر کردیا۔ فائر کھانے کے بعد بلونت راؤ مغرب کی طرف بھاگا۔ اسی وقت عبد العزیز نے گواہ کو مارنے کیلئے تبر اٹھایا۔ گواہ نے عبد العزیز کو پکڑ لیا۔ اس پر شاہ نواز نے گواہ کی پشت پر بندوق کے کندے سے اس زور سے مارا کہ کندہ ٹوٹ گیا۔ گواہ نے چوٹ کھانے کے بعد عبد العزیز کو چھوڑ دیا۔ اور شاہ نواز کو پکڑ لیا۔ عبد العزیز چھوٹ کر دوڑتا ہوا گیا اور تیس چالیس قدم پر اس نے بلونت راؤ پر تبر سے اندازاً تین چار وار کئے۔ بلونت راؤ وہیں گر کر مر گیا۔ گواہ نے یہ حالت دیکھکر شور مچایا تو عبد العزیز بلونت راؤ کو چھوڑ کر گواہ کے قریب آیا اور طفنچہ دکھایا۔ گواہ نے گھبرا کر شاہ نواز کو چھوڑ دیا۔

چنیا کا بیان زید اللہ خاں کی تفصیل کا اجمال ہے۔ اس نے بے ربطی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ بھی زید اللہ خاں کی طرح بلونت راؤ کا ملازم ہے۔ مقام واقعہ سے چالیس قدم کے فاصلہ پر بلونت راؤ کے رمنہ میں بلونت راؤ کے جانور چرا رہا تھا۔ شاہ نواز خاں نے دو چار قدم کے فاصلہ سے بلونت راؤ پر بندوق چلائی۔ بندوق کا فائر لگتے ہی بلونت راؤ مغرب کی طرف بھاگا۔ جس وقت شاہ نواز نے بندوق چلائی زید اللہ خاں نے عبد العزیز کو پکڑ لیا۔ شاہ نواز خاں نے زید اللہ کو بندوق کے کندے سے مارا۔

شاہ نوازخاں بنام سرکار عالی

زیداللہ نے عبدالعزیز کو چھوڑ کر شاہ نواز کو پکڑ لیا۔ عبدالعزیز بلونت راؤ کے پیچھے بھاگا اور اسکو پکڑ کر تبر مارا ہے
مالتی گواہ رویت بھورنا اور راجنا دو بھائی ہیں۔ بھورنا بیان کرتا ہے کہ اس کا کھیت بلونت راؤ کے رمنے سے سو پچاس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ اس نے اپنے کھیت کے سامنے سے بلونت راؤ اور زیداللہ خاں کو رمنے میں جلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے بندوق کے فائر کی آواز سنی اور بندوق کو شاہ نواز کے ہاتھ میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ عبدالعزیز کو زیداللہ خاں پکڑے ہوئے تھا۔ گواہ کہتا ہے کہ اس نے شاہ نواز کو زیداللہ خاں کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلونت راؤ فائر لگنے کے بعد بھاگا۔ عبدالعزیز اس کے پیچھے بھاگا اور پچاس قدم کے فاصلہ پر جا کر عبدالعزیز نے تبر سے بلونت راؤ کو مارا۔ مقام واقعہ پر پہنچنے کا وقت معین کرنے میں گواہ مختلف ہو گیا ہے۔ بیان ابتدائی میں ایک جگہ کہتا ہے کہ وہ بندوق کی آواز سن کر رمنے میں گیا۔ دوسری جگہ کہتا ہے کہ اُس کے پہنچنے سے پہلے بلونت راؤ زمین پر گر چکا تھا جرح میں وضاحت کرتا ہے کہ بندوق کی آواز سن کر تھوڑی دیر اپنے کھیت میں کھڑا رہا۔ اس کے بعد رمنے کی طرف گیا اور بندوق کی آواز کے بعد سے شروع سے آخر تک بلونت راؤ کے رمنے کی طرف دیکھتا رہا جب یہ رمنے پر پہنچا تو ملزمین بھاگ چکے تھے۔ اپنے منظر کی صفائی کے ضمن میں گواہ کہتا ہے کہ اس کے کھیت اور رمنے کے درمیان کوئی اونچی چیز نہیں ہے صاف دکھائی دیتا ہے۔

چونکہ اس گواہ کے بیان سے زیداللہ خاں اور چنیا کے بیان کے اس جزو کی تکذیب ہو جاتی تھی کہ شاہ نواز خاں نے زیداللہ خاں کو بندوق کے کندے سے مارا۔ اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ وکیل سرکار نے بجائے شہادت ختم کرنے کے گواہ کے بھائی راجنا کو پہلے دو گواہان رویت کے بیان کی تائید میں پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ راجنا کا بیان ۲۷ دی ۱۳۵۳ف کو قلمبند کیا گیا۔ اس گواہ نے بیان کیا کہ جس کھیت میں یہ ہل چلا رہا تھا وہاں اس کا بھائی بھورنا بھی موجود تھا۔ بندوق کی آواز سننے کے بعد اس نے آواز کی رخ پر نظر کی تو یہ دیکھا کہ بندوق شاہ نواز کے ہاتھ میں تھی اور بلونت راؤ شاہ نواز خاں سے چار یا پانچ قدم کے فاصلہ پر تھا اور بھاگ رہا تھا۔ زیداللہ خاں نے عبدالعزیز کو پکڑ کر رکھا تھا۔ شاہ نواز خاں نے آکر زیداللہ خاں کو بندوق کے کندے سے مارا۔ اس چوٹ کے نتیجہ میں زیداللہ خاں نے عبدالعزیز کو چھوڑ دیا جس نے دوڑ کر تبر سے بلونت راؤ کا کام تمام کر دیا۔ گواہ یہ بھی کہتا ہے کہ بندوق کی آواز کے بعد سے ملزمین کے بھاگ جانے تک وہ اپنے کھیت سے تمام واقعات دیکھتا رہا

شاہ نواز خاں بنام سرکار عالی

اور ملزمین کے بھاگ جانے کے بعد بلونت راؤ کی لاش کے پاس گیا اور امین صاحب کے آنے تک وہاں ٹھیرا رہا۔ امین صاحب مغرب کے وقت آئے۔ گواہ کی طرح بھونا اور چنیا بھی لاش کے پاس ٹھیرے رہے۔ اگر یہ واقعہ مبنی برحقیقت ہے کہ تمام گواہان رویت امین صاحب کے آنے تک لاش کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ زیداللہ خاں کے نام اور بیان کے علاوہ باقی گواہان رویت کا تذکرہ پنچنامہ اسباب موت میں کیوں نہیں ہے اور جب گواہان رویت موجود تھے تو یقیناً مفتش کو ان کا علم ۳۱ر شہریور ۱۳۵۲ف کو بوقت مغرب یعنے واقعہ قتل کے تین گھنٹے کے اندر ہو گیا تھا۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ چالان ایک مہینہ کے بعد ۳۰ر مہر ۱۳۵۲ف کو پیش کیا گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ڈاکٹر نے صداقتنامہ طبی ۱۵ر مہر تک روانہ نہیں کیا تھا تو بھی ۳۰ر مہر ۱۳۵۲ف تک کی تعویق توضیح طلب رہجاتی ہے مفتش خانہ شہادت میں نہیں آیا ہے جس سے اس مسئلہ پر وضاحت طلب کیجا سکتی۔ محض ان وجوہ پر ہم گواہان رویت کے بیانات کو کلیتاً مردود قرار دینا نہیں چاہتے لیکن ہم اپنے تبصرہ میں زیادہ تر زیداللہ خاں کے بیان کو پیش نظر رکھیں گے اور باقی گواہوں کو ضمنی وقعت دیں گے۔ ہمارا تبصرہ اسوقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جبتک کہ گواہان صفائی کے بیان کی تلخیص نظر کے سامنے نہ آجائے اور یہ تین گواہ ہیں۔

پہلا گواہ بھوجنا ہے جو بیان کرتا ہے کہ بروز واقعہ سہ پہر کے وقت شاہ نواز خاں کے رمنے میں جو بلونت راؤ کے رمنے سے متصل ہے شاہ نواز خاں اور عبدالعزیز خاں ایک بڑ کے درخت کے نیچے کھڑے تھے شاہ نواز خاں کے ہاتھ میں بندوق تھی اور وہ درخت پر پرندوں کو دیکھ رہا تھا۔ شاہ نواز خاں کا سانڈ بلونت راؤ کے رمنے میں چر رہا تھا۔ بلونت راؤ نے جو اپنے رمنے میں زیداللہ خاں کے ساتھ موجود تھا۔ شاہ نواز خاں کو بلایا اور کہا کہ تونے اپنے سانڈ کو رمنے میں کیوں چھوڑا۔ شاہ نواز خاں جواب دیا کہ شائد آج ہی اتفاق سے کھیت میں چلا گیا ہے۔ بلونت راؤ نے کہا کہ تو اس سانڈ کو اپنی ماں پر چھوڑ دے۔ شاہ نواز نے جواب دیا کہ تو سانڈ اپنی جورو پر چڑھالے۔ یہ سن کر بلونت راؤ نے کلہاڑی اٹھائی۔ شاہ نواز نے دو قدم پیچھے ہٹ کر بندوق سے فائر کر دیا۔ بلونت راؤ کے ہاتھ سے کلہاڑی زمین پر گر گئی۔ بلونت راؤ وہاں سے بھاگا اور شاہ نواز دوسری طرف بھاگا اور بندوق وہیں پھینکدی۔

فاضل ارکان عدالت العالیہ نے نوبت تصحیح پر عبدالعزیز کو گواہان صفائی پر جرح کا موقع دیا تھا۔

شاہ نواز خاں
بنام
سرکار عالی

اسی سلسلہ میں عدالت کی جانب سے ایک سوال کیا گیا جسکے جواب میں گواہ نے بیان کیا کہ اس کی موجودگی میں عبدالعزیز خاں نے بلونت راؤ پر کلہاڑی چلائی تھی اس کی وجہ گواہ کی زبانی یہ ہے کہ بندوق کا فائر ہونے کے بعد دور کھڑے ہو کر بلونت راؤ نے روہیلوں کو بیویوں کی گالی دی ۔

بھوجا خورد اور اپنا بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں ساتھ ملکر بیل گاؤں کے راستہ پر جو بلونت راؤ کے رمنے سے گذرتا ہے جارہے تھے کہ ان دونوں نے ماں پر چڑھالو کی آواز سنی ۔ اسکے بعد دونوں نے یہ دیکھا کہ بلونت راؤ نے کلہاڑی دونوں ہاتھ سے اٹھائی ، شاہ نواز نے دو قدم پیچھے ہٹ کر بلونت راؤ پر بندوق سے فائر کر دیا ۔

جبکہ ہم لکھ آئے ہیں گواہان استغاثہ متفق البیان ہیں کہ مابین بلونت راؤ و ملزمین کسی قسم کی کوئی عداوت سابقہ نہ تھی اور ہالک و قاتل باہم منھ بولے ماموں و بھانجے تھے ۔ شاہ نواز خان کے پاس بندوق ہونا اور اس کا رمنے میں بندوق کے ساتھ آنا کوئی غیر معمولی واقعہ اسوجہ سے نہ تھا کہ بقول زید اللہ خاں ۔ شاہ نواز خاں شکار کا بہت شوقین تھا اور بندوق لیکر ہمیشہ شکار کو جاتا تھا ۔ اس سے ملزم کے سابقہ تیاری کے ساتھ موقع پر بہ نیت ارتکاب قتل آنے کے امکان کی نفی ہو جاتی ہے ۔ ان سوا بق پر زید اللہ خاں کی محاکات رویت کہ بلونت راؤ کو شاہ نواز نے سلام کیا اور ہاتھ ملایا ۔ ہاتھ ملانے کے بعد ہی دو قدم پیچھے ہٹ کر بندوق کا فائر کر دیا کچھ دل کو لگتی ہوئی بات نہیں معلوم ہوتی ۔

خصوصاً جبکہ گواہان صفائی علت واقعہ کو علت فطریہ کے ساتھ بیان کر رہے ہوں جو زیادہ قرین قیاس ہے ۔ عدالت سشن نے گواہ رویت کے بیان کی استبعادی حالت کو محسوس کیا ہے لیکن اس سے قطع نظر کرکے جواز کی دلیل دو مقامات پر دو طرح سے قائم کی ہے ۔ پہلی تو یہ کہ جن مقامات میں رویت کی شہادت صاف ہو انہیں وجہ تحریک کا مجہول رہ جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا ۔ دوسری یہ کہ عام طور پر دیہقانیوں کی ذہنیت کچھ عجیب ہوتی ہے اور اکثر اوقات ارتکاب جرم کا ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جو غیر معمولی ہوتا ہے محض اسوجہ سے کہ جو طریقہ ارتکاب جرم ملزم نے اختیار کیا وہ تعجب خیز اور غیر معمولی ہے ملزم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ۔

ہماری رائے میں ان امور کو بطور کلیہ کے قبول نہیں کیا جا سکتا ۔ ہر مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے یہ دیکھا جائے گا کہ آیا وجہ تحریک کے اثبات یا عدم اثبات سے ثبوت پیش شدہ میں ایسا خلا واقع

شاہ نواز خاں بنام سرکار عالی

نہیں ہوتا جو شبہ معقول کا مورث ہو۔ دہقانیوں کی ذہنیت عام انسانی ذہنیت سے الگ نہیں ہوتی اور نہ علم النفس نے ان کے لئے علحدہ قواعد مرتب کئے ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ دہقانیوں کی ذہنیت شہر کی تہذیب یافتہ فضاء میں رہنے والے انسانوں سے بسیط تر اور سادہ تر ہوتی ہے۔ اس لئے واقعہ کی عجوبگی کو ثبوت واقعہ سے دور ہوجانا چاہئے۔ استغاثہ نے اسی امر کو مبہم کر دینے دیا ہے اور صفائی نے تحلیلاً واضح کیا ہے۔ شہادت صفائی پر عدالت سشن نے اس زاویہ نگاہ سے نظر ڈالی ہے کہ

"کمیٹنگ مجسٹریٹ کے روبرو شاہ نواز نے صرف یہ بیان کیا تھا کہ اس نے بلونت راؤ کو نہیں مارا۔ لیکن اس عدالت میں اس کے برعکس حفاظت خود اختیاری کا عذر اُٹھایا گیا ہے"

اس سے عدالت سشن نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

"ملزم شاہ نواز کا عذر حق حفاظت خود اختیاری بادی النظر میں بعد کا خیال معلوم ہوتا ہے۔ اور خاص اس وجہ سے مصلحتاً تراشا گیا ہے کہ رویت کے گواہوں کو شکست دیجائے"

اس استدلال میں دو طرح کے نقص قانونی واقع ہوگئے ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ دفعہ (۳۵۶) ضابطہ فوجداری کی رو سے لازم ہے کہ ملزم کا اظہار جو ناظم سپرد کنندہ نے قلمبند کیا ہے پیروکار استغاثہ پیش کرے اور وہ بطور شہادت پڑھا جائے۔ ۲۵ آذر ۱۳۵۳ف کی فرد کارروائی کے دیکھنے سے جو یوم افتتاح تحقیقات ہے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو پیروکار استغاثہ نے ملزم کا اظہار پیش کیا اور نہ وہ بطور شہادت پڑھا گیا۔ ایسی صورت میں عدالت سشن یا عدالت العالیہ جس نے عدالت سشن کے استدلال متذکرہ بالا سے اتفاق کیا ہے مجاز نہ تھی شہادت صفائی کے وزن و وقعت کو جانچنے کیلئے ناظم سپرد کنندہ کے قلمبند کردہ اظہار ملزم پر توجہ کرتی۔ یہ واقعہ مثال اس امر کی ہے کسی مشہودہ کو جو بطریقہ معینہ قانون جزو مثل نہ کیا گیا ہے۔ شہادت میں قبول کر لینے سے عدالت کی انتقادی وضع ذہنی کس قدر متاثر اور متغیر ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ملزم کو دفعہ (۲۵۶) ضابطہ فوجداری سے قطع نظر کرکے متضاد بیانی سے متہم کر دیا گیا تو اس کی صفائی میں کیا قوت باقی رہ جاتی ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ دفعہ (۲۵۶) ضابطہ فوجداری کے نقص ملزم کے اظہار سابقہ کے قبول کئے جانے میں مانع نہ تھا تو عدالت سشن کی کارروائی میں دوسرا نقص یہ ہیکہ عدالت موصوفہ نے دفعہ (۲۷۳) ضابطہ فوجداری کے تحت ملزم کے جوابات سوالات عدالت قلمبند کرتے وقت ملزم سے اس کے متضاد اظہار کی کسی سوال کے ذریعہ توضیح طلب نہیں کی۔ پریوی کونسل نے

شاہ نوازخاں بنام سرکارعالی

مقدمہ دوارکاناتھ ورما بنام ملک معظم مندرجہ ۱۴۲ ۔ انڈین کیسیز ص ۳۳۵ ۔ اس مسئلہ کی طرف توجہ کی گئی ہے ۔ حکام والامقام کے اصول منفصلہ کو ظاہر کرنے کے لئے اس نظیر کے خلاصہ عنوان کا نقل کر دینا کافی ہے ۔

وہو ہذا (۳۴۲) ضابطہ فوجداری ۔

Under Sect. 342 Criminal Procedure Code for the pur-pose of enabling the accused to explain any circumstances appearing in the evidence against him, the court shall question him generally on the case after the witnesses for the prosecution have been examined, and if there is a matirial point in the evidence, it is the duty of the examining judge to call the accuesd's attention to the point and ask for an explaination. If the judge omits to do so the arguement that the accused had failed to explain it does not carry much force.

یعنی دفعہ (۳۴۲) ضابطہ فوجداری کے تحت اس غرض سے کہ ملزم کو ان واقعات کی توجیہہ کا موقع ہے جو شہادت سے اس کے خلاف ظاہر ہوئی ہوں ۔ عدالت کو لازم ہوگا کہ شہادت تائید الزام کے ختم ہونے کے بعد ملزم سے مقدمہ کے متعلق عام طور پر سوالات کرے ۔ اگر شہادت میں بمقابلہ ملزم کوئی اہم امر پیدا ہوگیا ہو تو عدالت کا فرض ہوگا کہ ملزم کی توجہ اس امر کے طرف منعطف کرائے ۔ اور اس سے توضیح طلب کرے ۔ اگر عدالت اس فرض کو ترک کرے تو یہ بحث کہ ملزم نے اس مادہ میں کوئی توضیح نہیں کی کسی قوت کی حامل نہ ہوگی ۔ ہماری رائے میں یہ ارشاد قابل تقلید اور ہر عدالت فوجداری کی توجہ خصوصی کا مستحق ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اگر عدالت سشن امر نزاعی کے متعلق ملزم سے سوال کرتی تو وہ کیا توضیح یا توجیہہ کرتا اور وہ توجیہہ یا توضیح قابل قبول ہوتی یا نہیں ۔ بہرحال ہم وجہ اول کی بناء پر کہ دفعہ ۲۵۶ ضابطہ فوجداری کے مطابق اظہار مستدلہ جزو مثل نہیں ہوا ہے یہ قرار دیتے ہیں کہ ملزم کا کوئی متضاد بیان ہمارے سامنے نہیں ہے جسکی بناء پر اس کی پیشکردہ صفائی کو مردود سمجھا جاسکے ۔

گواہان صفائی کے بے اعتباری کے لئے یہ دلیل بھی لائی گئی ہے کہ انہوں نے واقعہ کی ناتمام صورت بیان کی ہے ۔ یعنے وہ جھگڑے کی اس صورت کو بیان کرتے ہیں جو شاہ نوازخاں سے تعلق رکھتی ہے اور

شاہ نواز خاں
بنام
سرکار عالی

عبدالعزیز اور بلونت راؤ میں جو ماجرا گذرا اس کا ذکر نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ جب گواہ سے سوال ہی نہ کیا جائے تو وہ مجبور نہ تھا کہ واقعہ غیر مسئولہ کو از خود بیان کرتا۔ ملزم کا مقصود ان گواہوں سے اپنی وجہ برات کو ثابت کرنا تھا نہ یہ کہ عبدالعزیز کے مقابلہ میں ثبوت جرم لغراض تائید استغاثہ کے لئے مہیا کیا جائے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں ہے کہ ملزم کے وکیل نے جزو موخر الذکر کے متعلق محتاط خاموشی کو ترجیح دی۔ لیکن ہمیں تعجب ہے کہ پیرکار سرکار نے گواہوں کے مشہود بہ کو کیوں ادھورا رہنے دیا۔ وہ جرح کے ذریعہ اس صورت واقعہ کو معین کرا سکتے تھے جو کہا جاتا ہے کہ عبدالعزیز کے فعل سے بلونت راؤ کی ہلاکت پر منتہی ہوئی۔ اس طرف سب سے پہلے حکام عدالت العالیہ نے توجہ کی اور انہوں نے صرف بہوجا سے سوال کیا اور اس نے جواب میں عبدالعزیز کے بلونت راؤ کو کلہاڑی سے مارنے کا تذکرہ کیا اور بسوال عدالت اسکی علت یہ بیان کی کہ بندوق کا فیر ہونے کے بعد دور کھڑے ہو کر بلونت راؤ نے روہیلوں اور انکی بیویوں کو گالیاں دیں اور کہا کہ کہاں جاتے ہیں دیکھ لونگا۔ اس پر طیش میں آکر عبدالعزیز کلہاڑی لیکر بڑھا۔ ایسی حالت میں ہم نہیں سمجھتے کہ وہ گواہ مطعون بہ کذب کہے جا سکتے ہیں جن سے اس مادہ میں کوئی سوال ہی نہ کیا گیا ہو۔

بحث میں اس طرف بھی متوجہ کیا گیا کہ گواہان صفائی میں اس زبان کے تعلق سے اختلاف ہو گیا ہے جس میں مابین مالک و ملزم گفتگو ہوئی۔ ہم نے گواہان صفائی کے بیان کے اجزائے بحوث فیہا کو دیکھا۔ دو گواہ اس پر متفق ہیں کہ گفتگو اردو میں ہوئی۔ تیسرے گواہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ تمام گفتگو تلنگی میں ہوئی بلکہ اس نے کہا " بلونت راؤ تلنگی میں شاہ نواز سے باتیں کر رہا تھا اور شاہ نواز اردو میں بلونت راؤ سے باتیں کر رہا تھا۔ ہماری رائے میں ایک گواہ کے اتنے جزوی اختلاف سے کل گواہوں کے بیان کی وقعت زائل نہیں ہوتی۔ البتہ اس صورت میں زائل ہو جاتی جبکہ گواہوں سے جرح میں انکی اردو دانی کا امتحان لیا جاتا اور وہ پورے نہ اترتے۔

عدالت سشن نے ایک قابل لحاظ وجہ گواہان صفائی کی بے اعتباری کیلئے تحریر کی ہے اور وجہ یہ کہ اگر بلونت راؤ تبر اپنے ساتھ لایا تھا تو اس کی کوئی وجہ نہ تھی کہ عبدالعزیز اس تبر کو بعد قتل اپنے ساتھ لیجاتا۔ ہم بھی اس دلیل سے متفق ہو جاتے اگر واقعہ برآمدگی بطریق اطمینان ثابت ہوتا۔ واقعہ برآمدگی کو تائید الزام کے گواہ ۴ عبدالاحد سے ثابت کرایا گیا ہے۔ یہ گواہ بیان کرتا ہے کہ جس جھونپڑی

شاہ نواز خاں
بنام
سرکار عالی

سے عبدالعزیز نے تبر نکالکر دیا تھا۔ اس میں ہری لال نامی لمباڑہ رہتا تھا۔ عبدالعزیز اس جھونپڑی میں نہیں رہتا۔ برآمدگی کے وقت ہری لال موجود تھا۔ استغاثہ کی جانب سے ہری لال کو پیش کرکے یہ ثابت نہیں کرایا گیا ہے کہ جب عبدالعزیز اس کی جھونپڑی میں پناہ گزین ہوا تو برآمدہ تبر بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ ان حالات میں یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ تبر عبدالعزیز کے قبضہ ہی سے برآمد ہوا ہے۔ اسلئے جانبین کی شہادت کے نظر کرتے یہ امر بھی تشنہ رہ گیا۔ درحقیقت بوقت واقعہ تبر کس کے ہاتھ میں تھا۔

عدالت العالیہ کے فاضل حکام نے مابین ملزمین دفعہ (۷) تعزیرات کو نافذ نہیں کیا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔ عبدالعزیز لعلت قتل مستوجب قصاص اور شاہ نواز خاں لعلت اقدام قتل دس سال قید بامشقت کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ گویا ملزمین نے کسی نیت مشترکہ کی پیشرفت میں فعل مجرمانہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا بلکہ واقعہ ایک ناگہانی صورت رکھتا تھا جس کے نتیجہ میں ہر ملزم اپنے فعل کی نوعیت کے لحاظ سے قابل سزا ہے۔ ہماری رائے میں یہ ناگہانی صورت علت تحرکہ کو طلب کررہی ہے۔ گواہان تائید الزام جو علت وصورت واقعہ بیان کرتے ہیں وہ قرین قیاس نہیں ہے۔ گواہان صفائی جو وجہ واقعہ بیان کرتے ہیں وہ مستبعد نہیں۔ اس کے بعد دفعہ (۲۰۴) تعزیرات کا الزام قابل غور رہ جاتا ہے۔ رپورٹ ابتدائی اور چالان کے مضمون میں اختلاف ہوگیا ہے اور زیداللہ خاں کی شہادت بمطابقت چالان نہیں ہے۔ یہ امر بھی اتنا اہم نہ تھا۔ لیکن بھوزنا گواہ رویت کا بخلاف بھوجنا اور چینیا یہ کہنا کہ اس نے شاہ نواز خاں کو زیداللہ کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس الزام کے ثبوت کو بھی مشتبہ کردیتا ہے۔ یہ حالات ایسے ہیں جس میں شبہ کا فائدہ ملزم مرافع کو ملنا چاہئے لہذا اس ادب وعجز کے ساتھ جو شایان شان موقف جہاں پناہی ہے ہم اس رائے کی تقدیم کا شرف استیذان حاصل کرتے ہیں کہ مرافع کو شبہ کا فائدہ دیکر لطفیل عطوفت شاہانہ الزام منسوبہ سے بری فرمایا جائے۔

آنریبل رامچندر نائک صاحب رکن مختلف الرائے۔ مباحث وکلاء صاحبان فریقین سماعت کئے گئے۔ واقعات مقدمہ ہذا یہ ہیں کہ پولیس کے جانب سے ایک چالان ملزمین نمبر (۱) شاہ نواز خاں ولد شاہ زاد خاں و (۲) عبدالعزیز خاں ولد گل زماں خاں کے مقابلہ میں اس بیان سے پیش کیا گیا کہ سابقہ عداوت کی بناء پر ملزم نمبر (۱) مسمی شاہ نواز خاں اپنے ملازم ملزم مسمی عبدالعزیز خاں کو

شاہ نواز خاں
بنام
سرکار عالی

اپنی نیت مجرمانہ کا شریک کرکے بندوق طفنچہ اور تبر سے مسلح ہو کر بتاریخ ۳۱ شہریور ۱۳۵۲ف بوقت اندازاً چار بجے دن اراضی سروے نمبر (۹۷) موقوعہ صحرائے موضع پارڈی مزرگ میں پہونچے۔ مقتول مسمی بلونت راؤ جو اراضی مذکور میں بغرض نگرانی موجود تھا اُس پر ملزم نمبر (۱) نے پھولدار بندوق کا فائر کیا چھرے مقتول کے سینہ میں لگے۔ مقتول گرا نہیں اور بھاگنے لگا تو مقتول کا تعاقب کرکے ملزم نمبر (۲) مسمی عبدالعزیز خاں نے تبر سے مقتول کے سر گردن وغیرہ پر متعدد و شدید ضربات پہونچا کر اُس کو ہلاک کر ڈالا۔ زید اللہ خاں گواہ مقتول کے ساتھ مقام واقعہ پر موجود تھا اور مقتول کی مدد کرنے لگا تو ملزم نمبر (۱) نے اُس کو بھی بندوق کی نال سے ضربات پہونچائے۔

مقدمہ عدالت سشن میں حسب ضابطہ کمٹ ہوا۔ تو نائب ناظم صاحب صوبہ نے بعد تحقیقات واقعات مبینہ چالان کو ثابت قرار دیتے ہوئے تجویز کی کہ جہانتک ملزمین کے افعال کا تعلق ہے کوئی امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے مقدمات سے دفعہ (۷) تعزیرات سرکار عالی متعلق ہے۔ ملزمین نے نہایت بے رحمی کے ساتھ بلونت راؤ کا قتل کیا ہے اور دونوں کی نیت ہلاک کرنے کی تھی۔ لہٰذا دونوں ملزمین قتل عمد کے مرتکب ہوئے ہیں۔ شاہ نواز ملزم کے خلاف (بہ تعلق زید اللہ خاں) الزام تحت دفعہ (۲۶۴) تعزیرات سرکار عالی بھی ثابت ہے۔ عدالت سشن نے ہر دو ملزمین کو تحت دفعہ (۲۴۳) تعزیرات سرکار عالی حبس دوام میں رکھے جانے کی رائے دی اور شاہ نواز ملزم کو تحت دفعہ (۲۶۴) تعزیرات سرکار عالی مزید چھ ماہ قید کی سزا دی۔ جب یہ مثل تصحیحاً عدالت العالیہ کے جلسۂ متفقہ میں پیش ہوئی تو جلسۂ متفقہ عدالت العالیہ نے ملزم عبدالعزیز کو ملزم شاہ نواز کے پیشگردہ گواہان صفائی پر جرح کرنے کا موقع بھی دیا تاکہ جو شہادت شاہ نواز کے جانب سے پیش ہوئی ہے اُس پر عبدالعزیز ملزم کے خلاف استدلال کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ عدالت العالیہ نے بعد سماعت بحث فریقین یہ تجویز کی کہ ملزم شاہ نواز خاں کے مقابلہ میں الزامات تحت دفعہ (۲۴۸) تعزیرات سرکار عالی ثابت قرار دیا جانا چاہیئے۔ اس کے پاداش میں اس کے حق میں دس سال قید با مشقت کی سزا تجویز کی اور اُسی کے خلاف تحت دفعہ (۲۶۴) تعزیرات آصفیہ جو سزا عدالت سشن نے صادر کی تھی وہی بحال رکھی گئی۔ ملزم عبدالعزیز خاں عرف کاکلکے مقابلہ میں الزام قتل عمد تعزیرات سرکار عالی ثابت قرار دیا گیا اور عدالت العالیہ نے یہ تجویز کی کہ اُس کے حق میں موت کی سزا صادر ہونی چاہیئے۔ اسی تجویز کی ناراضی سے یہ کارروائی کمیٹی ہذا کے روبرو پیش ہے۔ ہم نے ہر دو ملزمین کے جانب سے جو کچھ

شاہ نواز خاں
بنام
سرکار عالی

عذرات پیش کیے گئے اُس پر کافی غور کیا۔ بعد سماعت بحث جبکہ یہ مثل زیر غور تھی صدر محبس بلدہ سے یہہ اطلاع وصول ہوئی کہ ملزم عبدالعزیز خاں دواخانہ امراض دق لنگم پلی میں فوت ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے اب عبدالعزیز خاں کے متعلق کسی تفصیلی رائے کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ ملزم شاہ نواز کے جانب سے اس امر پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ وجہ تحریک ثابت نہیں ہے بلکہ ہر دو عدالتہائے ماتحت نے تجویز کیا ہے کہ جہاں رویت کی شہادت موجود ہو وہاں وجہ تحریک کا ثابت ہونا غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ اس مقدمہ میں چار گواہان رویت پیش ہوئے ہیں۔ زید اللہ خاں گواہ نمبر (۴) ایک اہم گواہ ہے۔ وہ ملازم مقتول تھا اور بروز واقعہ مقتول کے ساتھ مقام واقعہ پر گیا تھا۔ یہ متضرر بھی ہوا اور اس گواہ کا وجود گواہان صفائی سے بھی ثابت ہے۔ جھوٹا باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اس گواہ نے واقعہ کی اطلاع فوراً مقتول کے ورثاء کو دی۔ دوسرا گواہ رویت چنیا ہے یہ بھی اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے۔ یہہ چرواہا ہے اور اسوقت جانور چرا رہا تھا۔ اس کے بیان سے زید اللہ خاں کے بیان کی پوری تائید ہوتی ہے۔ گو یہ چودہ سالہ لڑکا ہے مگر جرح میں مجروح نہیں ہوا ہے۔ گواہ نمبر (۶) بھورنا بندوق کے آواز کے ساتھ ہی موقعہ پر پہنچا ہے اور اس نے بھی ہر دو گواہان کے بیانات کی پوری تائید کی ہے۔ یہ گواہ متصلہ اراضی کا کاشتکار ہے۔ گواہ نمبر (۱۱) مسمی رامنا گواہ نمبر (۶) متذکرۂ بالا کا بھائی ہے۔ اس نے بھی پوری تفصیل واقعات کی ظاہر کی ہے۔ ابتدائی رپورٹ واقعہ کے ساتھ روانہ کیگئی جس میں ملزمین کا نام درج ہے اور واقعات کی پوری تفصیل بھی موجود ہے اور واقعہ کے ساتھ ہی منتظم پولیس موقعہ پر پہنچے ہیں۔ اور پنچنامہ اسباب موت بھی مرتب کیا گیا۔ اور ملزمین دوسرے ہی روز گرفتار کیے گئے۔ اس روئداد کے لحاظ سے ہم کو ہر دو ملزمین کے مقابلہ میں جرم کو ثابت قرار دینے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے ملزم شاہ نواز کے جانب سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پرندوں کے شکار کے غرض سے موقعہ پر پہنچا تھا۔ اُسوقت بلونت راؤ اور زید اللہ خاں وہاں موجود تھے اور اُس وقت ایک سانڈ کے رمنہ میں چھوڑے جانے کے متعلق مقتول اور شاہ نواز میں تکرار ہوئی اور مقتول بلونت راؤ نے سانڈ کا تذکرہ کرکے ملزم شاہ نواز کے ماں کی گالی دی جس پر ملزم شاہ نواز نے اس طرح مقتول بلونت راؤ کو جورو کی گالی دی۔ اس پر بلونت راؤ نے کلہاڑی اٹھائی تو شاہ نواز نے حق حفاظت خود اختیاری میں بندوق سے فائر کیا۔ اگر یہ گواہان سچے ہیں تو مقتول کو ضربات کس طرح پہنچے یہ انکو ظاہر کرنا چاہیے تھا۔ صفائی کے گواہوں میں بات چیت کے متعلق بھی اہم اختلاف ہے۔ ایک گواہ

شاہ نوازخاں
بنام
سرکارعالی

کہتا ہے کہ تلنگی میں بات چیت ہوئی اور دوسرا کہتا ہے کہ اُردو میں بات چیت ہوئی۔ گواہوں سے گالی گلوج کی تفصیل بھی ظاہر کرانے کی کوشش کیگئی۔ مگر اُس میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوسے اور اس مادہ میں گواہوں کا بیان خلاف قیاس ہے۔ ان جملہ امور پر نہ صرف عدالت سشن نے بلکہ عدالت العالیہ نے تفصیل سے بحث کرتے ہوئے تجویز صادر کی ہے۔

ہردو ملزمین کے جوابدہی میں بھی اہم اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ شاہ نواز کے گواہان صفائی نے عبدالعزیز ملزم نمبر (۲) کا وجود ظاہر کیا ہے۔ برعکس اس کے عبدالعزیز ملزم کی جوابدہی یہ ہیکہ وہ موقع پر ہی موجود نہ تھا۔ ہماری رائے میں بھی گالی گلوج کا واقعہ کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ عدالت العالیہ نے ملزم شاہ نواز کے حق میں صرف اقدام قتل کا الزام اس بناء پر عائد کیا ہے کہ ملزم شاہ نواز کے فائر کے بعد بھی مقتول بھاگ سکا اور چھرے صرف ایک اِنچ کے گہرائی تک پہنچے تھے۔ ڈاکٹر نے یہ کہا ہے کہ اُن چھروں سے بھی پانچ چھ روز کے بعد مقتول کی ہلاکت ہوسکتی تھی۔ تاہم عدالت العالیہ نے نہایت احتیاط سے کام لیکر ملزم کے حق میں قتل عمد کے بجائے کم تر جرم تحت دفعہ (۲۴۸) تعزیرات آصفیہ عائد کیا ہے اور اُس میں بھی ملزم کے کم عمری کا لحاظ کرکے بجائے سزائے قید دوام کم تر سزا دس سال کی دی ہے۔ ایسی صورت میں اب قانوناً ملزم کسی مزید رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ ہماری رائے میں عدالت العالیہ کی تجویز درست اور ناقابل دست اندازی ہے۔ لہذا

بکمال ادب ہم بارگاہ خسروی میں یہ عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں کہ عدالت العالیہ کی تجویز قابل بحالی ہے۔ اس میں کسی دست اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ ملزم شاہ نواز کا مرافعہ ناقابل منظوری ہے اسکی ایک نقل بطور رائے دوسری مثل میں بھی شریک کیجاتی ہے۔

مرافعہ فوجداری جلسۂ متفقہ

نمبر مقدمہ ۲۴۴ ۳۵۵ اف
منفصلہ ۲۷ مہر ۱۳۵۵ اف

باجلاس آنریبل مولوی احمد محی الدینصاحب انصاری آنریبل مولوی محمد مرتضی خاں صاحب و آنریبل رائے راج موہن لال صاحب ارکان

نریندر پرشاد مرافع بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

مضرت رساں فعل کے اثبات کے لئے کن امور کو پیش کرنا چاہیے۔ آزادی عمل کو حاصل کرنے کی غرض سے تقریر کرنا مضرت رساں فعل میں داخل نہ ہونا۔ دفعہ (۳۷) ضمن (الف) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی۔

مرافعہ بناراضی تجویز مولوی عزیز احمد صاحب ناظم سوم عدالت فوجداری بلدہ۔ مورخہ ۲۰ آذر ۱۳۵۵ف۔

نریندر پرشاد
بنام
سرکار عالی

دفعہ (۴) قانون شہادت کے تحت کاغذات پیش کرنا کافی نہیں بلکہ ملزم سے اُن کا تعلق بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔ دفعہ (۳۳) ضمن (۶) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی۔ تقریر کے بابتہ الزام ہونے کی صورت میں پوری تقریر پر غور ہونا چاہیئے۔ معتمد کی تقریر کی ذمہ داری کسی ادارہ پر نہیں ڈالی جاتی۔ دفعہ (۴۲) ضابطہ فوجداری کا منشاء۔ مضرت رساں فعل کے لئے احتمال معمولی نہ ہونا چاہیئے بلکہ بدامنی کو مدعو کیا جانا چاہیئے۔

دفعہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ و ی) کا دفعہ (۸۲ و ۸۳) تعزیرات سے تعلق۔

آنریبل مولوی احمد محی الدین صاحب انصاری رکن متفق الرائے۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جب کسی ملزم کے خلاف الزامات علحدہ علحدہ ہوں تو باوجود یکجا تحقیقات کے سزا کے حکم میں اسکی صراحت ہونی چاہیئے کہ ہر جرم مثبتہ کی کسقدر سزا ہے البتہ اس کا نفاذ ایکساتھ یا یکے بعد دیگرے ہوسکتا ہے۔ ضابطہ فوجداری نے اس لزوم کی غرض اس وجہ سے رکھی ہے کہ عدالت بالاتر کو مرافعہ یا نگرانی میں مختلف احکام سزا پر علحدہ علحدہ غور کرکے ان میں کمی وبیشی کرنے کا موقع حاصل رہے اور ایک الزام ناثابت قرار پانے کی صورت میں یہ معین کرنا آسان ہو کہ دوسرے الزام مثبتہ کی کسقدر سزا قابل تعمیل ہے۔

(۲) اگر کسی ملزم کی تقریر کا منشاء اس سے زیادہ نہ ہو کہ اُسے یا اُسکے ادارہ کو آزادی عمل حاصل نہیں ہے تو ایسی صورت میں گو ملک کو جیل سے بھی تعبیر کیا گیا ہو تو وہ تقریر تحت دفعہ (۳۷) ضمن (۱) الف مضرت رساں فعل کی تعریف میں داخل نہوگی۔

(۳) اگر سرکاری کاغذات سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ملزم کے متعلق سرکار کو شکایت رہی ہے کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ گورنمنٹ کے خلاف خیالات بدخواہی اور فرقہ جات کے مابین عداوت پیدا کرتا رہا ہے اور اُس کو متنبہ بھی کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں وہ کاغذات دفعہ (۴) قانون شہادت کے تحت واقعہ متعلقہ تو ہیں مگر صرف اُن کا داخل کردینا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہونا چاہیئے کہ ان کا تعلق اسی ملزم سے ہے جس کے خلاف مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

(۴) تعزیرات کا یہ بھی ایک اصول ہے کہ غرض و مقصد مجرمانہ نہ ہونیکے باوجود

کوئی فعل جرم کی تعریف میں داخل ہو سکتا ہے۔ اگر اُس کا مرتکب یہ جانتا ہو کہ اُسکے عواقب و نتائج وہی ہونگے جنکی بنا پر کسی فعل کو خلاف قانون یا جرمانہ قرار دیا گیا ہو۔ اسی اصول کو زیادہ صاف اور واضح طور پر دفعہ (۳۳) ضمن (۲) میں ملحوظ رکھا گیا ہے اور مضرت رساں فعل میں نیت کے علاوہ احتمال کو شریک کیا گیا ہے۔

(۵) کسی تقریر کو تحت دفعہ (۳۷) تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی مضرت رساں فعل قرار دینے کے لئے صحیح اصول یہ ہے کہ ملزم کی تقریر کے اجزاء معترضہ پر ہماری نظر محدود نہ رہنی چاہئے بلکہ پوری تقریر پر غور کرنا ضروری ہے۔

(۶) ہمیں اس بحث سے اتفاق کرنے میں تامل ہے کہ ملزم چونکہ مقامی آریہ سماج کا معتمد ہے اسلئے اُس کی تقریر فرقہ آریہ سماج کے خیالات کی آئینہ دار متصور ہوگی۔ (اور اسلئے سامعین جملہ آریہ سماجیوں سے نفرت کرنا شروع کرینگے)۔ ہماری رائے میں سامعین کے دلوں میں نہ ایسا خیال پیدا ہو سکتا ہے اور نہ وہ پوری آریہ سماج کو اس تقریر کا ذمہ دار ٹھہرا سکتے ہیں۔ اگر اس سے کوئی ذمہ داری پیدا ہوتی ہے تو صرف ملزم ہی اس کا ذمہ دار ہونا چاہئے۔ (یعنے احتمال صرف اس امر کا ہوگا کہ سامعین صرف ملزم سے نفرت کریں گے)۔

از آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب رکن متفق الرائے۔

(۱) دو علحدہ علحدہ مقدمات میں ایک ہی مجموعی سزا تجویز کرنا منشاء قانون کے مطابق نہیں ہے۔ دونوں مقدمات میں علحدہ علحدہ سزا تجویز ہونی چاہئے گو تحقیقات ایک ہی جگہ کیوں نہ عمل میں آئی ہو۔

(۲) دفعہ (۴۴) ضابطہ فوجداری کو اگر سطحی نظر سے دیکھا جائے تو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ جرائم کی تحقیقات یکجا کیجائے تو ہر جرم کیلئے سزا کا لزوم اختیار سے مبدل ہو جاتا ہے۔ مگر غور سے دیکھنے کے بعد ظاہر ہوگا کہ واضعان قانون کا منشا یہ تھا کہ اگر ایک سے زیادہ جرائم کی تحقیقات ایک ہی مقدمہ میں ہو تو ناظم کے اختیارات میں اضافہ کیا جائے تاکہ اگر مجموعی سزا اُس انتہائی سزا سے

نریندر پرشاد
بنام
سرکار عالی

بڑھ بھی جائے جو معمولی طور پر ایک جرم کے لئے صادر کر سکتا تھا تو بجز اس صورت کے جو دفعہ مذکور میں بتائی گئی ہے اُسے مقدمہ کو اعلیٰ عدالتین بھیجنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۳) قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے تحت صرف ایسا فعل مضرت رساں متصور ہوگا جو کہ تعزیرات کی دفعہ (۸۲) کے بموجب (SEDITION.) کی تعریف میں داخل ہو۔ نیز یہ کہ کوئی فعل اُسوقت تک مضرت رساں فعل میں داخل نہیں ہوتا جبتک کہ اس کے ذریعہ عوام میں بدامنی کو مدعو نہ کیا گیا ہو۔ نیز جو نیت قاعدہ (۳۳) ضمن (۲) فقرہ (ھ) کو مجموعہ مذکور کی دفعہ (۸۲) تعزیرات سے ہے وہی نیت اُسی قاعدہ اور ضمن کے فقرہ (و) کو مجموعہ مذکور کی دفعہ (۸۳) سے ہے۔ اس لئے ہم یہ قرار دینے پر بھی مجبور ہیں کہ فقرہ (و) کا الزام بھی اُسوقت تک کسی شخص پر عائد نہیں کیا جا سکتا جبتک اُسکے فعل سے مجموعہ تعزیرات کی دفعہ (۸۳) بھی متعلق نہ ہو جائے۔ دفعہ (۸۳) کا الزام عائد ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ملزم رعایا کے مختلف فرقوں کے مابین عمداً عداوت یا حقارت پیدا کی ہو یا پیدا کرنے کا اقدام کیا ہو۔ اس دفعہ میں نفرت یا حقارت پیدا ہونے کے احتمال کو بھی مضرت رساں فعل قرار دیا گیا ہے۔ اس صورت میں یہ احتمال معمولی نہ ہونا چاہیئے بلکہ متوازن الطبع اور سلیم المزاج افراد کے مابین نفرت وعداوت پیدا ہونے کا احتمال ہونا چاہیئے۔

(۴) تحت دفعہ (۳۳) ضمن (۶) فقرات (ھ و و) کسی مقرر کی تقریر کے نسبت یہ یہ قرار دینے کیلئے کہ آیا اُس کی وجہ سے متوازن الطبع اور سلیم المزاج افراد کے مابین نفرت وعداوت پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ جلسہ کی نوعیت، ملزم کی نیت اور اُسکی تقریر کے اس جملہ کے سیاق کو بھی دیکھنا چاہیئے محض اسوجہ سے کہ ملزم نے حصول مقصد کا بہتر طریقہ اختیار نہیں کیا اُس کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

از آنریبل رائے راج موہن لال صاحب رکن مختلف الرائے۔

تحت دفعہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ و الزام عائد کرنے کیلئے اگر ملزم کی تقریر سے

نرسنگ پرشاد بنام سرکار عالی

دو مختلف فرقوں میں نفرت پیدا ہونے کا امکان ہو تو ملزم کا فعل قانوناً قابل مواخذہ قرار پائیگا خواہ اُس کا یہ فعل ذاتی ہو یا نہ ہو۔ اس کے لئے ہماری رائے میں امر غور طلب صرف یہی ہے کہ ملزم نے جو الفاظ استعمال کئے وہ اراداتاً تھے یا اتفاقی اور اُس کا عوام پر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ مثلاً مقدمہ زیر بحث میں یہ ظاہر ہے کہ جلسہ آریہ سماجیوں کا تھا اور اسکا بہت کم امکان تھا کہ دیگر فرقوں کے افراد اُس میں شریک ہونگے۔ مگر چونکہ جلسۂ عام تھا اور ہر کس و ناکس کو شرکت کی عام اجازت تھی اس لئے اس بات کا لحاظ نہیں ہوگا کہ دیگر اقوام کے کتنے افراد شریک جلسہ ہوئے بلکہ یہی دیکھا جائیگا کہ اُن پر اس تقریر کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔

منجانب مرافع پنڈت دنایک راؤ صاحب کونسل و پنڈت کاشی ناتھ راؤ صاحب و پنڈت ڈگمبر راؤ صاحب لاٹھکر و مسٹر لکشمن صاحب وکلاء۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب مودم کر وکلاء سرکار۔

آنریبل مولوی احمد محی الدین صاحب انصاری رکن۔

فیصلہ۔ بوجہ اختلاف رائے حسب الحکم عالیجناب میر مجلس صاحب مقدمہ ہمارے روبرو پیش ہے۔ ملزم کے خلاف دو مختلف تقریروں کے تعلق سے دو علحدہ علحدہ الزام عائد ہوئے تھے اور چالان بھی علحدہ علحدہ پیش ہوئے تھے جنکی یکجائی تحقیقات ہوئی مجسٹریٹ تحقیقات کنندہ نے بہ اثبات ہر دو جرائم مجموعی طور پر ایک ہی سزاء صادر کی ہے۔ و برادران فاضل حکام جلسۂ منفقہ نے اس حکم کو بے ضابطہ قرار دیا ہے۔ گو یہ صاف طور پر تجویز نہیں فرمایا گیا کہ اس بے ضابطگی کا کیا اثر ہے تاہم چونکہ تجویز آخر میں اس سے کوئی اثر نہیں لیا گیا۔ اسلئے یہ متصور ہوگا کہ یہ بے ضابطگی ناقابل اصلاح نہیں ہے اور نہ اس سے تحقیقات و تجویز مجسٹریٹ کالعدم قرار پاتی ہے۔ مجھے اس سے اتفاق ہے کہ جب الزامات علحدہ علحدہ تھے تو باوجود یکجائی تحقیقات کے سزاء کے حکم میں اس کی صراحت ہونی چاہئے تھی کہ ہر جرم مثبتہ کی کس قدر سزاء ہے اور اس کا نفاذ ایکساتھ یا یکے بعد دیگرے ہوگا۔ ضابطہ فوجداری نے اس لزوم کی غرض یہ رکھی ہے کہ عدالت بالاتر کو مرافعہ یا نگرانی میں مختلف احکام سزاء پر علحدہ علحدہ غور کرکے ان میں کمی و بیشی کرنے کا موقع حاصل رہے اور ایک الزام ناثابت قرار پانے کی صورت میں یہ معین کرنا آسان ہو کہ دوسرے الزام مثبتہ کی کسقدر سزاء قابل تعمیل ہے

نرسنگ پرشاد
بنام
سرکار عالی

چنانچہ یہی دشواری فاضل برادر جسٹس راجموہن لال صاحب کو پیش آئی جنہوں نے ایک الزام سے ملزم کو برأت دیتے ہوئے دوسرے الزام کو ثابت تجویز کیا اور الزام مثبتہ کی مقدار سزاء کے غیر معین ہونے کی وجہ سے اس کو خفیف تر سزائے جرمانہ میں مبدل فرمادیا اور بے ضابطگی زیر بحث کی اسی طرح اصلاح کیجا سکتی ہے۔

ملزم کے خلاف دو تقریروں کے تعلق سے دو علحدہ علحدہ الزامات عائد کئے گئے تھے پہلی تقریر جو ۲۹ بہمن سنہ ۱۳۵۳ ف کو ہوئی تھی اس کے اجزائے ذیل قابل مواخذہ بتلائے گئے ہیں۔

"حیدرآباد کی آریہ جنتا جس شان سے جیتی ہے اس کا اودا ہرن یہ جلسہ ہے۔ ہمارے سامنے بہی بادھائیں ہم بھی جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم جس جیل میں رہتے ہیں وہ ایک بہت بڑا جیل خانہ ہے ہم (۸۲) ہزار میل کے جیل خانہ میں مقید ہیں"

دوسری تقریر یکم اسفندار سنہ ۱۳۵۴ ف جس پر ملزم مورد الزام ہے حسب ذیل حصہ کو فعل منافرت رساں کی تعریف میں داخل ہونا بتلایا گیا ہے۔

"ستیارتھ پرکاش سے پہلے دنیا جنت کے تصور کو مانتی تھی اور اس سمبندھ میں دنیا بنانے کا عیسائیوں کے پاس ایک تصور تھا۔ یہ سوامی دیانند کی آتما کا اثر تھا کہ اس سے سر سید احمد خاں نے کہا تھا کہ اگر قران میں جنت کا جو ذکر کیا گیا ہے واقعی میں وہی جنت ہے تو اسے ہیں علیگڈہ میں جو ہیرا منڈی ہے اس سے کم نہیں سمجھتا"

ہر دو فاضل برادران اس پر متفق ہیں کہ تقریر اول الذکر بلحاظ نیت و منشاء فی نفسہ دفعہ ۳۷ ضمن (۱) الف کے مصرحہ فعل منافرت رساں کی تعریف میں داخل نہیں ہے اور اس کے تعلق سے ملزم قابل برأت ہے۔ مجھے بھی اس سے اختلاف کرنے میں کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ قابل وکیل صاحب سرکار نے یہ بحث کی ہے کہ اس وقت پورا مقدمہ ہمارے سامنے زیر تجویز ہے اور ہم اس الزام کے تعلق سے بھی غور کر سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے لیکن وہ کوئی وجہ نہ بتلا سکے کہ کیوں ہم برادران فاضل کی متفقہ رائے سے اختلاف کریں۔ ملزم کی پوری تقریر پر غور کرنے سے جو امپریشن (IMPRESSION.) ہوتا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حیدرآباد کی آریہ سماج فی الحال بیکس و بے بس ہے یعنے اسے آزادی عمل حاصل نہیں ہے۔ بلکہ حیدرآباد کو جیل سے تعبیر کرنے کا مقصد سیاق عبارت کے لحاظ سے اسی قدر ہے اور اس سے زیادہ

نرنید ر پرشاد بنام سرکار عالی

نہیں اور جیسا کہ فرد جرم میں تبلایا گیا تھا کہ ملزم کا مقصد حکومت سرکار عالی کے خلاف خیالات بدخواہی و نفرت پیدا کرنا نہیں تھا۔ اس لئے ملزم مرافع اس تقریر کے تعلق سے مجرم نہیں گردانا جا سکتا۔

یہ قابل امتیاز ہے کہ پہلی تقریر کے تعلق سے ملزم کی نیت و منشاء معرض بحث میں تھا اور بوجہ عدم ثبوت نیت مجرمانہ وہ قابل برات قرار دیا گیا ہے لیکن دوسری تقریر کے تعلق سے الزام یہ ہیکہ اس سے رعایائے سرکار عالی کے مختلف فرقوں کے مابین عداوت و نفرت پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ بالفاظ دیگر ملزم کی مجرمیت کا تعین کرتے وقت اس صورت میں زیادہ تر یہی قابل لحاظ ہوگا کہ ملزم کی تقریر کے یہ اجزا فی نفسہ ایسے تھے کہ خواہ ملزم کی نیت اور مقصود ہو یا نہ ہو اس کا احتمال تھا کہ دو فرقوں میں عداوت و نفرت پیدا ہو۔ محترم برادر جسٹس محمد مرتضیٰ خاں صاحب نے دکن لا رپورٹ جلد ۳۴ ص ۲۳۴ کے حوالہ سے جسکے وہ خود بھی مجوز تھے یہ رائے قائم فرمائی کہ بلحاظ نفس تقریر ملزم قابل مواخذہ قرار پا سکتا ہے لیکن چونکہ نظیر فیصلہ اجلاس کامل مطبوعہ دکن لا رپورٹ جلد ۳۶ ص ۲۷ سے منسوخ ہو گئی ہے۔ اسلئے "احتمال" کی اس تعبیر کے لحاظ سے جو فیصلہ اجلاس کامل محولہ صدر میں فرمائی گئی ہے ملزم قابل برات ہے۔ مگر فاضل برادر جسٹس راجموہن لال صاحب نے دفعہ (۱۴) قانون شہادت کی روشنی میں روئداد سے مدد لیکر یہ نتیجہ اخذ فرمایا کہ تقریر زیر بحث سے نہ صرف یہ کہ رعایائے سرکار عالی کے مختلف فرقوں کے مابین عداوت و نفرت کے پیدا ہونے کا احتمال تھا بلکہ ملزم نے عمداً اسی غرض سے یہ تقریر کی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ملزم کی نیت اور علم پر غور کرتے وقت اس نوعیت اور اسی سلسلہ کے دیگر واقعات پر غور کیا جا سکتا ہے اور دفعہ (۱۴) قانون شہادت کے تحت ایسے امور واقعات متعلقہ کی تعریف میں داخل ہوتے ہیں۔ اسبارے میں اگزبٹ نمبر (۱ تا ۹) سے مدد لیگئی ہے۔ اور جسٹس موصوف نے یہ تصور فرمایا ہے کہ یہ کاغذات استغاثہ کی جانب سے ثابت بھی کئے گئے ہیں لیکن بہ معائنہ روئداد مثل مجھے اس میں شبہ ہے۔ یہ کاغذات کوتوالی بلدہ و محکمۂ سرکار کے احکام اور فرمان مبارک کے نقل النقل پر مشتمل ہیں۔ انکے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ ملزم کے متعلق یہ شکایت بھی ہے کہ وہ قواعد جلسہ ہائے عام اور شرائط عائد کردہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور گورنمنٹ کے خلاف خیالات بدخواہی و منافرت پیدا کرتا ہے یا مختلف فرقہ جات رعایائے سرکار عالی کے مابین عداوت و نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کو متنبہ کیا گیا اور بوجہ عدول حکمی نظر بند کرنیکے احکام بھی ہوئے تھے۔ یہ دستاویزات یقیناً دفعہ (۱۴) قانون شہادت کے تحت واقعہ متعلقہ ہیں اور دفعہ ۶۳

نرسیندر پرشاد
بنام
سرکار عالی

کے لحاظ سے نقول مصدقہ سے ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ گو ان نقول کے متعلق یہ قیاس ہوگا کہ صحیح ہیں۔ مگر ان دستاویزات کا محض شامل مثل کر دیا جانا کافی نہیں ہے۔ مفتش نے انکے متعلق صرف یہ کہا ہے کہ یہ کاغذات اس کے داخل کردہ ہیں۔ اُنہوں نے یہ بیان اور ثابت نہیں کیا کہ یہ کاغذات ملزم ہی سے متعلق ہیں۔ انکے داخلہ پر بھی منجانب ملزم اعتراض کیا گیا۔ مگر عدالت ابتدائی نے اس اعتراض کے تصفیہ کو برآئندہ کیا اور بالآخر کوئی تصفیہ نہیں کیا۔ ان کاغذات کے متعلق ملزم کو جوابدہی کا موقع بھی نہیں دیا گیا۔ اس کے بیان سے جو دفعہ (۲۷۳) ضابطہ کے تحت ہوا ہے انکے متعلق کوئی سوال ہونا نہیں پایا جاتا۔ غالباً اسی وجہ سے عدالت ابتدائی نے آخری تجویز میں ان کاغذات سے کوئی نتیجہ ملزم کے خلاف برآمد کرنے میں مدد نہیں لی ہے۔ پس میری رائے میں بھی ان کاغذات کی بناء پر ملزم کے خلاف رائے قائم کرنے میں کوئی مدد نہیں لے سکتے۔ قطع نظر اس کے بعض کاغذات ملزم کے ایسے افعال و اقوال سے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔ جو تین چار سال قبل کے ہیں اور بعض اس سے بھی پیشتر کے۔ اور دفعہ (۱۴) قانون شہادت ایسے واقعات کا موضوع ہے جو واقعہ زیر بحث کا جزو یا اسی طرح کے افعال کا سلسلہ ہوں اور ملزم کی طبیعت۔ عادات یا طبعی رجحانات کو اس دفعہ کے تحت معرض بحث میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس دستاویزی شہادت کو نظرانداز کر دینے کے بعد ملزم کی نیت مجرمانہ کی تحقیق اور تعین کا دارومدار صرف تقریر اور اسکے ماحول پر رہجاتا ہے اور اب اسی نقطہ نظر سے اس پر غور کیا جاتا ہے۔ اگزیبٹ نمبر (۱۰) اس جلسہ کی پوری روئداد ہے جسمیں ملزم کی تقریر زیر بحث بحیثیت معتمد آریہ لیگ ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں سندھ گورنمنٹ نے ستیارتھ پرکاش کے چودہویں باب کی نشر و اشاعت کو اپنی حدود حکومت میں ممنوع قرار دیا تھا جس کو آریہ مذہب کے پیرو مداخلت فی الدین سمجھتے تھے اور شدت کے ساتھ احتجاج کر رہے تھے۔ سندھ گورنمنٹ کے اس حکم کی مذمت کرنے اور ان آریہ سماجیوں سے اظہار ہمدردی کرنے کیلئے جو اس امتناع کو ہر ممکنہ طریقہ سے برخواست کرانے کی جد و جہد کر رہے تھے۔ یہ جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جلسہ کے اغراض و مقاصد جو ظاہر کئے گئے اور ان تمام تقاریر کے خلاصہ سے جو اس جلسہ میں کی گئیں یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ کوئی افعال خلاف قانون کے ارتکاب کی ترغیب دیجا رہی تھی۔ یا من حیث القوم مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کے جذبات برانگیختہ کئے جا رہے تھے۔ کیونکہ کسی گورنمنٹ کی پالیسی کی مذمت کرنا اس گورنمنٹ کی قوم یا فرقہ کی مذمت متصور نہیں ہوتی۔ غرض

بیندر پرشاد
بنام
سرکار عالی

یہ تھا ماحول اس جلسہ کا اب ملزم کی پوری تقریر پر نظر ڈالی جاوے تو اس سے بھی کسی ایسے مقصد یا غرض (Motive) کا اظہار نہیں ہوتا جو ناجائز یا خلاف قانون ہو (Mans rea) یا نیت مجرمانہ ہی کسی جرم کا لب لباب ہوتی ہے اور (Motive) اس کا جزو اعظم ہوتا ہے اور اسی سے نیت مجرمانہ کا پتہ چلتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ غرض و مقصود مجرمانہ نہ ہونے کے باوجود بھی کوئی فعل جرم کی تعریف میں داخل ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا مرتکب یہ جانتا ہو کہ اس کے عواقب و نتائج وہی ہونگے جنکی بناء پر کسی فعل کو خلاف قانون یا مجرمانہ قرار دیا گیا ہو اور ایسی صورت میں یہ تجویز کیا جائے گا کہ یہ نتائج اسکا منشاء اور مقصود تھے۔ اسی اصول کو زیادہ صاف اور واضح طور پر دفعہ (۳۳) ضمن (۶) میں ملحوظ رکھا گیا ہے اور مضرت رساں فعل کی تعریف میں نیت مجرمانہ کے علاوہ احتمال مضرت کو شریک کر دیا گیا Motive کے قطع نظر یہ دیکھنا ہے کہ آیا ملزم اس پر وثوق رکھتا تھا کہ اسکی تقریر مبینہ سے وہ نتائج برآمد ہوں گے جنکی ذمہ داری اس پر عائد کرنا مقصود ہے۔ اسی سلسلہ میں احتمال کی تعبیر و تحقیق بھی زیر بحث آجائیگی۔

اسی قسم کے جرائم میں صحیح اصول یہ ہے کہ ملزم کی تقریر کے اجزائے معترضہ پر ہماری نظر محدود نہ رہنی چاہیئے بلکہ پوری تقریر پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس کا تجزیہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریر زیر بحث کے دو اجزاء میں پہلے حصہ میں وہ مسلم لیگ کی گورنمنٹ سندھ کے عمل پر احتجاج کرتے ہوئے بتلاتا ہے کہ آریوں کو اس سے سخت رنج ہوا اور اس پر انکے غم اور غصہ کا اظہار بجا اور ضروری ہے۔ چنانچہ بعض مسلمان لیڈروں نے بھی مثلاً خواجہ حسن نظامی۔ ڈاکٹر کچلو وغیرہ نے اس کی مذمت کی ہے۔ دوسرے حصہ میں وہ سوامی دیانند سرسوتی کو ایک (Genius) اور بڑا مصلح و مفکر بتلاتے ہوئے اُن کی تصنیف یعنے ستیارتھ پرکاش کی عظمت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ بعض اکابر مسلمانان نے بھی اس کے انقلابی خیالات سے خوشہ چینی کی ہے اور انکو سراہا ہے۔ ان سے زندگی کے بعض نظرئے اور عقائد بھی متاثر ہوتے ہیں اور اسی سلسلہ میں وہ سر سید مرحوم سے ایک قول کو منسوب کرتا ہے جو اس چالان کا موجب ہے۔

اس قول کے متعلق دو امور غور طلب ہیں۔ اول تو یہ ہے کہ آیا یہ بطور واقعہ صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا نقل کرنا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تحریر طبع اور شائع ہو چکی ہے اور ایک عرصہ دراز سے عوام الناس کے زیر مطالعہ ہے اور اس پر کبھی اعتراض نہیں کیا گیا اور نہ اسکی نشر و اشاعت

ممنوع قرار دیگئی۔ اور اگر یہ غلط ہے اور ملزم نے غلط فہمی یا بدنیتی سے اس قول کو سرسید مغفور سے منسوب کیا ہے تو اس کے قانونی اثرات کیا ہونگے۔ تفسیر القرآن مصنفہ سرسید مرحوم کے ص ۳۳ سے ملزم کی معترضہ تقریر ماخوذ ہے۔ مرافع کی جانب سے بحث میں یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ مصنف مغفور نے فی الواقع وہ تحریر نہیں لکھی ہے جو ملزم نے ان سے منسوب کی ہے۔ اس کے برعکس سرسید مرحوم کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ بہشت و دوزخ کے متعلق تعلیم قرانی کا صحیح نظریہ یہ ہے کہ اعلیٰ ترین لذات اور انتہائی درد و کلفت کو ایک تمثیلی شکل دیگئی ہے۔ انکی لفظی تعبیر اور اسی لحاظ سے دوزخ و جنت کا تصور صحیح نہیں ہے۔ غلط تخیل سے جنت کی جو تصویر ہمارے سامنے آتی ہے بے مبالغہ سارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔
ملزم کی یہ غلط بیانی ہے کہ سرسید مرحوم نے جنت کے قرانی تخیل کو قحبہ خانون کی بستی قرار دیکر ترک کیا ہے اور سوامی دیانند سرسوتی کی تصنیف کے زیر اثر اس تخیل کی اصلاح کی ہے۔ اس نے نہ صرف سرسید مغفور کا قول غلط نقل کیا بلکہ اس کا مبینہ یہ ادعا بھی بطور واقعہ غلط ہے کہ سرسید مرحوم نے جنت اور دوزخ کا جو صحیح تخیل پیش کیا ہے وہ سوامی دیانند سرسوتی کی تعلیم یا تصنیف کا ممنون ہے۔ کیونکہ یہی تخیل سینکڑوں اسلامی مفکرین کی تصانیف کا موضوع رہ چکا ہے اور اس میں کوئی ندرت نہیں۔ اب یہ سوال رہجاتا ہے کہ اس غلط بیانی اور غلط دعوے کا کیا اثر ہے۔ آیا فی نفسہ یہ تقریر ایسی ہے جس سے مسلمانوں کے دلوں میں آریہ سماجیوں سے عداوت و نفرت کے جذبات پیدا ہوں یا آریہ سماجی مسلمانوں کے خلاف مشتعل ہوسکیں۔ ظاہر ہے کہ صورت دوم خارج از بحث ہے۔ خود استغاثہ کو بھی شکایت نہیں ہے اور نہ بلحاظ مضمون جزو تقریر معترضہ اس کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے۔ صرف صورت اول ہی کے احتمال کی تحقیق باقی رہ جاتی ہے۔

ملزم کی معترضہ تقریر کے اثرات دو قسم کے ہوسکتے ہیں۔ سامعین میں سے وہ اشخاص جو سرسید مرحوم کے عقائد۔ افکار و تصانیف سے واقف ہیں اس (**Misqotation**) غلط نقل بیان کو ایک بہتان اور سرسید مرحوم کی تذلیل و توہین قرار دیں گے اور مقرر کے خلاف حقارت، نفرت اور عداوت انکے دلوں میں پیدا ہوگی۔ جن لوگوں کو سرسید مغفور سے ایسی واقفیت نہو وہ خود انکو مورد لعن طعن ٹھیرائیں گے۔ ہر دو صورتوں میں جذبات نفرت و حقارت ایک شخص کی ذات تک محدود رہتے ہیں۔
مجھے فاضل برادر جسٹس راجبوہن لال صاحب کی اس رائے سے اتفاق کرنے میں تامل ہے کہ ملزم چونکہ

نرنیدر پرشاد
بنام
سرکار عالی

مقامی آریہ سماج کا معتمد ہے اس کی تقریر بھی فرقہ آریہ سماج کے خیالات کی آئینہ دار متصور ہونی چاہیئے سامعین کے دلوں میں نہ ایسا خیال پیدا ہوسکتا ہے اور نہ وہ پوری آریہ سماج کو اس تقریر کا ذمہ دار ٹھیرا سکتے ہیں۔ اگر اس سے کوئی ذمہ داری پیدا ہوتی ہے تو صرف ملزم ہی اس کا جوابدہ ہونا چاہیئے۔ پس احتمال کی تعبیر خواہ اس کے معمولی معنوں میں کیجائے۔ جیسی کہ دکن جلد (۳۴) ص ۲۲۲ میں ہوئی یا خاص معنوں میں جس پر دکن جلد ۳۶ ص ۲۷ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ تقریر معترضہ میں نہیں پایا جاتا کیونکہ یہاں احتمال یا امکان افراد کے تعلق سے ہے اور مختلف فرقوں کے تعلق سے نہیں جن کا ذکر ضمن (۶) دفعہ (۳۳) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی میں کیا گیا ہے۔ سر سید مرحوم کے ورثا یا معتقدین اگر کوئی ہوں کسی اور قانون کے تحت ملزم کے خلاف ممکن ہے کہ کوئی چارہ کار اختیار کر سکیں۔ لیکن سرکار عالی کی جانب سے موجودہ چالان کا جواز ثابت نہیں تجویز کیا جا سکتا۔ نتیجتاً میں برادر محترم جسٹس مرتضیٰ احمد خاں صاحب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں کہ ملزم ہر دو تقاریر کے متعلقہ الزامات سے بری کیئے جانے کے قابل ہے۔ مرافعہ منظور۔ ملزم بری کیا جائے۔

آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب رکن۔

ہم نے وکلا فریقین کے نہایت تفصیلی مباحث قبل ازیں سماعت کر لئے ہیں۔ سب سے پہلے ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ دو علحدہ علحدہ مقدمات میں ایک ہی مجموعی سزا تجویز کرنا منشار قانون کے مطابق نہیں ہے قاعدہ (۳۷) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے ضمن (۵) میں یہ حکم ہے کہ جو شخص قاعدہ مذکور کی خلاف ورزی کرے اُس کو قید کی وہ سزا دیجائے گی جس کا ذکر اُس قاعدہ میں ہے۔ ایسے ہی الفاظ اُن قوانین میں درج کیئے جاتے ہیں جن میں تعزیری دفعات ہوں اور جرائم کی تعریف کیگئی ہو اور اُس کا منشا یہی ہوتا ہے کہ جس مقدمہ میں بھی جرم ثابت قرار پائے اُس میں سزا کی تجویز کرنا عدالت کا اختیاری نہیں ہے بلکہ اُس کیلئے لازمی ہے بجز اس کے کہ کسی قانون میں اُس سزا کا کوئی بدل مقرر کر دیا گیا ہو۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۳۴ کو اگر سطحی نظر سے دیکھا جائے تو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ جرائم کی تحقیقات یکجائی کیجائے تو یہ لزوم اختیار سے مبدل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ عدالت وہ سب سزائیں دیسکے گی جو ان جرائم میں سے ہر ایک کیلئے علحدہ علحدہ صادر کرسکتی کا اُس کو اختیار ہے۔ لیکن اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ شبہ باقی نہیں رہتا۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری ایک اضافی قانون ہے اور جبتک

صراحت نہ کیگئی ہو وہ کسی قانون اصلی کے حکم کو نہیں بدل سکتا۔ دفعہ ۴۲ میں یہ حکم مدون کرنا مقصود نہ تھا کہ جرم ثابت ہونے پر مجرم کے حق میں سزا تجویز کی جائے گی یا نہیں۔ کیونکہ ایسا حکم قانون اصلی ہی میں دیا جاسکتا تھا۔ دفعہ مذکور میں ناظم کے اختیارات بتانا مقصود ہے اور واضعان قانون کا منشاء یہ تھا کہ ایک سے زیادہ جرائم کی تحقیقات ایک ہی مقدمہ میں ہو تو ناظم کے اختیارات میں اضافہ کیا جائے تاکہ اگر مجموعی سزا اُس انتہائی سزا سے بڑھ بھی جائے جو وہ معمولی طور پر ایک جرم کے لئے صادر کرسکتا تھا تو بجز اُس صورت کے جو دفعہ مذکور میں بتائی گئی ہے۔ اُسے مقدمہ کو اعلیٰ عدالت میں بھیجنے کی ضرورت نہو۔ اسطرح چونکہ اس دفعہ سے عدالت کے اختیارات میں توسیع کرنی مقصود تھی اس لئے "عدالت وہ سب سزا نہیں دیسکے گی" کے الفاظ استعمال کئے جانے ناگزیر تھے۔ ان الفاظ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ جرم ثابت ہونے کے باوجود بھی عدالت قانون اصلی کے حکم کی تعمیل سے انکار کرسکتی ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر عدالت نے علحدہ علحدہ جرائم ثابت قرار دیئے تھے۔ تو اُسے ان جرائم کی علحدہ علحدہ سزائیں بھی تجویز کرنی چاہیئے تھیں۔ البتہ وہ یہ حکم دیسکتی تھی کہ اُن سزاؤں کا نفاذ یکے بعد دیگرے ہو یا ایک ساتھ۔ ہر دو جرائم کی مجموعی سزا تجویز کرنا نہ صرف خلاف قانون ہے بلکہ ان میں یہ دشواری بھی پیدا ہوسکتی ہے کہ اگر عدالت مرافعہ کسی ایک جرم کو ثابت قرار نہ دے تو وہ اس کا تعین نہیں کرسکتی کہ جس جرم کو اُس نے ثابت قرار دیا ہے اُس کے واسطے عدالت مرافعہ عنہا نے کس قدر سزا تجویز کی تھی۔ اگر مرافعہ عدالت العالیہ میں نہ ہو تو چونکہ مرافعہ میں سزا و بڑھائی نہیں جاسکتی۔ اس لئے جو سزا بھی عدالت مرافعہ تجویز کرے اُسکی بابت یہ بحث ہوسکے گی کہ عدالت ابتدائی نے اُس خاص جرم میں اُس سے کم سزا تجویز کی تھی اور عدالت مرافعہ کے حکم سے سزا بڑھ گئی جو خلاف قانون ہے۔ اس اظہار خیال کے بعد اب ہم مقدمہ کے واقعات پر غور کرتے ہیں۔

جن دو چالانات کے مقدمات کو ثابت قرار دیا گیا ہے ان میں سے چالان اول کا مضمون یہ ہیکہ ملزم نے بتاریخ یکم اسفندار ۱۳۵۴ف تقریباً ۵ بجے شام کے وقت میدان عقب ٹھانہ تیلی باؤلی میں آریہ سماج کے سالانہ جلسۂ عام کے موقعہ پر آٹھ سو اشخاص کے مجمع میں ایک تقریر کی۔ اس تقریر کا ایک جملہ مندرجہ ذیل کی وجہ سے مضرت رساں فعل کی تعریف میں داخل ہونا بیان کیا گیا ہے جسکی سزا قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے قاعدہ (۳۷) میں مقرر کیگئی ہے۔

نریندر پرشاد بنام سرکار عالی

"ستیارتھ پرکاش سے پہلے دنیا جنت کے تصور کو مانتی تھی اور اس سمئے نئی دنیا بنانے کا عیسائیوں کے پاس ایک تصور تھا۔ یہ سوامی دیانند کی آتما کا اثر تھا کہ اس سے سر سید احمد خاں نے کہا تھا کہ اگر قران میں جنت کا جو ذکر کیا گیا ہے واقعی میں وہی جنت ہے تو اُسے میں علیگڈھ میں جو ہیرا منڈی ہے اُس سے کم نہیں سمجھتا۔"

استغاثہ کا ادعا یہ ہے کہ ملزم نے یہ تقریر بندگان اعلحضرت کی رعایا کے مختلف فرقوں کے مابین عداوت و نفرت پیدا کرنے کے ارادے سے کی۔

چالان دوم کا مضمون یہ ہے کہ ۲۹ بہمن ۱۳۵۴ ف کو ۱۰ بجے شب کے قریب اُسی میدان میں جس میں پہلے مقدمہ کی تقریر کی گئی تھی آریہ سماج سلطان بازار کے سالانہ جلسۂ عام میں تقریباً دو تین ہزار آدمیوں کے مجمع کے روبرو ایک تقریر کی جو فقرہ مندرجہ ذیل کی وجہ سے مضرت رساں فعل کی تعریف میں داخل ہے

"حیدرآباد کی آریہ جنتا جس شان سے جیتی ہے اُس کا اُداہرن یہ جلسہ ہے۔ ہمارے سامنے بھی بادھائیں ہیں۔ ہم بھی جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم جس قبیلے میں رہتے ہیں وہ ایک بہت بڑا جیل خانہ ہے۔ ہم (۸۲) ہزار مربع میل جیل خانہ میں مقید ہیں۔"

اس تقریر کی بابت استغاثہ کا ادعا یہ ہے کہ ملزم نے واقعات و خیالات و احساسات مندرجہ اقتباس مذکور کا اظہار حکومت سرکار عالی کے خلاف خیالات نفرت و حقارت بدخواہی پیدا کرنے کے ارادے سے کیا۔ ان ہر دو واقعات کے متعلق ایک ہی فرد جرم مرتب ہوئی ہے اور اُس میں یکم اسفندار ۱۳۵۴ف کی تقریر کے متعلق فرد جرم میں لکھا ہے کہ

"تمھارے اس بیان سے اُس کا احتمال تھا کہ سرکار عالی کے ہندو مسلم فرقہ جات کے مابین عداوت و نفرت پیدا ہو۔"

اور ۲۹ بہمن ۱۳۵۴ف کی تقریر کے متعلق لکھا ہے کہ

"تمھارا یہ مقصد تھا کہ تم حکومت سرکار عالی کے خلاف خیالات نفرت و بدخواہی پیدا کرو۔"

فرد جرم کے ان ہر دو اجزاء کا حوالہ دینے سے ہمارا منشا یہ ہے کہ یکم اسفندار ۱۳۵۴ف کی تقریر کے متعلق ملزم پر یہ الزام عائد نہیں کیا گیا تھا کہ اُس کی نیت ہندو مسلم فرقہ جات کے مابین عداوت و نفرت پیدا کرنی تھی بلکہ الزام صرف یہ تھا کہ اُس کی تقریر سے اس کا احتمال تھا کہ ایسا نتیجہ پیدا ہوگا۔ لیکن دوسری

تقریر کے متعلق الزام یہ تھا کہ ملزم کا مقصد یہ تھا کہ وہ حکومت سرکار عالی کے خلاف خیالات نفرت و بدخواہی پیدا کرے۔

استغاثہ کی جانب سے ان دونوں تقریرات کی وہ رپورٹ پیش کیگئی جو ان جلسوں میں خفیہ پولیس کے عہدہ دار نے مرتب کی تھی۔ اور ملزم نے ان دونوں رپورٹوں میں سے کسی کی صحت سے انکار نہیں کیا۔ ہمارے روبرو جو بحث کیگئی وہ بھی یہ تسلیم کرکے ہی کیگئی کہ ہر تقریر کی جو رپورٹیں مرتب ہوئی ہیں وہ صحیح ہیں نیز جرم میں مجموعہ تعزیرات کی دفعات (۱۲۴ و ۱۲۳) کا الزام ملزم پر عائد نہیں کیا گیا ہے بلکہ قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کی دفعہ (۳۳) ضمن (۶) کے فقرہ (۹ و ھ) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مقدمہ مخدوم محی الدین بنام سرکار عالی مندرجہ دکن لارپورٹ جلد ۳۴ ص ۲۳ میں ملزم پر قواعد محولہ بالا کی دفعہ مذکور کے فقرہ (ھ) کا الزام تھا اور اس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ چونکہ اُس دفعہ کے الفاظ مجموعہ تعزیرات کی دفعہ (۱۲۴) سے زیادہ وسیع ہیں اور اُس کے وضع کرنے کی ضرورت اس لئے داعی ہوئی کہ جو اشکال دفعہ (۱۲۴) میں نہ آسکیں وہ بھی اگر قابل اعتراض ہوں تو اس دفعہ میں داخل ہوسکیں۔ اس لئے اگر ملزم کی نیت خیالات نفرت و حقارت پیدا کرنے کی نہ ہو لیکن اس کی تقریر سے ایسے خیالات کے پیدا ہونے کا احتمال ہو تب بھی ملزم کا فعل قابل مواخذہ ہوسکے گا۔ کیونکہ دفعہ (۱۲۴) میں احتمال کے جس نقطہ کو ترک کیا گیا تھا اُس کو قواعد محولہ بالا کی اس دفعہ میں واضح طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ مخدوم محی الدین کے مقدمہ میں فیڈرل کورٹ کے مقدمہ مندرجہ آل انڈیا رپورٹر بابتہ ۱۹۴۲ء فیڈرل کورٹ ص ۲۲ سے ایک طرح سے اختلاف کیا گیا تھا جس میں یہ طے فرمادیا گیا تھا۔ قواعد تحفظ ہند کی مماثل دفعہ تعزیرات ہند کی دفعہ (۱۲۴ الف) کے بالکل مطابق ہے۔ مخدوم محی الدین کے مقدمہ کے بعد ملزم مقدمہ ہذا ہی کا ایک مقدمہ عدالت العالیہ کے جلسہ کاملہ کے روبرو پیش ہوا جسکی تجویز دکن لارپورٹ جلد ۳۶ ص ۲۷ پر طبع ہوئی ہے اور اُس میں مخدوم محی الدین کی نظیر کو منسوخ فرمادیا گیا ہے۔ جلسۂ کاملہ کی تجویز کی منشا یہ ہے کہ قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے تحت صرف ایسا فعل مضرت رساں متصور ہوگا جو کہ تعزیرات کی دفعہ (۱۲۴) کے بموجب (Sedition.) کی تعریف میں داخل ہو۔ نیز یہ کہ کوئی فعل اُسوقت تک داخل نہیں ہوتا جبتک کہ اسکے ذریعہ عوام میں بدامنی کو مدعو نہ کیا گیا ہو اور چونکہ اُس مقدمہ میں ملزم کی تقریر سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ بدامنی کو مدعو کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اُس کے فعل کو مضرت رساں قرار نہیں دیا گیا اور برات کی تجویز

۱
نرسنگ پرشاد
بنام
سرکار عالی

صادر کردیگئی۔ جلسۂ کاملہ کی یہ نظیر ہمارے لئے قابل پابندی ہے اور ہمیں یہ قرار دینا پڑے گا کہ اگر ملزم پر قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) کا الزام ہو تو اُس الزام کو اُسوقت تک ثابت قرار نہیں دیا جاسکیگا جبتک اُس کا فعل دفعہ (۸۲) مجموعہ تعزیرات کی تعریف میں نہ آجائے جو نسبت قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) کے فقرہ (ھ) کو مجموعہ تعزیرات کی دفعہ (۸۲) سے ہے وہی نسبت اُسی قاعدہ اور ضمن کے فقرہ (و) کو مجموعہ مذکور کی دفعہ (۸۳) سے ہے اسلئے ہم یہ قرار دینے پر بھی مجبور ہیں کہ فقرہ (و) کا الزام بھی اُسوقت تک کسی شخص پر عائد نہیں کیا جاسکتا جبتک اُس کے فعل سے مجموعہ تعزیرات کی دفعہ (۸۳) بھی متعلق نہ ہو جائے۔ دفعہ (۸۳) کا الزام عائد ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملزم نے رعایاؤ کے مختلف فرقوں کے مابین عمداً عداوت یا حقارت پیدا کی ہو یا پیدا کرنے کا اقدام کیا ہو۔ جو فرد جرم ملزم کے مقابلہ میں تقریر مورخہ یکم اسفندار ۱۳۵۴ف کے تعلق سے مرتب ہوئی ہے اُس میں یہ الزام اُس پر عائد نہیں کیا گیا کہ ملزم نے رعایاؤ کے دو مختلف فرقوں کے مابین عمداً عداوت یا حقارت پیدا کی یا پیدا کرنے کا اقدام کیا بلکہ اُس میں یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ اُس کی تقریر سے عداوت و نفرت پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ جلسۂ کاملہ کے مقدمہ محولہ بالا میں ہر ذی علم اراکین نے علحدہ علحدہ تجاویز تحریر فرمائی ہیں۔ معزز سینیر رکن جسٹس وینکٹ لکشمن رڈی صاحب کی تجویز کو پیش نظر رکھا جائے تو محض ایسے احتمال سے جرم منسوبہ عائد ہی نہ ہوسکے گا۔ لیکن اگر ذی علم برادر جسٹس عبد الحمید خاں صاحب کی تجویز کو پیش نظر رکھا جائے تو اسی کے الفاظ میں یہ دیکھنا پڑیگا کہ آیا سلیم المزاج اور متوازن الطبع انسانوں کے مابین خیالات نفرت و عداوت پیدا ہونے کا احتمال تھا یا نہیں۔ کیونکہ لبقول جسٹس ممدوح معمولی احتمال کا لحاظ نہ ہوسکے گا۔ اس طرح معزز برادر جسٹس وینکٹ لکشمن رڈی کی تجویز کے اعتبار سے اگر جملہ امور مندرجہ فرد جرم کو ثابت بھی قرار دیا جائے تب بھی ملزم کو تقریر مورخہ یکم اسفندار ۱۳۵۴ف کے تعلق سے مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن معزز برادر جسٹس عبد الحمید خاں صاحب کی تجویز کے مدنظر یہ دیکھنا پڑے گا کہ فرد جرم میں جس احتمال کا ذکر کیا گیا ہے زیادہ معمولی تھا یا ایسا تھا جسکی طرف فاضل رکن ممدوح نے اشارہ فرمایا ہے۔

مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ ملزم کی یہ تقریر آریہ سماج کے سالانہ جلسہ میں ہوئی تھی جس میں زیادہ تر آریہ سماجی خیالات کے لوگ ہی شریک ہونگے۔ سندھ گورنمنٹ نے اُس زمانہ میں ستیارتھ پرکاش کے باب چودہ پر امتناع عائد کیا تھا۔ اُس پر اظہار ناراضگی مقصود تھی اور اس سلسلہ میں ستیارتھ پرکاش کے فضائل

نریندر پرشاد
بنام
سرکار عالی

بیان کرنے سے بے موقع نہ تھے۔ تقریر کا جو اقتباس اعتراض بیان کیا گیا ہے وہ اس مقصد سے اور نیز سوامی دیانند کی جو اس کتاب کے مصنف ہیں برائی ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ اُس کا مطلب اس سے زیادہ نہ تھا کہ سوامی دیانند کا اثر اتنا قوی تھا کہ سر سید احمد خاں بھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ منجانب ملزم کہا جاتا ہے کہ تقریر میں جو کچھ کہا گیا وہ سر سید احمد خاں کی تفسیر القرآن میں موجود ہے اور ہمیں اُس کتاب کا وہ حصہ دکھایا بھی گیا۔ لیکن کتاب کے مضمون اور ملزم کی تقریر کے مضمون میں ذرا سی بھی مناسبت نہیں ہے۔ بریں ہمہ اس میں شبہ نہیں کہ ملزم کا مقصد ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند کی تعریف کرنا تھا اور اُس کا مطلب اس سے زیادہ نہ تھا کہ سندھ گورنمنٹ کے عمل پر ناراضگی کا اظہار کیا جائے۔ یہ صحیح ہے کہ اس مقصد کو دوسرے طریقہ سے بھی حاصل کیا جا سکتا تھا اور اُس کے لئے قرآن کریم کی تنقیص کی ضرورت نہ تھی لیکن محض اس وجہ سے کہ ملزم نے حصول مقصد کا بہتر طریقہ اختیار نہیں کیا اُس کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جلسہ کی نوعیت ملزم کی نیت اور اُس کی تقریر کے اس جملہ کے سیاق پر اگر نظر رکھی جائے اور یہ امر بھی پیش نظر رکھا جائے کہ جلسہ میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہ ہوگی تو یہ کہنا مشکل ہے کہ تقریر کے اس جملہ سے رعایاء سرکار عالی کے متوازن الطبع اور سلیم المزاج افراد کے مابین نفرت و عداوت پیدا ہونے کا احتمال تھا اور اگر دو فرقوں کے مابین ایسے خیالات کے پیدا ہونے کا احتمال تھا بھی تو وہ جلسہ کاملہ کے ذی علم اراکین کے الفاظ میں معمولی احتمال تھا جس کا لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ ان حالات میں ہم دکن لا رپورٹ جلد ۳۶ ص ۲۷۔ کی جلسۂ کاملہ کی نظیر کی موجودگی میں یکم اسفندار ۱۳۵۴ف کی تقریر کے تعلق سے ملزم کے مقابلہ میں جرم ثابت قرار نہیں دے سکتے۔

الزام کا دوسرا جزو ملزم کی تقریر مورخہ ۲۹ بہمن ۱۳۵۴ف کے متعلق عائد کیا گیا ہے اور اُس کا وہ جملہ جس کو قابل اعتراض بتایا جاتا ہے اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ ملزم کی اس تقریر سے پہلے اُسی جلسہ میں تاراچند گاجرا کی تقریر ہو چکی تھی جنہوں نے سندھ گورنمنٹ کے اُس عمل کی بابت اعتراض کیا تھا جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اُنکی تقریر کے بعد ملزم کی تقریر ہوئی جس کے شروع ہی میں اُس نے کہا کہ "میں آج حیدرآباد کے آریہ سماجیوں کی جانب سے مرکزی معتمد کی حیثیت سے انکے کانوں تک پہونچا دینا دھرم سمجھتا ہوں۔ سندھ میں جو آگ جل رہی ہے اُس کو حیدرآباد کے آریہ سماجی پانی بن کر برسیں گے اور شانت کریں گے۔ سندھ کے کالے بادلوں کے لئے حیدرآباد کے آریہ سورج بنکر چمکیں گے اور بادلوں کو چھن بھن

نریندر پرشاد بنام سرکار عالی

کرکے پریم کی بوندیں برسائینگے۔" اس کے بعد اور ایک فقرہ ہے جس کے بعد وہ جملہ ہے جسکو قابل اعتراض قرار دیکر یہ الزام عائد کیا گیا ہے۔ تقریر کی اس ترتیب کے بیان کرنے سے یہی نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے کہ ملزم مرکزی معتمد کی حیثیت سے حیدرآباد کے آریہ سماجیوں کے اس ارادہ کا اظہار کرنا چاہتا ہے کہ سندھ کے آریہ سماجیوں پر اُس کے خیال میں جو زیادتی ہوئی ہے اُس کے متعلق یہاں کے آریہ سماجی اُن کی مدد کریں گے۔ جس جملہ کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے اُس میں ملزم نے اپنی مجبوریوں اور دشواریوں کو بیان کیا ہے اور اسی سلسلہ میں یہ کہا ہے کہ "۸۲ ہزار مربع میل کے جیل خانہ میں مقید ہیں لیکن آگے چل کے اُس نے کہا ہے کہ اس کے باوجود "میں مہاراجہ چندجی گاجرا کو وشواس دلاتا ہوں کہ حیدرآباد کے یہ رشی دیانند کے شش انٹرنیشنل آرین لیگ کی آگیہ ہوتے ہی سر سے کفن باندھ کر نکل پڑیں گے اور انکے کشٹوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔"

اس طرح ملزم کی تقریر کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے سامنے بھی دشواریاں ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم سندھ کے آریہ سماجیوں کی مدد کے لئے ہر طرح تیار ہیں۔ اس تقریر سے ملزم کا یہ مقصد معلوم نہیں ہوتا کہ حکومت سرکار عالی کے خلاف خیالات نفرت و بدخواہی پیدا کرے۔ کیونکہ ایسے خیالات پیدا کرنے کا اُس وقت اُس جلسہ میں نہ موقعہ تھا نہ محل تھا۔ بحث سندھ گورنمنٹ کے ایک عمل کے متعلق ہو رہی تھی۔ اُسی سلسلہ میں سندھ کے آریہ سماجیوں کی مدد کے ارادہ کا اعلان کیا گیا تھا جس کے دوران میں ضمنی طور پر اپنی دشواریوں کا اظہار یہ بیان کرنے کے لئے کر دیا گیا کہ باوجود ان دشواریوں کے یہاں کے آریہ سماج سندھ کے آریہ سماجیوں کی مدد کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ صحیح ہے کہ ملزم نے اپنے خیالات کے اظہار کا اسلوب اچھا اختیار نہیں کیا اور جو جملہ اُس نے استعمال کیا اُس سے اس کا احتمال ہو سکتا ہے کہ بعض خاص طبائع کے افراد کے دل میں حکومت سرکار عالی کے خلاف خراب خیالات پیدا ہو سکیں۔ مخدوم محی الدین کے مقدمہ کی نظیر اگر منسوخ نہ ہوئی ہوتی تو شائد ہم اس مقدمہ میں بھی ملزم کی سزا کو بحال رکھ سکتے کیونکہ اُس مقدمہ میں یہ نظریہ اختیار کیا گیا تھا کہ واضعان قانون کا منشاء یہ ہے کہ اس پرآشوب زمانہ میں لوگ اپنی تقریر و تحریر میں زیادہ احتیاط سے کام لیں اور اس کی پوری طرح پابندی کریں کہ اُنکے الفاظ سے اُن نتائج کا ذرا بھی احتمال نہ ہو سکے جس کا حوالہ قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے قاعدہ (۳۳) ضمن (۲) میں دیا گیا ہے۔ لیکن جلسۂ کاملہ کی نظیر مندرجہ دکن لاء رپورٹ جلد ۳۶ ص ۲۷ کے بعد یہ نظریہ باقی نہیں رہا۔ اب ہم محض ایسے

نرینڈر پرشاد
بنام
سرکار عالی

احتمال کی بناء پر جوذی علم اراکین جلسۂ کاملہ کے الفاظ میں "معمولی" ہو ملزم کو مجرم قرار نہیں دیسکتے۔ دنیا کو قید خانہ سے تشبیہہ دینا کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ تقریباً ہر مذہب میں دنیا کو قید خانہ سے ہی تعبیر کیا گیا ہے اور زندہ رہنے کے خیال کو بقید حیات رہنے کے الفاظ سے ظاہر کرنا عام محاورہ میں داخل ہوگیا ہے۔ ان حالات میں اگر ملزم نے ممالک محروسہ سرکار عالی کو قید خانہ سے تشبیہہ دیدی تو گو وہ ہمارے خیال میں ایک حد تک قابل اعتراض ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ جلسۂ کاملہ کی محولہ بالا نظیر کے باوجود اُس کو مضرت رساں فعل کی تعریف میں داخل کیا جاسکے۔ باوجودیکہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ اُسوقت تقریر صرف سندھ گورنمنٹ کے عمل کے متعلق ہورہی تھی اور حکومت سرکار عالی کے خلاف کچھ کہنے کا نہ اُسوقت کوئی محل تھا نہ ملزم کی اُسوقت وہ نیت ہوسکتی تھی۔ بدامنی کو مدعو کرنے کا چونکہ اُسوقت کوئی موقعہ ہی نہ تھا اس لئے فیڈرل کورٹ اور نیز جلسۂ کاملہ کے نظائر کے لحاظ سے نہ دفعہ (۸۲) مجموعۂ تعزیرات سرکار عالی کا جرم عائد ہوسکتا ہے نہ قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے قاعدہ (۳۷) کو متعلق کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ اُس جرم کی حد تک ملزم کے مقابلہ میں فرد جرم کسی قسم کے احتمال کی بناء پر نہیں بلکہ ملزم کے بینہ مقصد کی بناء پر مرتب کیگئی تھی۔ اور بالصراحت مقصد کا لفظ فرد جرم میں لکھا گیا تھا۔ اس لئے ملزم کو احتمال کی تردید کا موقعہ بھی نہیں ملا۔ اور اسوجہ کی بناء پر بھی ہم سزائے مجوزہ کو بحال نہیں رکھ سکے۔ غرض کسی نقطہ سے دیکھا جائے ہماری رائے میں عدالت تحت کی تجویز برقرار نہیں رکھی جاسکتی اور ملزم کا مرافعہ لائق منظوری ہے۔ لہذا

حکم ہوا کہ

مرافعہ منظور۔ ملزم الزامات منسوبہ سے بری کیا جاتا ہے۔

آنریبل رائے راج موہن لال صاحب رکن مختلف الرائے۔

میں نے اپنے برادر محترم کی فاضلانہ تجویز کو بغور پڑھا۔ عدالت تحت میں دو علحدہ علحدہ چالانات پیش ہوئے تھے۔ قانوناً ہر مقدمہ کی سزاء علحدہ علحدہ صادر ہونی چاہئے تھی۔ اس جز کے نسبت میں اپنے شریک فاضل کی رائے سے بالکل متفق ہوں۔ ۲۹ بہمن ۱۳۵۴ ف کی تقریر کے نسبت بھی میں میرے برادر محترم کی رائے سے متفق ہوں۔ ملزم نے تقریر میں جو الفاظ استعمال کئے وہ ایسے نہیں ہیں جن پر مضرت رساں افعال کی تعریف صادق آتی ہو۔ ملزم نے ان الفاظ کا اظہار اس ارادہ سے بھی نہیں کیا کہ پبلک میں حکومت سرکار عالی کے خلاف خیالات نفرت وحقارت وبدخواہی پیدا ہوں۔ ملزم کی تقریر کا منشاد

زنبید پرشاد بنام سرکار عالی

صرف یہی تھا کہ سندھ گورنمنٹ نے ستیارتھ پرکاش کے خلاف جو حکم صادر کیا ہے اُس کو منسوخ کرانے کیلئے حیدرآباد کے آریہ سماجی بھی سندھ کے آریہ سماجی بھائیوں کی مدد کریں گے۔ چنانچہ اس تقریر کے قبل سندھ کے ایک آریہ سماجی صاحب کی تقریر بھی ہوئی تھی۔ جیسا کہ دکن لا رپورٹ جلد ۳۶ ص ۲۷ میں طے ہوا ہے ملزم کو مجرم قرار دینے کے لئے کسی تقریر کے چیدہ چیدہ اور بے ربط فقرات پر غور نہیں کیا جائیگا بلکہ پوری تقریر کے ماحول کے لحاظ سے مجموعی طور پر نتیجہ اخذ کیا جائے گا۔ ہماری رائے میں اس تقریر سے کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ ملزم کا منشاء حکومت سرکار عالی کے خلاف خیالات حقارت و نفرت پیدا کرنے کا تھا۔ قطع نظر اس کے جن الفاظ پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ بھی ایسے نہیں ہیں جن سے کوئی حقارت یا نفرت پیدا ہو۔ ملزم نے محض یہی کہا کہ وہ (۸۲) ہزار مربع میل کے جیل خانہ میں مقید ہے۔ اس سے ملزم کا منشاء محض اپنی مجبوریوں کا اظہار کرنا تھا۔ لہذا اس جرم کی حد تک ملزم ہماری رائے میں بھی لائق برات ہے۔

یکم اسفندار ۱۳۵۴ف کی تقریر کے نسبت مجھے اپنے شریک فاضل کی رائے سے اتفاق نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ ملزم نے اگر کوئی ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے دوسرے فرقہ کے افراد کو رنج پہنچا ہو تو یہ افعال انکے ذاتی ہیں اور اگر کسی فرقہ کو رنج پہنچا تھا تو زیادہ سے زیادہ ملزم کی ذات سے پہنچ سکتا تھا۔ پورے فرقہ کے خلاف عداوت یا نفرت پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ہماری رائے میں یہ منطق صحیح نہیں ہے۔ ہمکو اس بات پر غور کرنا ہے کہ آیا ملزم کے افعال ایسے تھے جنکی وجہ سے دو مختلف فرقوں میں نفرت اور حقارت کے جذبات موجزن ہو سکتے تھے یا نہیں۔ یہ آریہ سماجیوں کا سالانہ جلسہ تھا اور یہ مسلمہ ہے کہ ملزم آریہ سماجی فرقہ کا معتمد تھا۔ لہذا یہ قرار دیا جائے گا کہ ملزم نے جو تقریر کی وہ منجانب معتمد آریہ سماج کی اور وہ ملزم کے ذات تک محدود نہیں تھی۔ بلالحاظ اس کے ہماری رائے یہ ہے کہ جب ملزم کی تقریر سے دو مختلف فرقوں میں نفرت پیدا ہونے کا امکان تھا تو ملزم کا فعل قانوناً قابل مواخذہ قرار دیا جائے گا خواہ اُس کا یہ فعل ذاتی ہو یا نہ ہو۔

یہ امر بھی مقدمہ ہذا میں غور طلب ہے کہ ملزم کا یہ فعل اتفاقی تھا یا ارادی یا کسی خاص علم یا نیت سے کیا گیا تھا۔ دفعہ (۱۴) قانون شہادت کے لحاظ سے یہ واقعہ ایک جز اسی طرح کے افعال کے سلسلہ ہے جن میں سے ہر ایک کا ارتکاب اسی شخص نے کیا تو واقعہ متعلقہ ہو جائے گا۔ اس مادہ میں منجانب چالان اگزبٹ نمبر (۱ تا ۹) کو پیش کیا گیا ہے جو سرکاری مراسلہ جات ہیں۔ ان کو ثابت بھی کیا گیا ہے۔ اگزبٹ نمبر ۱

نریندر پرشاد
بنام
سرکار عالی

صدر اعظم بہادر کے دفتر سے جاری ہوا ہے - اس میں فرمان کے حوالہ سے حکم دیا گیا ہے کہ ملزم کو بلا کر متنبہ کر دیا جائے کہ ایسے افعال سے باز رہے جن سے فرقہ وارانہ منافرت پھیلتی ہو - اگزبٹ نمبر (۲/۱) اس حکم کا تعمیلی دستاویز ہے جس میں ملزم نے حسب ہدایات عمل کرنیکا وعدہ کیا ہے - اگزبٹ نمبر (۲) کے ذریعہ ملزم کی مصنفہ کتاب موسومہ "قرآن میں بعیت کی تجلی" کا داخلہ ممالک محروسہ میں ممنوع قرار دیا گیا ہے - اگزبٹ نمبر (۳) میں اُس حکم کا حوالہ ہے جس کے ذریعہ ملزم کو ایک سال تک تقریر کرنے کی ممانعت کی گئی تھی - اگزبٹ نمبر (۴) اس کا تعمیلی مراسلہ ہے جس کے ذریعہ ملزم فرمان خسروی سے مطلع ہوا - اگزبٹ نمبر (۵) کوتوال صاحب کے حکم کی نقل ہے جس میں ملزم کو گاہ گاہ تقریر کرنے کی اجازت اس شرط سے دیگئی کہ تقریر کی نقل قبل از قبل گورنمنٹ میں پیش کر کے اجازت حاصل کرے اگزبٹ نمبر (۱/۷) و (۲/۷) کے ذریعہ مکرر ملزم کو متنبہ کیا گیا تھا - اگزبٹ نمبر (۸) نواب صدر اعظم بہادر کے مراسلہ کی نقل ہے جس میں درج ہے کہ ملزم نے باوجود تنبیہ مفسدانہ جد وجہد جاری رکھی جس سے امن عامہ میں خلل پڑنیکا اندیشہ ہے - لہذا اُس کو تین سال تک نظر بند رکھا جائے - اگزبٹ نمبر (۱۰) ان جلسوں کی بابت کوتوال صاحب بلدہ کا اجازت نامہ ہے جس میں صراحت سے درج ہے کہ ان جلسوں میں ایسے تقاریر نہ کئے جائیں جن سے فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہونیکا امکان ہو - ان مراسلہ جات کا تفصیل سے حوالہ دینے میں ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ملزم کو اس کے قبل متعدد بار متنبہ کیا گیا تھا کہ وہ ایسے تقاریر سے احتراز کرے جن سے فرقہ وارانہ منافرت پیدا ہوتی ہو - عدم تعمیل حکم کی وجہ سے اُس کو تین سال تک نظر بند کرنیکا حکم بھی دیا گیا اور زیر بحث جلسوں کی اجازت اس کو اس شرط سے دی گئی تھی کہ کوئی ایسے تقاریر نہ کئے جائیں جن سے فرقہ وارانہ منافرت پیدا ہوتی ہو اس کے باوجود ملزم نے اپنی یکم اسفندار ۱۳۳۷ ف کی تقریر میں جو الفاظ استعمال کئے اُس کی نسبت دفعہ (۱۴) قانون شہادت کے لحاظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اتفاقی تھے بلکہ ملزم نے ارادتاً اُن الفاظ کو استعمال کیا تاکہ مختلف فرقوں میں آپس میں منافرت کے جذبات مشتعل ہوں - اس میں کلام نہیں کہ ملزم اس جلسہ میں سوامی دیانند جی کی فضیلت اور اُن کی مصنفہ کتاب ستیارتھ پرکاش کی مقبولیت کا اظہار کرنا چاہتا تھا اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ملزم کو اس بات کا حق حاصل تھا مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ملزم کو اس بات کا بھی حق تھا کہ اس ضمن میں دیگر مذاہب کے مقدس کتب کی اس طرح تذلیل کرے کہ اُن کے پیروؤں کو رنج پہونچے اور اُن کے جذبات کو مشتعل کرے جیسا کہ شریک فاضل نے تحریر فرمایا ہے کہ ملزم اپنے مقصد کا اظہار اور طریقوں سے بھی کر سکتا تھا اور اُس کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ سر سید احمد خاں یا اُن کے تصانیف کو معرض بحث میں لاتا - غالباً ملزم کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ

فرینیدر پرشاد
بنام
سرکار عالی

سرسید احمد خاں جیسی بزرگ ہستی بھی سوامی دیانندجی کی قائل ہو چکی تھی اور جو تصور بہشت کا سابق میں اُنہوں نے باندھا تھا اُس کو اُنہوں نے تبدیل فرمادیا تھا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جو منشاء سرسید کا تھا اُس کو ملزم درا صل سمجھا ہی نہیں اور اُس نے محض اس تصور میں کہ جب خود سرسید جیسی بزرگ ہستی نے کلام پاک کے بہشت کو ہیرامنڈی سے تشبیہ دی ہے تو اس سے کلام اللہ کی وقعت عوام کی نظروں میں اور بھی گھٹ جائے گی اپنی تقریر میں اس کا حوالہ دیدیا۔ ہم کو یہاں پر یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ سرسید نے کس بناء پر تشبیہ دی اور اُن کا منشاء کیا تھا۔ آیا ملزم نے صحیح نتیجہ اخذ کیا یا اُس کی غلط تعبیر کی۔ ہماری رائے میں امر غور طلب صرف یہی ہے کہ ملزم نے جو الفاظ استعمال کئے وہ ارادتاً تھے یا اتفاقی اور اس کا عوام پر کیا اثر ہو سکتا تھا یہ مسلمہ ہے کہ قرآن شریف اہل اسلام کی ایک مقدس کتاب ہے جس کی نسبت اُن کا اعتقاد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے حضرت پیغمبر اسلام کے ذریعہ نازل ہوئی ہے یہ ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کی وقعت و عظمت اُن کے نظروں میں کیا کچھ نہ ہوگی۔ اس کتاب کے بہشت کے تصور کا مضحکہ اُڑانا اور اُس کو دنیا کے ذلیل ترین مقام سے تشبیہ دینا نہ صرف اہل اسلام کے باعث دل آزاری ہو سکتا ہے بلکہ اُس کی وجہ سے مختلف فرقوں میں ایک دوسرے سے منافرت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ چونکہ ملزم کو جلسہ کی اجازت کے وقت ہی تاکید کردی گئی تھی کہ کوئی تقاریر ایسے نہ ہوں جن سے مختلف فرقوں میں منافرت پیدا ہو اور اس کے باوجود بھی اُس نے دیدہ و دانستہ ایسے الفاظ استعمال کئے جو باعث منافرت ہوتے یا ہو سکتے تھے اور چونکہ ملزم کو سابق میں کئی مرتبہ متنبہ بھی کردیا گیا تھا اور اُس کو عدم پابندی احکام کی وجہ سے نظر بند بھی کیا گیا تھا۔ اس لئے ہم یہ قرار دیتے ہیں کہ ملزم نے عمداً ان الفاظ کو فرقوں میں نفرت پیدا کرنے کی غرض سے استعمال کئے اس میں کلام نہیں کہ جلسہ آریہ سماجیوں کا تھا اور اس کا بہت کم امکان تھا کہ دیگر فرقوں کے افراد اس میں شریک ہوں گے مگر چونکہ جلسہ عام تھا اور ہر کس و ناکس کو شرکت کی عام اجازت تھی اس لئے اس بات کا لحاظ نہیں ہوگا کہ دیگر اقوام کے کتنے افراد شریک جلسہ ہوئے بلکہ یہی دیکھا جائے گا کہ اُن پر اس تقریر کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ ہماری رائے میں الفاظ ایسے تھے کہ اُن کو سنکر معمولی فہم کا آدمی بھی مشتعل ہو سکتا تھا اور اُس کو فرقہ آریہ سماج سے نفرت ہو سکتی تھی۔

اب ہم دفعہ کے الفاظ درج کرتے ہیں جس کے تحت ملزم پر الزام لگایا گیا ہے

"مضرت رساں فعل سے مراد ایسا فعل ہے جو اس ارادے سے کیا جائے یا جس سے اس امر کا احتمال ہو کہ

نرسنگ پرشاد
بنام
سرکار عالی

ملک معظم یا بندگانعالی اعلیحضرت کی رعایا کے مختلف فرقوں کے مابین عداوت یا نفرت پیدا ہوگی "

ہماری رائے میں ملزم نے جو الفاظ استعمال کئے وہ اس ارادے سے کئے کہ اُن سے حضرت بندگانعالی کے مختلف فرقوں میں نفرت پیدا ہوگی اور ملزم کو اس کا احتمال بھی تھا کہ ایسی نفرت پیدا ہوگی۔ قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کا دفعہ مجموعہ تعزیرات سرکار عالی کے دفعہ (۸۳) کے مماثل ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ قواعد تحفظ میں لفظ احتمال کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور دفعہ (۸۲) کے توضیح میں بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ فعل نیک نیتی سے کیا جائے اور بغیر کینہ کے کیا جائے تو جرم نہ ہوگا۔ مقدمۂ ہذا میں زیر بحث نظائر ہیں جلسۂ متفقہ کی نظیر بمقدمہ مخدوم محی الدین بنام سرکار عالی دکن لا رپورٹ جلد (۳۴) ص ۲۲ پر طبع ہوئی ہے فیڈرل کورٹ کی نظیر آل انڈیا رپورٹر ۱۹۴۳ء ص ۲۲ پر چھپی ہے اور آخری نظیر اجلاس کامل مجلس عالیہ عدالت کی ہے جس کا حوالہ دکن لا رپورٹ جلد (۳۶) ص ۲۷ پر ہے۔ اس مقدمہ میں ملزم حاضر اجلاس ہی مرافعہ گذار تھا اور اُس پر دفعہ (۳۳) ضمن (ھ) قواعد تحفظ کا الزام تھا۔ گو ملزم کو اُس مقدمہ میں بری کر دیا گیا ہو مگر اس مقدمہ کے واقعات سے بھی ہماری اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ ملزم نے جو الفاظ استعمال کئے وہ اتفاقی نہ تھے بلکہ ملزم نے ارادتاً اُن الفاظ کو اس غرض سے استعمال کیا تھا کہ ریاست ابد مدت کے مختلف فرقوں میں منافرت پیدا ہو۔ قبل اس کے کہ ہم ان نظائر سے بحث کریں یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ مختصراً ان اصولوں کا ذکر کریں جو ان نظائر میں طے فرمائے گئے ہیں۔

فیڈرل کورٹ کی نظیر کا اقتباس جو مقدمۂ ہذا سے متعلق ہے حسب ذیل ہے۔

Sedition is none the less sedition because it is described by a less offensive name, and the law relating to the offence of sedition as defined in the penal code is equally applicable to the prejudicial acts defined in the Defence of India Rules. The omission in the rules of the "explanations" appended to the section of the code does not affect the matter. These are added to remove any doubt as to the true meaning of the legislature; they do not add to or subtract from the section itself and the words used in the rules ought to be interpreted as if they had been explained in the same way.

نرسیمہ پرشاد بنام سرکار عالی

Words constitute sedition if they have this intention or this tendency, and it is easy to see why they may also constitute sedition if they seek to bring Government into contempt This is not made an offence in order to minister wounded vanity to Government, but because where Government and the law cease to be obeyed because no respect is felt any longer from them, only anarchy can prevail follow public disorder or the reasonable anicipation or likelyhoo of disorder public disorder is the gist of the offence. the dots or the words complained of must either incite to disorder or must be such as to satisfy reasonable man that is their intention or tendency.

دیگر اصول جو اس مقدمہ میں طے ہوئے ہیں وہ مقدمہ ہذا سے غیر متعلق ہونے کی وجہ سے اُن کا ذکر غیر ضروری سمجھا جاتا ہے اس نظیر کا جو کچھ منشاء ہے وہ یہ ہے کہ قواعد تحفظ کے دفعہ کا حاثل ہے دفعہ (۸۲) تعزیرات آصفیہ اور قواعد تحفظ کے دفعہ میں توضیحی فقروں کو ترک کرنے سے کوئی فرق نہیں ہوتا اور قواعد تحفظ کے دفعہ کی تعبیر اُسی طرح کی جائیگی۔ عام بدامنی یا اُس کا احتمال Reasonable anticipation اس جرم کا اہم جزو ہے افعال ایسے ہونا چاہیئے جن سے عام بدامنی کو مدعو کیا جائے یا معمولی سمجھ کے آدمی کو اطمینان ہو سکے کہ نیت اور منشاء یہی تھا کہ بدامنی پھیلائی جائے۔ دکن جلد (۳۴) ص ۲۲۲ کی نظیر میں یہی طے ہوا ہے کہ دفعہ (۳۳) قواعد تحفظ کی تعبیر کے وقت دفعہ (۸۲) کی تشریح کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ قواعد تحفظ کے دفعہ کے وضع کرنے سے دا اضعان قانون کا منشاء دفعہ (۸۲) کو وسعت دینا تھا دفعہ (۳۳) کے لحاظ سے اگر خیالات سے نفرت یا بدخواہی کے پیدا کرنے کا احتمال بھی ہو تو جرم عائد ہو جائے گا۔ اس لحاظ سے تقریر کے کسی ایک جملہ بھی جو بغیر کسی خاص مجرمانہ نیت کے کہہ دیا گیا ہو اگر خیالات نفرت یا بدخواہی کے پیدا ہونے کا احتمال ہو تو جرم کا اطلاق ہو جائے گا اس امر پر غور کرنے کیلئے کہ آیا کسی تقریر یا اُس کے کسی جزو سے قواعد تحفظ ممالک محروسہ کی دفعہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) متعلق ہے یا نہیں۔ صرف یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ آیا اس سے

نرنیدر پرشاد
بنام
سرکار عالی

ایسے خیالات کے پیدا ہونیکا احتمال ہے یا نہیں جن کا ذکر قاعدۂ مذکور میں کیا گیا ہے اسپر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا اس تقریر کے ذریعہ فساد یا بد امنی کو مدعو کیا گیا ہے۔

اب ہم دکن لا رپورٹ جلد (۳۶) ص ۲۷ میں طبع شدہ نظیر کا اقتباس درج کرتے ہیں جو اجلاس کامل کی ہے۔ اس جلسہ کے معزز ارکان آنریبل جسٹس لکشمن ریڈی صاحب و آنریبل جسٹس خلیل الزماں صاحب و آنریبل جسٹس عبدالحمید خاں صاحب تھے۔

آنریبل جسٹس لکشمن ریڈی صاحب نے اس مقدمہ میں یہ طے کیا کہ اگر کسی مقدمہ میں ملزم کے خلاف دفعہ (۸۲) تعزیرات آصفیہ یا تحت قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) و (ک) کا الزام لگایا جائے تو اُس کی تقریر مکمل حالت میں عدالت میں پیش ہونا چاہیئے۔ جستہ جستہ بے ربط فقرات کی بنا پر مقرر مورد الزام نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔ پوری تقریر کے ماحول کے لحاظ سے مجموعی طور پر نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ آیا مقرر کا یہ مقصود تھا اور اُس کی یہ نیت تھی کہ حضار محفل میں احتمال بے چینی و بدامنی و مساعی جنگ میں رکاوٹ پیدا ہو۔ تقریر پر از ابتدا تا انتہا نظر ڈالنی چاہیئے کوئی فعل اُس وقت تک مضرت رساں اور (Sedition) کی تعریف میں داخل نہ ہوگا جبتک کہ اُس کے ذریعہ عوام میں بدامنی کو مدعو نہ کیا گیا ہو۔

آنریبل جسٹس عبدالحمید خاں صاحب نے مزید یہ طے فرمایا ہے کہ بلا وجود نیت یا ارادہ خیالات کا اظہار جرم نہیں ہے۔ معزز رکن صاحب نے تسلیم فرمایا ہے کہ قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) قواعد تحفظ میں احتمال یعنی تولید خیالات کو مستوجب سزا قرار دیا گیا ہے مگر وہ تحریر فرماتے ہیں۔ تقریر جستہ جستہ دیکھنے سے صحیح مفہوم معلوم نہیں ہوسکتا اور نہ مقرر کی نیت دریافت ہوتی ہے۔ مزید تجویز یہ ہے کہ قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) کے تحت یہ غور طلب ہوگا کہ آیا تقریر سے ایک متوازن الطبع سلیم المزاج انسان پر اثر نفرت حقارت یا بدخواہی مترتب ہونیکا احتمال تھا یا نہیں۔ کوئی سریع الحس انسان یا مغلوب الغضب کو معیار نہیں بنایا جاسکتا معمولی احتمال کا لحاظ نہ ہوسکیگا۔ ایک جز تجویز کا یہ بھی ہے کہ دکن لا رپورٹ جلد (۳۴) ص ۲۲۲ میں فیڈرل کورٹ کے فیصلہ کے اس جز کو کہ دفعہ (۸۲) تعزیرات آصفیہ قواعد تحفظ کے قاعدہ (۳۳) ضمن (۶) فقرہ (ھ) کے مشابہ ہے اس نظریہ کو اختیار کرنے سے جو انکار کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس نظیر کے دیگر اجزاء مقدمۂ ہذا سے غیر متعلق ہیں۔ اس مقدمہ میں عدالت سشن نے مقرر کی تقریر کے چند اجزا کو قابل اعتراض اور مضرت رساں قرار دیکر سزا تجویز کی تھی جس کو

نرسیندر پرشاد بنام سرکار عالی

اجلاس کامل نے بوجوہات مندرجۂ تجاویز صدر منسوخ فرمادیا۔ اجلاس کامل کی تجویز سے ظاہر ہے کہ ملزم اس وجہ سے بری ہوا کہ اُس کی تقریر مکمل پیش نہیں ہوئی تھی اور عدالت چیدہ چیدہ فقروں پر سے ملزم کو مجرم قرار دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اُن پر سے تقریر کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ مقدمۂ ہذا میں ملزم کی پوری تقریر پیش ہوئی ہے اور ملزم نے پیشکردہ تقریر سے اقبال بھی کر لیا ہے۔ اجلاس کامل نے جلسۂ متفقہ کی تجویز کو اس حد تک منسوخ فرمادیا کہ تقریر کے چیدہ چیدہ فقروں پر سے نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا بلکہ پوری تقریر پر سے رائے قائم ہوگی کہ مقرر کا منشاء اور اُس کی نیت کیا تھی۔ اجلاس کامل نے یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا کہ قواعد تحفظ کا فقرہ (ھ) مماثل ہے۔ دفعہ (۸۲) تعزیرات آصفیہ کے اور باوجود تعزیری دفعہ کی موجودگی کے قواعد تحفظ میں اضافہ کرنے سے واضعان قانون کا منشاء یہ تھا کہ اگر احتمال بھی ہو تو ملزم مستوجب سزا ہوگا۔ چنانچہ جسٹس عبدالحمید خاں صاحب کی تجویز میں صراحت ہے۔ احتمال کی صورت میں بھی ملزم کو مجرم قرار دیا جائے گا۔ فیڈرل کورٹ کی نظیر سے بھی کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ جو اصول دکن جلد (۳۴) کی نظیر میں طے ہوئے ہیں وہ نظیر مندرجۂ صدر سے بالکل مختلف ہیں بلکہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ الفاظ ایسے ہونے چاہئیں جن سے بدامنی کو مدعو کیا جائے یا ایسے ہونا چاہئیے کہ معمولی فہم کا آدمی یہ قرار دے کہ الفاظ سے نیت یا Tendency بدامنی پھیلانے کی تھی وہاں پر Sedition کا مقدمہ تصفیہ طلب تھا۔ موجودہ زمانہ کے حالات کے لحاظ سے عدالت نے یہ قرار دیا کہ جو نکتہ چینی گورنر اور گورنمنٹ پر کی گئی تھی اُس سے ہرگز ملزم کا یہ منشاء نہ تھا کہ گورنمنٹ کے خلاف پبلک میں خیالات نفرت یا حقارت پیدا ہوں۔ مقدمۂ ہذا میں پوری تقریر اس وقت ہمارے روبرو ہے جو ملزم کی مقبولہ ہے۔ اجلاس کامل کی نظیر کے لحاظ سے ہم کو پوری تقریر پر سے تصفیہ کرنا ہے کہ ملزم کا منشاء الفاظ معترضہ کے استعمال سے کیا تھا۔ اس ضمن میں دفعہ (۱۴) قانون شہادت کے لحاظ سے ملزم کے سابقہ افعال بھی واقعہ متعلقہ ہو جائیں گے۔ ہم نے صراحت سے تجویز کر دیا ہے کہ ملزم مختلف فرقوں میں نفرت وحقارت پیدا کرنے کا عادی تھا اور کئی دفعہ اُس کو متنبہ بھی کیا گیا اور بالاخر منانور میں نظر بند کئے جانے کی نوبت آئی۔ سندھ میں ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کی ممانعت پر (Protest) کرنے کی غرض سے جلسہ منعقد ہوا تھا۔ مقررین کو حق تھا کہ سندھ گورنمنٹ کے اس عمل کی نسبت اپنے خیالات ناپسندیدگی کا اظہار کریں وہ یہ کہنے کا بھی مجاز ہے کہ جس کتاب کو ممنوع کیا گیا ہے

اُس کو نہ صرف آریہ سماجی بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بشمول اہل اسلام وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں - چنانچہ دیگر معززین کے تقاریر اسی نہج پر ہوئیں اور اُن میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں پائی گئی مگر ملزم مندرجۂ ذیل جملہ کے استعمال کا مجاز نہ تھا -

"سر سید احمد خاں نے کہا تھا کہ اگر قرآن میں جنت کا جو ذکر کیا گیا ہے اگر واقعی وہی جنت ہے تو اسے میں علی گڈھ میں جو ہیرا منڈی ہے اُس سے کم نہیں سمجھتا"

یہاں یہ امر تصفیہ طلب نہیں ہے کہ دراصل سر سید احمد خاں بزرگ ہستی کے زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے یا نہیں یا اُن کا منشا اُن کے استعمال سے کیا تھا - امر تصفیہ طلب یہی ہے کہ قرآن شریف کے خلاف بغیر کسی موقع اور محل کے ملزم کی نیت ان الفاظ کے استعمال سے کیا تھی اور اُن کے استعمال سے حضرت بندگانعالی کے مختلف فرقوں میں حقارت و نفرت پیدا ہونے کا احتمال تھا یا نہیں اور ان الفاظ کے استعمال سے پبلک پر کیا اثر ہو سکتا تھا رپورٹ سے ظاہر ہے کہ جلسہ میں (۷۰ - ۸۰) اشخاص اہل اسلام سے موجود تھے - یہ ملزم بخوبی جانتا تھا کہ اگر اہل اسلام کی مقدس کتاب کی شان میں اُس کی تذلیل کرنے کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو اہل اسلام کو بیحد صدمہ ہوگا اور اُن کو طبقہ آریہ سماج سے سخت نفرت ہوگی - اس کا قوی احتمال بھی تھا کہ نفرت پیدا ہوگی ملزم نے اپنے اقبال سے نفرت اور حقارت کو مدعو کیا تھا اور ہر صورت میں ملزم پر یہ الزام ثابت قرار پاتا ہے - جلسہ کسی خاص مقصد سے ہوتا ہے جس میں ملزم کو اہل اسلام کی مقدس کتاب کو درمیان میں لانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی - اس سے ظاہر ہے کہ ملزم نے عمداً بالارادہ اس نیت سے اور اس احتمال سے کہ مختلف فرقوں میں نفرت و حقارت پیدا ہوگی - ان الفاظ کو استعمال کیا جس کی پاداش میں وہ سزا کا مستوجب ہے - لہذا ہم یکم اسفندار ۱۳۵۴ف کی تقریر کی حد تک ملزم پر الزام ثابت قرار دیتے ہیں اور اغراض انصاف رسانی کے لئے بجائے سزائے قید کے (۲۰۰) جرمانہ کی سزا کافی سمجھتے ہیں - کیونکہ ملزم نے سر سید کے منشاء کو صحیح طور پر نہیں سمجھا اور اسی غلط فہمی میں ان جملوں کو اپنے اغراض کے تحت استعمال کیا - لہذا

حکم ہوا کہ

ملزم کا مرافعہ تقریر مورخہ ۲۹ بہمن ۱۳۵۴ف کی حد تک منظور - ملزم کو اس الزام سے بری کیا جاتا ہے تقریر مورخہ یکم اسفندار کی نسبت مرافعہ نا منظور بپاداش جرم تحت قاعدہ (۷۳) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی ملزم مبلغ (۲۰۰) روپیہ جرمانہ ادا کرے - بصورت عدم ادائی دو ماہ قید میں رہے -

۱۳۵۴ف
۱۸۷۵
نمبر مقدمہ
منفصلہ
۲۳ آبان
۱۳۵۵ف

مرافعہ فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل رائے راج موہن لال صاحبان

سرکار پائیگاہ مرافع بنام محبوب صاحب مرافعہ علیہ

دفعہ (۱۶۲) ضابطۂ فوجداری - دفعہ (۳۲) قانون شہادت - مقتول کا بیان بوقت پنچنامہ ضربات کا قابل ادخال شہادت ہونا - دفعہ (۲۴) تعزیرات سرکار عالی - معالج کی لاپرواہی وجہ صحیح نہ ہونا - دفعات (۲۶۶ و ۲۲۴) تعزیرات سرکار عالی -

تجویز ہوئی کہ (۱) مقتول کے اُس بیان کو جو کہ پنچنامہ ضربات میں کوتوالی کی جانب سے درج کیا گیا ہو اور جس میں اُس نے ملزم کا نام بتلایا ہو - تحت دفعہ (۳۲) قانون شہادت استعمال کیا جاسکتا ہے اور مجموعۂ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (۱۶۲) نے بھی اس بیان کے استعمال کو ممنوع قرار نہیں دیا ہے -

(۲) مجموعۂ تعزیرات کی دفعہ (۲۴) کی توضیح دوم کے مدنظر یہ دلیل تسلیم کئے جانے کے قابل نہیں ہے کہ مقتول کی ہلاکت کی صحیح وجہ معالج کی لاپرواہی تھی نہ کہ ضربات کی شدت اور اس لئے ملزم کو قتل عمد یا قتل انسان مستلزم السزا سے بری کیا جانا چاہیئے -

(۳) جبکہ شہادت سے یہ پایا جاتا ہو کہ ملزم پر ہی پہلا وار کیا گیا تھا - مگر اُس نے حفاظت خود اختیاری کا کوئی عذر پیش نہ کیا ہو علاوہ یہ پایا جاتا ہو کہ ملزم ایک وار کر کے فرار ہو گیا - اس کے سوائے بیرحمی سے یا ناواجبی یا غیر معمولی طور پر ملزم کا کوئی عمل کرنا ظاہر نہ ہوتا ہو اور متضرر فوت ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں ملزم کے مقابلہ میں جرم تحت دفعہ (۲۶۶) نہیں بلکہ تحت دفعہ (۲۲۴) تعزیرات ثابت قرار پائیگا -

منجانب مرافع مولوی وجیہ الدین صاحب وکیل -

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد عبد الباقی صاحب و مولوی فخر الدین حسن صاحب وکلاء -

فیصلہ - بحث وکلاء فریقین سماعت ہوئے - ملزم پر ایک شخص قمر الدین کے جبیہ سے ہلاک کر دینے کا الزام ہے - مقدمہ بجرم قتل عمد سپرد سشن ہوا تھا - لیکن عدالت سشن نے ملزم کے حق میں بجرم دفعہ (۲۶۶) تعزیرات ایک سال قید باشقت کی سزا تجویز کی - اس تجویز کا نتیجہ یہ ہے کہ ملزم قتل عمد کے جرم سے بری متصور ہوگا - وکیل سرکار نے بعد منظوری سرکار اس جزئی تجویزات کی ناراضی سے ہمارے روبرو مرافعہ پیش کیا ہے -

مرافعہ بناراضی مولوی سید ولی اللہ حسینی صاحب ناظم سشن پائیگاہ مورخہ ۲۴ ارادی بہشت ۱۳۵۴ف -

سرکار پائیگاہ بنام محبوب صاحب

اور خود ملزم نے بھی تجویز سرکار کی ناراضی سے مرافعہ پیش کیا ہے۔ ملزم کا مرافعہ مسلمہ طور پر بیرون میعاد ہے لیکن معافی میعاد کے لئے ہم سے استدعا کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ تجویز کی نقل ملزم کے وکیل صاحب کے پاس رہی۔ جو علالت کی وجہ سے مرافعہ داخل نہ کر سکے۔ کہا جاتا ہے کہ ملزم کے وکیل صاحب کا اسی علالت سے انتقال ہوگیا۔ اس بیان کی تائید میں ملزم نے خود اپنا حلفنامہ پیش کیا ہے۔ وکیل صاحب سرکار کی حجت یہ ہے کہ ملزم کے وکیل صاحب کافی مدت تک زندہ رہے اور ان کے بیان حلفی کے پیش کرانیکا موقعہ حاصل تھا۔ لیکن چونکہ ان کا کوئی حلفنامہ داخل نہیں کرایا گیا اس لئے ملزم کے حلفنامہ پر توجہ نہیں کی جاسکتی۔ اسپر بھی ہم نے لائق وکیل ملزم کو روئداد پر بحث کرنے کا موقعہ دیا۔ لیکن ہماری رائے میں ملزم کا مرافعہ لائق منظوری نہیں ہے۔ یہ واقعہ ۲۴ فروردی ۱۳۵۳ف کا صبح کے (۷) بجے کا بیان کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مقتول ۲۹ فروردی گودوا خانہ پلی کھیڑ میں فوت ہوا۔ اس واقعہ کے بعد فوراً مقتول کو اس کے گھر لایا گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے باپ سے بقید نام ملزم یہ واقعہ بیان کر دیا۔ پولیس پٹیل نے اسی روز ملزم کے نام کے ساتھ کوتوالی متعلقہ میں رپورٹ بھیجدی اور ۲۳ فروردی ۱۳۵۳ف ہی کو مقتول کے ضربات کا پنچنامہ کوتوالی نے مرتب کر لیا۔ اس پنچنامہ میں مقتول کا صاف وصریح بیان درج ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ملزم محبوب صاحب نے اس کو جمبیہ سے مارا ہے مقتول کے اس بیان کو تحت دفعہ (۲۶) قانون شہادت استعمال کیا جاسکتا ہے اور مجموعۂ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (۱۶۹) نے بھی اس بیان کے استعمال کو ممنوع قرار نہیں دیا ہے۔ مقتول کے اس بیان کی تائید محمد حسین گواہ رویت کے اور بھیمنا گواہ رویت کے بیانات سے ہوتی ہے اور ہمیں کوئی معقول وجہ ان دونوں گواہوں کو جھوٹا باور کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ سمی دھیڑنی بھی واقعہ کے بعد فوراً وہاں پہنچ گئی اور اسی کی مدد سے محمد حسین نے مقتول کو متضرر حالت میں اس کے باپ کے گھر پہنچا دیا۔ سمی دھیڑنی کا بیان یہ ہے کہ اس کو مقام واقعہ ہی پر مقتول اور محمد حسین سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ محبوب ملزم نے قمرالدین کو جمبیہ سے زخمی کیا ہے۔ اس تمام شہادت پر اگر دوسری شہادت مشمولہ مثل کی روشنی میں غور کیا جائے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا کہ جو ضرر قمرالدین کی ہلاکت کا باعث ہوا وہ محبوب ملزم ہی کا پہونچایا ہوا تھا۔ ان حالات میں ہمیں صرف یہ تجویز کرنا ہے کہ محبوب ملزم کے مقابلہ میں کونسا جرم عائد کیا جاسکتا ہے عدالت سشن نے قتل عمد کا جرم عائد نہ کرنے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ مقتول کی ہلاکت کی وجہ معالج کی لاپرواہی تھی مجموعۂ تعزیرات کی دفعہ (۲۴) کی توضیح دوم کے مدنظر یہ دلیل تسلیم کئے جانے کے قابل نہیں ہے۔ لیکن جرم کے

سرکار پائیگاہ بنام محبوب خاں صاحب

تعین کیلئے ہمیں مقدمہ کے واقعات پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے ۔ واقعات یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ ملزم اور مقتول میں ایک عورت سے آشنائی کے سلسلہ میں رقابت ہوگئی تھی ۔ مقتول رفع حاجت کے بعد واپس آرہا تھا کہ ملزم بھی وہاں پہونچا ۔ اُس نے مقتول سے کچھ تکرار کر کے اُسے لکڑی سے ضرر پہونچایا ۔ اسپر دونوں زمین پر گر گئے ۔ ملزم نے اُٹھتے اُٹھتے اپنی کمر سے جمبیہ نکالا اور تیزی سے مقتول پر ایک وار کر کے وہاں سے فرار ہوگیا ۔ ان حالات میں یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ملزم نے مقتول کی ہلاکت کی نیت سے اس پر وار کیا یا اپنے کو بچانے کیلئے حفاظت خود اختیاری کے حق کا کوئی ادعاء نہیں کیا جاتا ہے اور نہ شہادت سے ایسے واقعات ثابت کئے گئے جن سے اس حق کا فائدہ ملزم کو دیا جاسکے ۔ لیکن ایسی صورت حال کا یہ لازمی نتیجہ نہیں ہے کہ ملزم سے ہلاکت کی نیت منسوب کر دیجائے اور اگر ہلاکت کی نیت منسوب بھی کیجائے تب بھی ہماری رائے میں مجموعہ تعزیرات کی دفعہ (۲۴۱) کا مستثنے چہارم صورت حال سے متعلق ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ ملزم صرف ایک وار کر کے فرار ہوگیا اور اس کا بیرحمی سے یا ناواجبی یا غیر معمولی طور پر کوئی عمل کرنا ظاہر نہیں ہوتا ۔ اس اعتبار سے ہماری رائے یہ ہے کہ ملزم کے مقابلہ میں جرم دفعہ (۲۴۶) نہیں بلکہ جرم دفعہ (۲۴۴) تعزیرات عائد ہوتا ہے اور گو ہماری رائے یہ ہے کہ مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے ملزم ایک سال قید سے زیادہ سزا کا متوجب تھا لیکن چونکہ ملزم سزائے مجوزہ بھگت کر رہا ہوچکا ہے اور یہ امر قرین معدلت معلوم نہیں ہوتا کہ اس کو پھر جیل میں واپس بھیجا جائے کہ اس لئے خاص حالات کے تحت ہم سزا میں اضافہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے نتیجہ ہماری تجویز کا یہ ہے کہ جو سزا عدالت سشن نے تجویز کی ہے وہ بجرم دفعہ (۲۴۴) تعزیرات متصور ہوگی ۔ لیکن سزا میں کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا

حکم ہوا کہ

مرافعہ سرکار حسب صراحت صدر منظور ۔ ملزم کا مرافعہ نامنظور ۔ سزائے مجوزہ عدالت سشن بجرم دفعہ (۲۴۴) تعزیرات متصور ہو ۔ اس کی ایک نقل دوسری مثل میں شریک ہو ۔

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل رائے راج موہن لال صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۲۶۲ سنہ ۱۳۵۵ف منفصلہ ۱۲ آبان ۱۳۵۵ف

ماڑپا وغیرہ نگرانی خواہاں بنام **کاڑپا** طرفثانی

دفعہ (۴۹۰) ضابطۂ فوجداری ۔

تجویز ہوئی کہ ہم یہ قرار دینے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ دفعہ (۴۹۰) ضابطۂ فوجداری صرف انہی

نگرانی بنارضی تجویز عدالت فوجداری ماتری مورخہ ۱۴ مرخورداد ۱۳۵۵ف ۔

جرائم سے متعلق ہے جس کا ارتکاب کسی حال میں بھی جبر مجرمانہ کے بغیر نہ ہو سکتا ہو۔ ہماری رائے ہے کہ اگر بطور واقعہ کے یہ ثابت ہو جائے کہ جرم منسوبہ کے ارتکاب میں جبر مجرمانہ کا استعمال ہوا ہے اور ایسے جبر سے کوئی شخص کسی جائداد غیر منقولہ سے بیدخل کیا گیا ہے اس لئے یہ بحث قابل قبول نہیں ہے کہ چونکہ مداخلت بیجا کی تعریف میں جبر مجرمانہ شامل نہیں ہے۔ اس لئے دفعہ (۴۹۰) اُس سے متعلق نہیں ہے۔ اس دفعہ کے متعلق کرنیکے لئے دیکھنا یہ ہوگا کہ آیا ملزم نے جبر مجرمانہ کا استعمال کیا تھا یا نہیں۔

منجانب نگرانیخواہاں مولوی محمد علی الدین صاحب انصاری و مولوی شاہ صابر احمد صاحب اڈوکیٹس۔

منجانب طرفثانی مولوی ابوالحسن سید علی صاحب و مولوی احمد شریف صاحب اڈوکیٹس۔

فیصلہ۔ وکلاء فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت ہوئے۔ ایک مداخلت بیجا مجرمانہ کے مقدمہ میں ملزمین ہی کو سزا ہوئی جو عدالت عالیہ سے بھی بحال رہی۔ آخری تجویز کے بعد مستغیث کی جانب سے عدالت میں درخواست پیش ہوئی کہ چونکہ ملزمین نے اس جرم کے ذریعہ انکی اراضی پر بالجبر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لئے تحت دفعہ (۴۹۰) ضابطۂ فوجداری اس کو قبضہ دلایا جائے۔ عدالت تحت نے اس درخواست کو منظور کر لیا جس کی ناراضی سے یہ نگرانی ہے۔

سب سے پہلی بحث یہ کی جاتی ہے کہ دفعہ (۴۹۰) کا حکم اصل مقدمہ کی تجویز کے وقت ہی صادر کیا جا سکتا تھا جب وہ حکم مرافعہ و نگرانی کے بعد ہی قطعی ہو گیا تو اب ایسے حکم کے دیئے جانیکا کوئی محل نہیں ۱۹۲۳ء سے پہلے برٹش انڈیا کے ضابطہ کے مماثل دفعہ کے الفاظ بھی تھے جو ہمارے دفعہ کے موجودہ الفاظ ہیں اور اُس وقت وہاں کے مختلف مجالس عالیہ میں اسبارہ میں اختلاف تھا کہ آیا مقدمہ میں آخری تجویز صادر ہو جانے کے بعد بھی دفعہ (۴۹۰) کا اختیار استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں کے عدالت عالیہ نے متواتر اس نظریہ سے اتفاق کیا تھا کہ اس اختیار کو بعد کی بھی کسی نوبت پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو نظائر عثمانیہ عدالت عالیہ جلد (۲) ص ۴۸۳۔ اسبارہ میں ہماری ذاتی رائے خواہ کچھ ہی ہو لیکن جبکہ عدالت عالیہ نے برٹش انڈیا کے ایکٹ سے اتفاق کر لیا ہے۔ تو ہم اس وقت کوئی دوسری رائے قائم کرنا صحیح نہیں سمجھتے۔ اس نقطۂ نظر سے عدالت تحت کا یہ عمل خلاف اختیار نہیں رہتا کہ اس نے اپنی سابقہ تجویز کے قطعی ہو جانے کے بعد دفعہ (۴۹۰) کے اختیار کو نافذ کیا ہے۔

ماڑپا
بنام
کاڑیا

دوسری بحث یہ کی جاتی ہے کہ دفعہ (۴۹۰) کا اختیار صرف ان صورتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے جب کوئی ایسا جرم ثابت قرار پایا ہو جس میں جبر مجرمانہ شامل ہو چونکہ مداخلت بیجا کی تعریف میں جبر مجرمانہ شامل نہیں ہے اس لئے یہ دفعہ غیر متعلق ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت تحت نے تجویز زیر نگرانی کے وقت اس مسئلہ پر غور نہیں کیا کہ آیا مقدمۂ ہذا میں جبر مجرمانہ ثابت ہے یا نہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدالت عالیہ کو بتاریخ ۱۳ ر خورداد ۱۳۵۵ ف التوار کا حکم صادر کرنا پڑا ۔ اگر تجویز زیر نگرانی میں اس نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہوتی تو ہمیں رائے قائم کرنے میں کوئی دشواری کا نہ ہوتی بصورت موجودہ ہمیں عدالت ابتدائی کی اس تجویز پر غور کرنا پڑتا جو سزا دیتے وقت اس نے صادر کی تھی ۔ اس تجویز سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ادعا یہ تھا کہ مستغیث کو مدعی نے جبر مجرمانہ کے ذریعہ بیدخل کیا اور اسی واقعہ کو ثابت قرار دیا گیا ۔ ہم یہ قرار دینے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ دفعہ (۴۹۰) صرف اُنہی جرائم سے متعلق ہے جن کا ارتکاب کسی حال میں بھی جبر مجرمانہ کے بغیر نہ ہوسکتا ہو اس بارہ میں بھی برٹش انڈیا کے نظائر میں بہت کچھ اختلاف ہے ۔ لیکن ہماری رائے یہی ہے کہ اگر بطور واقعہ کے یہ امر ثابت ہو جائے کہ جرم منسوبہ کے ارتکاب میں جبر مجرمانہ کا استعمال ہوا ہے اور ایسے جبر سے کوئی شخص کسی جائداد غیر منقولہ سے بیدخل کیا گیا ہے تو دفعہ (۴۹۰) کے اختیار کو استعمال کیا جاسکتا ہے بہر صورت ہماری رائے میں بصیغۂ نگرانی دست اندازی کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ بالخصوص جبکہ دفعہ (۴۹۰) ہی نے اس فرق کو بتادیا ہے کہ بصورت ناراضی اُسے کیا چارہ کار اختیار کرنا چاہئے ۔

ہمارے روبرو یہ بحث بھی کیگئی ہے کہ عدالت تحت نے دفعہ (۱۴۸) ضابطۂ فوجداری کے تحت کارروائی کرکے نگرانی خواہ کے حق میں قبضہ بحال رکھا ہے اور اب کسی عدالت فوجداری کے حکم سے اس حکم میں ترمیم نہیں کی جاسکتی ۔ اس بحث کو ہم تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں ۔ دفعہ (۱۴۸) کے تحت جو حکم دیا گیا ہے اُس کو ہم نے ملاحظہ کیا وہ حکم اسپر مبنی ہے کہ جرم منسوبہ کی جو تاریخ بیان کی جاتی ہے اسپر مستغیث بیدخل ہوگیا تھا اور ملزمین کا قبضہ ناجائز ہی ہو اس تاریخ پر ہوگیا تھا اور چونکہ تاریخ حکم تک اس واقعہ کو دو ماہ سے زیادہ گزر چکے تھے اس لئے تحت دفعہ (۱۴۸) اس قبضہ کو برخاست نہیں کیا جاسکتا ۔ خود اس تجویز سے معلوم ہوتا تھا کہ عدالت تحت ملزمین کے قبضہ کو جائز قرار نہیں دیتی تھی اور ایسے ناجائز قبضوں کو جو جبر مجرمانہ کے ذریعہ حاصل کرلئے گئے ہوں برخاست کرنے کے لئے دفعہ (۴۹۰) وضع ہوئی ہے ۔ خود دفعہ (۱۴۸) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو قبضہ

ہاڑپا بنام کاڑپا

اس دفعہ کے رو سے دیا گیا ہے وہ اسوقت تک برقرار رہے گا جبتک کسی قانون کے رو سے برخواست نہ کیا جائے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تحت دفعہ ۵۹۹ ضابطہ فوجداری کوئی حکم دینا قانونی طریقہ نہیں ہے۔

حکم ہوا کہ

نگرانی نامنظور۔

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

نمبر منفقدہ ۸۲۳ ۱۳۵۵ف
منفصلہ ۳۱ شہریور ۱۳۵۵ف

باجلاس آنریبل پنڈت سری پت راؤصاحب و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی ارکان

کاشی ناتھ راؤ نگرانخواہ بنام سدنا وغیرہ طرفثانیان

دفعہ (۳۸۱) تعزیرات۔ مداخلت بیجا بخانہ میں وکیل کا قبضہ مالک کا قبضہ تصور نہ ہونا۔ وکیل کی حیثیت ایک خانگی ملازم کی نہ ہونا۔

از آنریبل پنڈت سری پت راؤصاحب رکن۔

(۱) ایک وکیل کے دفتر وکالت میں یا کسی کاروبار کرنے والے شخص کے دفتر کاروبار میں داخل ہوکر اُس کی نشست گاہ پر قابض ہوجانا اس ارادہ سے کہ اُسکو بطور دفتر وکالت یا دوکان استعمال نہ کرسکے اُسکے رنج کا باعث ہوسکتا ہے۔

(دفعہ (۳۸۱) تعزیرات کا حوالہ دیا گیا)۔

(۲) ہماری دالنست میں اگر کوئی وکیل کسی موکل سے بہ تقرر ماہوار اُسکے مقدمات میں پیروی کرے۔ تو اُس کی ملازمت یا اُس کا تعلق مذکور ایسا نہیں ہے کہ اُس کو ایک خانگی ملازم جو گھریلو یا خانہ داری کے معمولی کام انجام دیتا ہو یا کسی پہرہ دار یا محافظ مکان کے مماثل قرار دیا جائے (یعنے مداخلت بیجا کے الزام میں مالک یہ عذر نہیں کرسکتا کہ وکیل کا قبضہ اسی کا قبضہ ہے کیونکہ وکیل اُس کا ملازم ہے)۔

از آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی رکن۔

جب مال قبضہ ملکیت سے علحدہ ہوجائے تو پھر مالک کے پاس بطریق مقررہ عدالت چارہ کار معینہ صرف اُس کو دوبارہ حاصل کرنے کا حق یا امکان باقی رہجاتا ہے اور اُس کو یہ حق نہیں ہے کہ عین قابض واقعی کو اپنی قوت

نگرانی بنا راضی تجویز مولوی حفیظ الکبیر خاں صاحب منصرم زائد ناظم عدالت ضلع گلبرگہ۔ مورخہ ۳۱ فروردی ۱۳۵۵ف۔

کاشی ناتھ راؤ
بنام
سلدنا

حقیت کی بنا، پر کچھ اور مسلح اور غیر مسلح اشخاص کی قوت سے یا اپنے دست بازو
کی قوت پر اُس کے تصرف میں راست عمل کے ذریعہ کوئی عمل کر سکے یا مزاحمت کرے۔

منجانب نگرانیخواہ راجہ بہادر رائے لکشمیشور ناتھ صاحب و مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی ابوالحسن سید علی صاحب و مولوی سید احمد شریف صاحب و مولوی سید اسمعیل صاحب ایڈوکیٹس۔

منجانب طرفثانیان نواب اکبر یار جنگ بہادر ایڈوکیٹ و مولوی داؤد خاں صاحب وکیل۔

از آنریبل پنڈت سمری پت راؤ صاحب رکن۔

مباحث سماعت ہوئے مستغیث نگرانیخواہ نے استغاثہ تحت دفعات (۱۸۱ و ۳۴ و ۱۲) تعزیرات سرکار عالی اس بیان سے دائر کیا کہ مستغیث مکان زیر بحث پر قابض تھا۔ بتاریخ ۲۸ آبان ۱۳۵۳ف بوقت ۸ ساعت شب ملزمین جن میں سے چند مسلح تھے مکان مقبوضہ نگرانیخواہ میں داخل ہوئے اسلئے ان پر مداخلت بیجا کا الزام عائد ہوتا ہے۔ ملزمین کے افعال سے مستغیث کو رنج پہونچا۔ عدالت نگرانی عنہا نے بعد تحقیقات یہ طے کیا کہ اسمیں شبہ نہیں کہ ناگائی اور چند ملازمین کے مستغیث کے مقبوضہ مکان میں فروکش ہوئی تھی، لیکن جس جبر و تشدد کے ساتھ اسکی اقامت کو مخلوط کیا گیا ہے اس کا ثبوت درکار ہے۔ یہ بھی طے کیا کہ مستغیث (۲۰ع) روپیہ ماہوار پر ملزمہ کے پاس ملازم تھا اسلئے اس کا قبضہ رعایتی منجانب مالک تصور ہوگا۔ اس لئے ملزمین لائق رہائی ہیں۔ تجویز مذکور کی ناراضی سے نگرانی ہے۔ ہم نے ایڈوکیٹ صاحبان فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت کئے اور بیانات گواہان شمیہ مثل پر بھی نظر ڈالی۔ کل (۱۳) گواہان مستغیث کے جانب سے پیش ہوئے ہیں۔ جنکے منجملہ گواہ نمبر (۱) مولوی غلام افضل صاحب مہتمم پولیس کے بیان پر عدالت نگرانی عنہا نے تفصیل سے تبصرہ کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ موصوف کا بیان عدالتی اس مقدمہ میں سب سے زیادہ پیچیدگی اور الجھاؤ پیدا کر رہا ہے۔ بیان مذکور سے عدالت نگرانی عنہا نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس سے دو امور واضح ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ مکان پر بلاشبہ مستغیث کا قبضہ واقعی تھا۔ دوم یہ کہ ملزمہ نمبر (۲) یا اس کے ہمراہیوں کی نیت کسی جرم کے ارتکاب کرنے کی نہ تھی۔ ہم نے بھی گواہ مذکور کے بیان پر تفصیل سے غور کیا۔ گواہ کا یہ بیان ہے کہ اس نے بتاریخ ۵ آذر ۱۳۵۴ف ہیڈم پہونچکر مکان زیر بحث کا معائنہ کیا تو یہ ثابت ہوا کہ کاشی ناتھ راؤ صاحب وکیل مکان کے ایک حصہ میں جو بجانب ریلوے لائن واقع ہے کافی عرصہ سے قابض ہیں۔ چنانچہ کاشی ناتھ راؤ صاحب کا بیان و رانی صاحبہ مدنہ کا بیان اور مکان کے اندر جو مستورات تھیں اور جو سامان اور انتظام تھا۔ اس سے انکا بحیثیت مختار و وکیل مکان پر قبضہ رہنا پایا گیا۔ اسی مکان

کاشی ناتھ راؤ
بنام
سدنا

سے ملا ہوا ایک حصہ ہے جسکو میں اس مکان کا دوسرا حصہ کہتا ہوں وہاں کاشی ناتھ راؤ وکیل کا وکالت خانہ تھا۔ یعنے قانونی کتب کی الماریاں اور فوٹو آویزاں تھے اور بیٹھک کے لئے فرش تھا۔ اس پر بھی کاشی ناتھ راؤ کا قبضہ تھا۔ بیان مذکور کے مدنظر اور دیگر شہادت شمولہ پر غور کرنے کے بعد ہماری دانست میں روئداد ترتیب فرد جرم کے لئے کافی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نوبت مقدمہ پر شہادت سے اجزاء جرم کس حد تک بادی النظری طور پر ثابت ہوتے ہیں مستغیث کا ادعا یہ ہے کہ اس کا قبضہ مکان زیر بحث پر بحیثیت کرایہ دار تھا۔ ناگائی ملزمہ کا ادعا یہ ہے کہ وہ مکان کی مالکہ ہے اور اس نے مکان کا درمیانی حصہ اپنے قیام کے لئے مختص کر رکھا تھا اور جب کبھی سیڑم آتی تھی تو اسی جگہ ٹھیرتی تھی۔ چنانچہ تاریخ واقعہ پر بھی وہ اسی طرح آکر ٹھیری اور اس نے کوئی جبر و تشدد نہیں کیا۔ عدالت نگرانی عنہا نے واقعات مقدمہ پر اس نقطہ نظر سے غور نہیں کیا جس طرح سے ناگائی کی جوابدہی ہوئی ہے کہ آیا مکان کے تین حصص ہیں جسکے منجملہ ایک حصہ پر مستغیث قابض ہے دوسرا ناگائی کے لئے محفوظ رکھا جاتا ہے اور تیسرا کرایہ پر انسپکٹر انجمن امداد باہمی کو دیا گیا تھا بلکہ عدالت نگرانی عنہا نے یہ طے کیا کہ ناگائی تاریخ واردات پر مستغیث کے مقبوضہ مکان میں فرد کش ہوئی تھی۔ حالانکہ ناگائی کا یہ ادعا نہیں ہے بلکہ بملاحظہ بیان تحریری تحت دفعہ (۳، ۲) ضابطہ فوجداری ناگائی کا ادعا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس حصۂ مکان میں جس پر کہ مستغیث قابض ہے ابتک مداخلت نہیں کی جس کا مطلب یہی ہے کہ مستغیث کے مقبوضہ حصہ پر اس نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ اس طرح جب عدالت تحت نے ایک حد تک ملزمہ کے بیان پر اعتبار نہیں کیا بلکہ یہ طے کیا کہ ملزمہ معہ اپنے ملازمین کے مستغیث کے مقبوضہ مکان میں فرد کش ہوئی تو اب یہی غور کرنا ہے کہ آیا دیگر اجزاء جرم مداخلت بیجا مجرمانہ کا مواد مثل میں موجود ہے یا نہیں۔ یہاں پر ہم اس امر کا کوئی قطعی تصفیہ کرنا نہیں چاہتے کہ آیا ناگائی کی جوابدہی مندرجہ بیان تحت دفعہ (۳، ۲) ضابطہ فوجداری کے مدنظر اگر وہ ثابت ہو جائے تو مقدمہ پر اس کا کیا اثر مترتب ہوگا۔ روئداد سے یہ واضح ہے کہ رات کے ۸ بجے تاریخ واردات پر ملزمین بندوق اور تلوار وغیرہ سے مسلح ہو کر مکان میں داخل ہوئے۔ اسوقت مستغیث موجود نہ تھا۔ مکان کا پھاٹک باہر سے بند تھا جس کو ملازمین مستغیث نے اس عذر کے ساتھ کھولنے سے انکار کیا کہ کنجی انکے پاس نہیں ہے بس ایسے مقفل پھاٹک کو کھولنے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی قوت کا استعمال ہوا ہی نہ ہوگا۔ علاوہ برین بیان مستغیث اور دیگر شہادت سے بادی النظری طور پر یہ ثابت ہے کہ جو سامان مستغیث نے ایک کمرہ میں رکھا تھا اسکو ملزمین نے نکالکر پھینکدیا۔ یہ افعال ایسے ہیں جس سے مستغیث کو رنج پہنچا ہو۔ ایک وکیل کے دفتر وکالت میں

کاشی ناتھ راؤ بنام سدنا

یا کسی کاروبار پیشہ کرنے والے شخص کے دفتر کاروبار یا دوکان میں داخل ہو کر اس کی نشست گاہ پر قابض ہو جانا جہاں اسکی الماریاں اور دیگر سامان متعلقہ دفتر وکالت یا دوکانداری یا کاروبار رکھا ہوا ہے اس ارادہ سے کہ اُس کو بطور دفتر وکالت یا دوکان یا کاروبار استعمال نہ کر سکے رنج کا باعث ہو سکتا ہے۔ عدالت نگرانی نے اپنے فیصلہ میں صرف اس امر پر بحث کی ہے کہ مکان زیر بحث میں داخل ہوتے وقت اگر جبر و تشدد ثابت نہ ہو تو ملزمین پر کوئی الزام عائد نہ ہو سکے گا لیکن بلحاظ دفعہ (۴۸۱) واضح ہے کہ اگر کوئی ملزم کسی ایسی جائداد پر جو دوسرے کے جائز قبضہ میں ہو۔ ابتداءً بطور جائز داخل ہو جائے لیکن بعد میں اگر بطور ناجائز ٹھیرا رہے تب بھی دیگر اجزاء جرم ثابت ہونے پر اُس کو مرتکب جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے مستغیث کے مقبوضہ حجروں کے اندر کا سامان نکال کر پھینکدینا یا مستغیث کے مقبوضہ اس حصہ میں جس میں اس کا دفتر وکالت ہے مداخلت کرنا جرم ہو سکتا ہے۔ گو ابتداءً ملزمین مکان میں بطور جائز ہی داخل کیوں نہ ہوئے ہوں۔

اب یہ سوال غور طلب ہے کہ آیا مستغیث کا قبضہ بحیثیت ملازم تھا جسکو ملزمین ہر وقت بے دخل کر سکتے تھے ہماری دانست میں اگر کوئی وکیل کسی موکل سے بتقرر ماہوار اسکے مقدمات میں پیروی کرے تو اسکی ملازمت یا اس کا تعلق مذکور ایسا نہیں ہے کہ اس کو ایک خانگی ملازم جو گھر بلو اور خانہ داری کے معمولی کام انجام دیتا ہو یا کسی پہرہ دار یا محافظ مکان کے مماثل قرار دیا جائے بس عدالت تحت کا یہ تصور کہ مستغیث کا قبضہ بحیثیت ملازم تھا اور واقعہ کرایہ داری ثابت نہ ہونے سے ملزمین اسکو بیدخل کرنے کے مجاز ہیں محتاج غور ہو جاتا ہے بہرحال مثل میں بحالت موجودہ اس امر کی شہادت نہیں ہے کہ مستغیث کا قبضہ مکان پر محض رعایتی تھا۔ اس امر کے متعلق کہ کن حالات میں جرم مداخلت بیجا مجرمانہ کا اطلاق ہوگا۔ لائق وکلائے فریقین نے نظائر محولہ حاشیہ پر استدلال کیا۔ ان نظائر میں جو اصول طے فرمائے گئے ہیں۔ ان پر اس نوبت مقدمہ پر کسی تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ عدالت تحت بوقت صدر فیصلہ آخر انکی روشنی میں عمل کرے گی۔ جو کچھ بہ نوبت موجودہ دیکھنا ہے وہ اسی قدر ہے کہ آیا اجزائے جرم کا بادی النظر میں مواد مثل میں موجود ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ جرح مکرر اور شہادت صفائی کے بعد اس مواد میں کوئی تغیر یا اضافہ ہو۔ اس زاویہ نگاہ سے غور کرنے کے بعد یہ واقعہ بحالت موجودہ ثابت ہے کہ ملزمین مستغیث کے مقبوضہ مکان میں

دکن لا رپورٹ جلد (۳۵) ص ۱۷۳۔
۵۴ انڈین کیسز ص ۶۲۶۔
۴۶ انڈین کیسز ص ۶۳۰۔
۳۱۷ انڈین کیسز ص ۱۷۰۔
دکن لا رپورٹ جلد (۴۳) ص ۲۰۷۔
دکن لا رپورٹ جلد (۲۵) ص ۱۵۔

کاشی ناتھ راؤ
بنام
سلہ نا

داخل ہوئے مستغیث کا سامان نکالکر باہر پھینکدیا گیا جسوقت ملزمین داخل ہوئے اُسوقت واقعی قبضہ مستغیث کا تھا اور یہ قبضہ کسی محافظ مکان یا ملازم خانگی کی حیثیت سے نہ تھا۔ یہ مواد ہماری دانست میں ترتیب فردجرم کے لئے کافی ہے۔ آیا مداخلت بیجا مجرمانہ مذکور قبل از قبل تیاری کر کے عمل میں آئی یا نہیں اور اس لحاظ سے فردتحت دفعہ (۳۸۱) تعزیرات مرتب ہوگی یا کسی اور دفعہ یا دفعات زیر عنوان "مداخلت بیجا مجرمانہ" مصرحہ تعزیرات سرکار عالی مرتب ہوگی۔ اس کا تصفیہ عدالت ماتحت سے ہوگا اور عدالت تحت دفعات محولہ کے منجملہ مناسب دفعہ کے تحت فردجرم مرتب کرے گی اور بعد کارروائی ضابطہ بہ تکمیل جرح مکرر بہ شہادت صفائی مقدمہ کا حسب ضابطہ فیصلہ کرے گی۔ اس غرض کے لئے مثل عدالت نگرانی عنہا میں مسترد کیجاتی ہے۔ لہذا

حکم ہوا کہ

نگرانی منظور۔ حسب صراحت صدر بغرض ترتیب فرد قرارداد جرم و کارروائی ضابطہ مثل عدالت نگرانی عنہا میں واپس ہو۔

آنریبل مولوی محمد جلیل الزماں صاحب صدیقی رکن۔

محترم برادر کی مختصر اور واضح تجویز میں اُس مقام کے پیش نظر جہانتک کارروائی پہونچ چکی تھی اور جس مقام سے اب لوٹائی جائے گی صرف اسی حد تک امور واقعاتی کو کھولا جاسکتا تھا اور صرف ہدایتی صورت سے اشارات کئے گئے ہیں یعنی یہ مقصود نہیں ہے کہ عدالت نگرانی علیہ بالاخران واقعاتی نتائج کو اخذ کرنے پر جس امر میں وہ خود بالکلیہ آزاد ہے اس تجویز کی وجہ سے لاچار ہوگی۔ فیصلہ زیر نگرانی میں ملکیت اور قبضہ کے تخیلات اس شدت مخلوط ہوگئے ہیں کہ اُن کے سلجھانے کیلئے مقدمہ کے بعض واقعاتی پہلوؤں کو بھی نمایاں کرنے کی ضرورت ہوئی ورنہ ترتیب فردجرم کا مقام فوجداری کارروائی میں یہ ہے کہ جو کچھ مواد اُسوقت تک ابتدائی کے روبرو آگیا ہو اور جو ضابطہ کی رو سے اُس وقت تک ایک ہی جانب سے آتا ہے اُس پر غور کرنے کے بعد عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ کیا شہادت پیش شدہ کی روشنی میں مقدمہ کو اس طرح ختم کردینا چاہئے کہ ملزم رہا کردیا جائے یا اسقدر مواد عدالت کے روبرو آگیا ہے کہ ملزم کو اپنے اوپر عائد کردہ الزام کے تعین کے ساتھ اپنی جوابدہی پر آجانا چاہئے۔ گو دفعہ (۲۱۳) ضابطہ فوجداری میں لفظ ثبوت مستعمل ہوا لیکن اُس مقام کے تعلق سے جہانتک بوقت ترتیب فردجرم کارروائی پہنچتی ہے ثبوت اسی معنی میں متصور کیا جاسکتا ہے کہ اُسوقت تک شہادت پیش شدہ سے بھی رائے قائم کیجاسکتی ہے یا نہیں کہ

کاشی ناتھ راؤ بنام سرکار

ملزم قابل رہائی نہیں ہے بلکہ مقدمہ آگے بڑھے گا۔ پس یہاں ثبوت بہ معنی ثبوت برائے فرد جرم ہے نہ کہ اپنے معمولی معنی میں کہ تمام شہادت کے آجانے کے بعد شہادت کو چھانٹ کر بالآخر فریقین کی شہادت کو مقابلہ میں رکھکر ایک ایسا آخری نتیجہ اخذ کیا جائے جس کے بعد جہاں تک عدالت مجوز کا تعلق ہے نفس مقدمہ میں تحقیقات کا نتیجہ بہ معنی براءت یا تجویز سزا صادر ہو۔ یاد رکھئے کہ باغراض ضابطہ فوجداری براءت اور رہائی ہم مضمون یا ہم معنی نہیں ہیں فیصلہ زیر نگرانی کے ملاحظہ سے ہمیں یہ عجیب صورت نظر آئی کہ عدالت نے صرف استغاثہ کی شہادت کو یہ سمجھ لیا کہ گویا مقدمہ میں مکمل شہادت آچکی ہے اور بین السطور کچھ ایسے مفروضہ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ گویا ایسے امور جو جوابدہی میں پیش اور ثابت ہونا چاہئے تھے۔ اُن کے متعلق ملزمین کے افعال اور نیت کے تعلق سے موثر شہادت جزو مثل ہے۔ حالانکہ ملزمین ابھی اپنی جوابدہی تک نہیں پہنچے تھے۔ قیاسات یا شبہات اس معنی میں کہ شہادت حلفی کی موجودگی میں ممکن ہے کہ ایسا نہیں ہوا جیسا کہ حلفاً بیان کیا گیا بلکہ اور ہوا ہو۔ ترتیب فرد جرم کے بعد محتاج ثبوت ہوگا۔ اس لئے فرد جرم کی ترتیب جہاں اجزائے جرم کی شہادت مہیا ہوجائے ضروری ہوتی ہے نہ صرف اس لئے کہ نفس امر پر جو ایک جانب شہادت ادا کیگئی ہو اُس کی عین تکذیب یا تردید کیجائے بلکہ اس غرض سے بھی کہ ایسے مزید حالات اور کیفیات کی وضاحت ہو کہ جس سے وہی واقعات کسی اور روشنی اور نقطہ نظر سے دیکھے جاسکیں بہرحال ان امور کے پیش نظر جو برادر ذی علم کی تجویز میں آگئے ہیں مقدمہ یہاں پر ختم نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اس روئداد میں آخری نوبت تک نہیں پہنچا تھا۔

فی زمانہ معاملات کی وسعت اور پیچیدگی انواع و اقسام کے حقوق اور اُس کے قبضہ اور تصرفات کے اعتبار سے قبضہ اور تصرف کے تخیل کو حقیت اور ملکیت کے خصوصیات اور لوازمات سے ممتاز کرنا ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ حقیت اور ملکیت جسکی غرض فی نفسہ قبضہ اور تصرف اور استفادہ ہے۔ دراصل استحقاق قانونی حق قبضہ یا تصرف ملک دیگر اجزاء کے ساتھ ملکیت کامل کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اور یہ استحقاق قانونی بالجبر راست قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ بتوسط عدالت یا محکمہ جیسی کہ صورت ہو عمل کرنے کی مجازیت ہے۔ جہاں قبضہ ملکیت سے علحدہ ہوجائے تو پھر مالک کے پاس بطریق مقررہ عدالت یا چارہ کار معینہ صرف اُس کو دوبارہ حاصل کرنے کا حق یا امکان باقی رہ جاتا ہے۔ اور اُس کو یہ حق نہیں ہے کہ عین قابض واقعی کو اپنی قوت حقیت کی بناء پر کچھ اور مسلح اور غیر مسلح اشخاص کی

کاشی ناتھ راؤ بنام سدنا

قوت سے یا اپنے دست بازو کی قوت پر اُس کے تصرف میں راست عمل کے ذریعہ کوئی عمل کر سکے یا مزاحمت کرے۔ یعنی قوت استحقاق اور قبضہ حاصل کر لینے کی مادی قوت دونوں کے ملجانے کے بعد بھی اتنی قوت نہیں ہوتی کہ قابض واقعی کو بالجبر بیدخل کیا جاسکے۔ کیونکہ قانون واقعی قبضہ کا محافظ ہے اور اُسوقت تک قبضہ کی حفاظت کریگا تاوقتیکہ عدالت یا حاکم مقتدر حقیت کی بناء پر اُس کے لازمی جزو یعنی قبضہ کو جو اُس سے منقطع ہوگیا تھا پھر منسلک نہ کرائے۔ قانون نے جائز طور پر راست عمل (SELF HELP) کی جن اشکال میں اجازت دی ہے مثلاً حفاظت خود اختیاری وغیرہ۔ یہ ایسے اشکال ہیں جو ایک مالک کو واقعی قابض کے مقابلہ میں کارآمد یا اس طرح سودمند ہوں جیسکی کہ صورت یہاں پر پیش آگئی ہے۔ ایک تو یہ صورت ہوگی کہ مالک واقعی قابض ہو اُس کا ملازم۔ نوکر۔ ٹبلر۔ یا ورچی جن سے جس فریضہ کا تعلق ہو۔ صحن۔ باغیچہ۔ مکان۔ برتن بھانڈا سے اپنی ملازمانہ حیثیت سے ادائی فرائض میں تعلق رکھتا ہو لیکن یہ صورت قبضہ نہیں۔ قبضہ ان تمام اشکال میں مالک ہی کا ہے اور مالک کے افعال ایسے ملازمین کے ذریعہ سے عمل میں آتے ہیں جن سے جائداد یا اشیاء کا تعلق ہو۔ یہاں حقیت و قبضہ منسلک ہے الگ نہیں ہوا لیکن ایسے ملازم کا کسی جائداد پر قبضہ متصور ہی نہیں ہوسکتا۔ قبضہ ایک خصوصیت قانونی رکھتا ہے کہ غیر قابض کے مقابلہ میں بھی اپنی نوعیت کا ایک حق ہے۔ یہانتک کہ اگر غصب کی صورت سے ہو تو ضرور زمانہ سے عین مقابضت حق ملکیت کو بھی فنا کر دیتی ہے۔ دفعہ (۱۴۵) ضابطہ فوجداری و دفعہ (۹) قانون دادرسی خاص حفاظت قبضہ کے خصوصی چارہ کار ہیں۔ جہاں حقیت کو عمداً نظرانداز قبضہ کے مقابلہ میں کردیا جاتا ہے۔ خواہ ایسا قبضہ غاصبانہ کیوں نہ ہو۔ ایسے ملازمین کا استعمال یا تعلق جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا کوئی شکل قانونی فی نفسہ رکھتی ہی نہیں کہ اُس کو قبضہ سمجھا جاسکے۔ یہاں یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں بلکہ ملکیت کے ساتھ قبضہ صرف اس طرح منسلک ہے کہ قانونی قابض اور واقعی قابض میں کرایہ دارانہ تعلق ہے اور معاہداتی رشتہ قائم ہوگیا۔ ابتدائی زمانہ میں بحیثیت (SLATUS) کو کچھ ایسی اہمیت حاصل تھی کہ شاید مالک کے مقابلہ میں قابض زبان نہ ہلا سکتا۔ حیثیت کے زوال کے ساتھ معاہدات کی اہمیت بڑھنے لگی اور کرایہ دار کا قبضہ مالک کے مقابلہ میں فی نفسہ ایک ایسا مستحکم حق قانونی ہے جو نہ صرف شرائط معاہدات پر مبنی ہے۔ بلکہ قانون نے بعض حالات میں مالک کے حقوق معاہدہ پر بھی ایسی قیود اور شرائط عائد کر دیئے ہیں جو معاہدہ کرایہ داری میں بطور شرائط معاہدہ

کاشی ناتھ راؤ بنام سدنا

شامل نہیں۔ یہ معاملات حیثیت کے دائرہ سے نکلکر معاہدہ کے دائرہ میں آگئے اور وہاں بھی معاشی یا قومی ضروریات کے پیش نظر اور قیود سے بھی آزاد نہیں رہے۔ ایسی صورت میں عدالت تحت نے جس نقطہ نظر سے ایک وکیل کے اپنے موکلہ کی جائداد کے قبضہ کو جو رشتہ معاہداتی پر مبنی تھا ایک ایسا قبضہ سمجھ لیا جو اُنکے تصورات غلامی کے مماثل ہو کہ غلام کو آزادی حق و قبضہ بطور خود نہیں بلکہ صرف اپنے مالک کے جانب سے اور اُسی کے لئے ہوسکتی تھی اور فی نفسہ ذات۔ صلاحیت۔ حقیت قبضہ نہیں رکھتی تھی۔ یہ شکل محض تعلق ملازمت کی بنا پر قطعاً روا نہیں رکھی جاسکتی ورنہ اُس کے اور کیا معنی ہیں کہ ایک وکیل کا کرایہ دارانہ قبضہ ایک ایسا امر تصور کیا جائے جسکو کوئی حیثیت قانونی صرف اس لئے حاصل نہیں کہ فرائض وکالتانہ انجام دہی میں لازم ہے۔

مجھے برادر ذی علم کی تجویز سے اتفاق ہے۔

مرافعہ فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خانصاحب و آنریبل مولوی محمد عبدالحمید خاں صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۱۰۹۶ سنہ ۱۳۵۵ف منفصلہ ۲۳ شہریور سنہ ۱۳۵۵ف

دادا راؤ مرافع بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

دفعہ (۳۶۲) تعزیرات کب متعلق ہوتی ہے۔ دفعہ (۳۵۹) تعزیرات کیلئے مضر اثر پڑنا کافی ہے۔

تجویز ہوئی کہ (۱) دفعہ (۳۶۲) تعزیرات کے عائد ہونے کیلئے یہ ضروری ہیکہ کسی جانور کے عضو یا خود اُس جانور کو بیکار کردیا جائے۔ اسلئے کسی بیل کی زبان کے ایک ٹکڑے کے کاٹ دینے پر بغیر کسی طبی شہادت کے کہ بیل کی زبان بیکار ہوگئی ہے اس دفعہ کو متعلق نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اس امر کے ثابت ہونے پر کہ ملزم نے مستغیث کے بیل کی زبان کا ایک حصہ کاٹ دیا۔ ملزم کی جانب سے اس بحث کو قابل قبول قرار نہیں دیا جاسکتا کہ دفعہ (۳۵۹) تعزیرات عائد ہونے کیلئے یہ بھی ثابت ہونا چاہیے کہ بیل میں کام آنیکی قابلیت معدوم یا کم ہوگئی ہے۔ اس کیلئے بیل پر مضر اثر پڑنا کافی ہے۔

منجانب مرافع پنڈت رنگ راؤ صاحب و مولوی محبوب علی صاحب وکلاء۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹس و پنڈت گوپال راؤ صاحب مرحوم و مولوی سید جعفر حسین صاحب وکلاء

مرافعہ بنا راضی تجویز مولوی بشیرالدین احمد صاحب ناظم صوبہ گلبرگہ شریف مورخہ ۱۵ امرداد سنہ ۱۳۵۵ف۔

داد ارادۂ نبام سرکار عالی

فیصلہ۔ ملزم پر یہ الزام ہے کہ اس نے مستغیث کے بیل کی زبان کاٹ دی اور اس طرح جرم تحت دفعہ ۳۶۲ تعزیرات کا مرتکب ہوا۔ ہر دو عدالتہائے تحت نے اس جرم کو ثابت قرار دیا ہے۔ ملزم نے ہمارے روبرو مرافعہ ثانیہ کیا ہے اور اس کے لائق وکیل صاحب کی بحث یہ ہے کہ چونکہ روئداد سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ بیل اب تک پوری طرح کام دے رہا ہے اس لئے جرم منسوبہ عائد نہیں ہو سکتا۔ انکی بحث یہ ہے کہ نقصان رسانی کے عائد ہونے کے لئے یہ ثابت ہونا ضروری تھا کہ بیل میں کام آنے کی قابلیت معدوم یا کم ہو گئی ہو اور چونکہ ایسی کوئی شہادت نہیں ہے اس لئے یہ الزام عائد نہیں ہو سکتا۔

ہمیں اس بحث سے اتفاق نہیں ہے۔ نقصان رسانی کی تعریف میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ ”گویا جو اس شئے پر مضر اثر ڈالے“ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بیل کی زبان کاٹ دینا اُس پر مضر اثر نہیں ڈال سکتا۔ کسی جانور کی زبان قدرت نے کام لینے کے لئے ہی بنائی ہے اگر اس زبان کو کاٹ ڈالیجائے تو زبان کا جو کام ہے اس سے جانور کلاً یا جزاً محروم ہو جائے گا اور اس طرح زبان کا کاٹ دیا جانا جانور پر مضر اثر ڈالے گا۔ البتہ جرم دفعہ (۳۶۲) تعزیرات کے عائد ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی جانور کے عضو کو یا خود اُس جانور کو بیکار کر دیا جائے۔ چونکہ روئداد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زبان کا ایک ٹکڑا علحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس لئے بغیر کسی طبی شہادت کے یہ کہنا مشکل ہے کہ اس عمل سے بیل کی زبان بیکار ہو گئی۔ لائق وکیل سرکار کو یہ تسلیم ہے کہ ایسی کوئی شہادت شریک مثل نہیں کرائی گئی جس سے یہ ثابت ہو کہ ملزم کے عمل سے بیل یا اس کی زبان بیکار ہو گئی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیل کی زبان کم کار آمد ہو گئی۔ لیکن یہ امر دفعہ (۳۶۲) کے جرم کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لحاظ سے ہماری رائے میں دفعہ ۳۶۲ تعزیرات کا جرم عائد نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ جرم دفعہ (۳۵۹) کے عائد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جہاںتک واقعات کا تعلق ہے بصیغہ مرافعہ ثانیہ ہمیں دست اندازی کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ لہذا

حکم ہوا کہ

مرافعہ ترمیماً منظور۔ ملزم بجائے ایک سال قید بامشقت کے بجرم دفعہ (۳۵۹) تعزیرات دو ماہ قید بامشقت میں بسر کرے۔

مرافعہ فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل رائے راجموہن لال صاحب ارکان

سنہ ۱۳۵۴ ف
نمبر مقدمہ ۱۲۰۹ لغایت ۱۲۰۹
منفصلہ ۲ر آبان سنہ ۵۵ ف

جہاد و وغیرہ مرافعان بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

دفعہ (۲۷۳) ضابطہ فوجداری کے تحت بیان قلمبند کرنے کا طریقہ۔ حق حفاظت خود اختیاری کب پیدا ہوتا ہے اور کب تک باقی رہتا ہے۔ دفعہ (۲۴) قانون شہادت۔ دفعہ (۱۶۶) قانون شہادت۔ پنچناموں کا بیان قابل ادخال شہادت نہیں ہے۔

تجویز ہوئی کہ (۱) دفعہ (۲۷۳) ضابطہ فوجداری کا منشا یہ ہے کہ اس امر کی طرف جو ملزمین کے خلاف شہادت سے ظاہر ہوا ہے اُنکو توجہ دلایا جائے تاکہ اُس میں اس کی توضیح کا موقعہ ملے۔ یہ مقصد صرف اُسی حالت میں حاصل ہوسکتا ہے جبکہ بیان لیتے وقت حاکم عدالت کے ذہن میں پورا مقدمہ محفوظ ہو اور اُسے یہ معلوم ہو کہ کس کس ملزم کے خلاف کیا کیا امر شہادت پیش شدہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ عدالت کا یہ کام ہے کہ ایسے تمام امور کی طرف ملزمین کی توجہ دلا کر اُن سے اُنکی بابت جواب لے۔ اگر ایسا عمل نہ ہوا ہو اور ملزمین سے صرف ایک سوال کرکے اُس کا ایک سطری جواب تحریر کرلیا گیا ہو تو اُس میں بطور جواب دہی کے کسی امر کے عدم موجودگی کا کوئی اثر نہیں لیا جاسکتا۔

(۲) اگر شہادت سے یہ ثابت ہو کہ ملزمین و مقتول میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ مقتول نے ملزمین کی پارٹی میں سے ایک شخص کو ہلاک کردیا تھا اسکے بعد جبکہ مقتول بھاگ رہا تھا تو ملزمین نے اُس کا تعاقب کیا۔ مقتول ایک کوٹھے میں جا چھپا تو ملزمین کوٹھے کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے اور مقتول کو ہلاک کئے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ملزمین کے لئے حفاظت خود اختیاری کے حق کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔ (آبٹر)

(۳) جب دونوں فریق مسلح ہو کر آزادانہ طور پر جنگ کریں تو کسی فریق کو بھی حفاظت خود اختیاری کا حق اُسوقت تک نہیں دیا جاسکتا جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ اس فریق کو حفاظت کے لئے وہ عمل کرنا ضروری تھا جو اُس نے کیا۔ (آبٹر)

(۴) جب شہادت سے یہ ثابت ہو کہ دونوں فریق مسلح حالت میں تھے اور مقتول نے پہلا حملہ کرکے ایک شخص کو ہلاک کردیا تو ایسی صورت میں دوسری

مرافعہ بنا راضی تجویز مولوی سید محی الدین علیخاں صاحب زائد ناظم صوبہ اورنگ آباد موسومہ ۵ر مہر سنہ ۱۳۵۴ف۔

مہادو
بنام
سرکارعالی

پارٹی کو حفاظت خود اختیاری کا جو حق حاصل ہوا تھا اُسکے نسبت اُسوقت تک اُس کا ضائع ہونا نہیں کہا جاسکتا جبتک کہ یہ بھی نہ ثابت ہوجائے کہ مقتول کی جانب سے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا تھا۔

(۵) اگر روئداد سے ایسا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو کہ ملزمین کا فعل حق حفاظت خود اختیاری کے نفاذ میں ہوا ہے تو اُنکو اس کا نفع ملنا چاہئے۔ (گو اُنہوں نے اپنے بیان تحت دفعہ (۲۷۳) ضابطہ فوجداری ایسا کوئی عذر پیش نہ کیا ہو)۔

(۶) بیانات ملزمین کو جو کہ پنچناموں میں درج ہوں بطور شہادت نہ دیکھا جانا چاہئے اور نہ اُن سے کسی طور کا کوئی اثر لینا چاہئے۔

(دفعہ (۲۴) قانون شہادت اور دفعہ (۱۶۶) ضابطہ فوجداری کا حوالہ دیا گیا۔)

منجانب مرافعان مولوی مرتضیٰ احمد صاحب انصاری ایڈوکیٹ و پنڈت وشنو ناتھ راؤ صاحب وڈگیر کرو کیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹس و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکلاء سرکار

فیصلہ۔بحث وکلاء فریقین تفصیل سے سماعت کیگئی۔ نو نفر ملزمین کا چالان بجرم قتل عمد پیش ہوا تھا اور اسی الزام میں مقدمہ سپرد سشن ہوا۔ عدالت سشن نے بعد تحقیقات دو ملزمین ہنمنتو اور لچھنا کو بری کردیا لیکن (۷) نفر مرافعان کو قتل انسان مستلزم سزا کا مجرم قرار دیکر مختلف میعاد کی سزائیں تجویز کیں۔ اس تجویز کی ناراضی سے ملزمین نے علحدہ علحدہ مرافعے کئے ہیں اور چونکہ روئداد ایک ہی ہے۔ اس لئے ہم نے ان مرافعوں کی یکجائی سماعت کی منجانب سرکار جو نگرانی ازدیاد سزا کی پیش ہوئی ہے اسی سلسلہ میں ہم نے وکیل سرکار کی بحث بھی سماعت کی۔ یہ واقعہ ۱۲ مہر ۱۳۵۳ ف کا بوقت دس گیارہ بجے دن موضع سونا تعلقہ بھینسہ ضلع ناندیڑ کے دیول ہنومان کے قریب ہونا بیان کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایک شخص مہادو کو ان ملزمین نے قتل کیا۔ مقدمہ کے واقعات یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ اس دیول میں مان پان کی رسم ادا ہو رہی تھی اور ہنمنتو ملزم بری شدہ اپنی جانب سے پوجا کر رہا تھا۔ مہادو مقتول کا ادعا یہ تھا کہ مان پان کا حق اس کا ہے اور ہنمنتو کو سیندو لگانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ مہادو دیول کے قریب ہنمنتو کو پوجا کی رسوم سے روکنے کیلئے آیا اور ہنمنتو کی پارٹی کے ایک شخص نارائن کو قتل کردیا اور ایک دوسرے شخص لچھمیا کو ضرر شدید پہنچایا۔ استغاثہ کی روایت یہ ہے کہ ان جرائم کا ارتکاب کرکے مہادو فرار ہوا کہ ملزمین نے جو ہنمنتو کی پارٹی کے افراد ہیں اس کا

مہادو بنام سرکار عالی

تعاقب کیا۔ مہادو نے اپنے جانوروں کے کوٹھے میں داخل ہوکر اندر سے زنجیر بند کرلی اور اسطرح محبوس ہوگیا۔ ملزمین نے جب یہ دیکھا تو اولاً دروازہ توڑنے کی کوشش کی اور پھر اس کوٹھے کی دیوار پر چڑھکر سنگباری کی۔ لیکن جب اس سے انکے انتقام کی آگ نہ بجھ سکی تو انہوں نے کلہاڑیاں منگوائیں جنکے آنے پر دروازہ کا چکلہ توڑ دیا گیا اور ہاتھ اندر ڈالکر زنجیر کھولدی۔ اس زنجیر کے کھلنے پر جملہ ملزمین اندر داخل ہوگئے اور مقتول کو وہیں ہلاک کردیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ عدالت سشن میں یہ بحث کیگئی کہ اگر ملزمین کا یہ فعل کرنا ثابت قرار پائے تو ان کا فعل حفاظت خود اختیاری کے حق کے اندر تھا اور وہ کسی جرم کے مرتکب نہیں ہیں لیکن عدالت سشن نے اس بحث کو دو وجوہ کی بناء پر رد کردیا۔ اول یہ کہ ملزمین کی ایسی جوابدہی نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ جب مہلوک قتل اور ضرر شدید کے ارتکاب کے وجہ فرار ہورہا تھا اور کسی دوسرے جرم کے ارتکاب کا اندیشہ باقی نہیں رہا تھا تو حق حفاظت خود اختیاری اگر پیدا ہی ہوا تھا تو وہ ختم ہوگیا اور ملزمین کو اس کا حق نہ تھا کہ مقتول کے کوٹھے کا دروازہ توڑکر اندر داخل ہوتے اور اس طرح مقتول سے اپنا انتقام لیکر اُسے ہلاک کردیتے۔ عدالت سشن کی پہلی بحث اس لئے قابل تسلیم نہیں ہے کہ ملزمین کے بیانات جس طرح قلمبند ہونے چاہئے تھے اسطرح قلمبند نہیں ہوئے۔ بیانات تحت دفعہ (۲۷۳) میں ہر ملزم سے ایک ہی سوال کیا گیا اور وہ سوال بھی اہلکار پیشی کے قلم کا لکھا ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسی نے وہ سوال مرتب کیا ہے۔ اس ایک سوال کے جواب میں ملزمین نے جو کچھ کہا وہ لکھ لیا گیا اور کسی ملزم کا جواب نصف سطر سے زیادہ نہیں ہے۔ اسطرح ملزمین کے بیانات قلمبند کرنے سے دفعہ (۲۷۳) ضابطہ فوجداری کا منشاء پورا نہیں ہوتا۔ اگر ایسے بیان میں ملزمین نے بالصراحت کوئی جوابدہی نہ کی ہو تو اس کا کوئی اثر انکے خلاف نہیں لیا جاسکتا۔ ایک قتل کے مقدمہ میں ملزمین کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور یہ اُمید نہیں کیجاسکتی کہ کسی سوال کے ہونے تک وہ اس کا جواب دینے کے بعد اپنی طرف سے بھی اپنی جوابدہی کے بیان کرنے کی ہمت کرسکیں۔ دفعہ (۲۷۳) کا منشاء یہ ہے کہ ہر اس امر کی طرف جو ملزمین کے خلاف شہادت سے ظاہر ہوا ہے انکو توجہ دلائی جائے تاکہ انہیں اسکی توضیح کا موقع ملے۔ یہ مقصد صرف اُسی حالت میں حاصل ہوسکتا ہے جبکہ بیان لیتے وقت حاکم عدالت کے ذہن میں پورا مقدمہ محفوظ ہو اور اُسے یہ معلوم ہو کہ کس کس ملزم کے خلاف کیا کیا امور شہادت پیش شدہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ عدالت کا یہ کام ہے کہ ایسے تمام امور کی طرف ملزم کو توجہ دلاکر اُنسے انکی بابت جواب لے۔

جہاندو بنام سرکارعالی

اگر اسی طرح سوالات ہوں اور انکے جوابات سے حق حفاظت خود اختیاری کے ادعا کی تردید ہوتی ہے تب البتہ بیانات دفعہ (۲۷۳) سے صحیح نتیجہ اخذ کیا جاسکے گا لیکن جب سوالات اہلکار پیشی نے مرتب کئے ہوں اور ان سوالات سے یہ قطعاً معلوم نہ ہوتا ہو کہ خود سوال مرتب کرنے والے کی ذہن میں مقدمہ کی روئداد ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ملزمین نے کوئی ایسا بیان نہیں کیا جو نہیں کرنا چاہئے تھا۔ عدالت سشن کی دوسری حجت قانونی نقطۂ نظر سے غلط نہیں ہے۔ اگر فی الواقع شہادت سے یہ امر ثابت ہو کہ ملزمین نے مقتول کا تعاقب کرکے اور کوٹھے کا دروازہ توڑ کر اس کے اندر داخل ہوکر مقتول کو ہلاک کیا تو ظاہر ہے کہ حفاظت خود اختیاری کے حق کا کوئی موقع نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن شہادت کے دیکھنے کے بعد اس پر پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا کہ واقعات اُسی طرح ظہور پذیر ہوئے جس طرح استغاثہ کی جانب سے بیان کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے اس امر پر اطمینان نہیں ہوتا کہ جہادو کا قتل اس کے جانوروں کے کوٹھے کے اندر ہوا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو قرینہ یہ ہے کہ اس کوٹھے کی حالت کا پنچنامہ ہوتا اور وہاں کی خون آلود مٹی محفوظ کیجاتی۔ استغاثہ کا بیان ہے کہ اس کوٹھے کا دروازہ کلہاڑی سے توڑا گیا۔ اس دروازہ کی حالت کا بھی پنچنامہ مرتب کیا جاتا تاکہ اسمیں شبہ کی گنجائش نہ رہے کہ مقام واقعہ وہی ہے جو استغاثہ نے بیان کیا ہے۔ استغاثہ کے گواہ کشٹیا پنچ نے یہ بیان بھی کیا ہے کہ ایسا پنچنامہ مرتب ہوا تھا لیکن ہمیں حیرت ہے کہ وہ پنچنامہ شریک مثل نہیں ہے۔ اس پنچنامہ کی عدم موجودگی وجہ سے ہم مجبور ہیں کہ محض لسانی بیانات کی بناء پر مقام واقعہ کا تعین کریں۔ یہ لسانی شہادت سائنا گواہ نمبر (۲) گنگو بائی گواہ نمبر (۳) اور جہدو گواہ نمبر (۴) ایرو بائی گواہ نمبر (۹) اور لچھمی بائی گواہ نمبر (۱۰) نے ادا کی ہے۔ ان میں سے گنگو بائی مقتول کی ماں ایرو بائی مقتول کی زوجہ اور لچھمی بائی مقتول کی دختر ہیں۔ البتہ سائنا اور جہدو گواہان کو آزاد کہا جا سکتا ہے یہ دونوں گواہ کسی دوسرے گاؤں کے باشندے ہیں اور یہ امر غور طلب ہے کہ عین پولہ کے دن یہ لوگ اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے گاؤں کیوں آئے تھے۔ سائنا کا بیان اگر صحیح ہے تو وہ مقام جہاں سے جہدو نے واقعہ کو دیکھنا بیان کیا ہے مقام واقعہ سے تین فرلانگ کے فاصلہ پر ہے اور درمیان میں دوسری عمارتیں حائل ہیں۔ اسطرح اگر سائنا کے بیان کو باور کیا جائے تو جہدو گواہ نمبر (۴) کے مشاہدہ کی نفی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جہدو گواہ مقتولین کے سنگباری کرنے اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے کے واقعات بیان نہیں کرتا۔ اس طرح جو دو گواہ آزاد کہے جاسکتے تھے انکے بیانات میں ایسا اختلاف ہے کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو سچا نہیں کہا جا سکتا۔ رپورٹ ابتدائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ

مہادو
بنام
سرکار عالی

اس واردات کے گواہ سٹوا۔ بیریا۔ اور گنگیا۔ پریا مانگ تھے۔ لیکن ان میں سے بجز سٹوا گواہ نمبر (۱۲) کے کوئی شخص شہادت میں پیش نہیں کیا گیا اور اس سٹوا نے بھی بیلوں کے کوٹھے کے واقعہ کے متعلق ایک لفظ بیان نہیں کیا ہے۔ بلکہ صرف دیول کے واقعہ کی بابت شہادت دی ہے۔ وکیل سرکار کی بحث ہے کہ رپورٹ ابتدائی کے وقت رپورٹ کنندہ کو پوری طرح واقعہ کی تفصیلات معلوم نہ تھیں۔ اور اس نے انہیں لوگوں کے نام بطور گواہ کے لکھدیئے ہیں جنہوں نے دیول کے واقعہ کو دیکھا تھا۔ اس توضیح کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو نتیجہ یہی نکلیگا کہ ابتداً تصور یہی تھا کہ نارائن اور مہادو دونوں کا قتل اور لچھمیا کے ضرر شدید کا واقعہ دیول ہی کے متصل ہوا ہے اور جانوروں کے کوٹھے کا واقعہ بعد میں اس غرض سے وضع کیا گیا ہے کہ ملزمین کو حفاظت خود اختیاری کی بحث کا موقعہ نہ ملے۔

پنچنامہ بابت موت ۱۳ ار مہر ۱۳۵۳ ف کو یعنی واقعہ کے دوسرے دن ہوا ہے۔ اس کا خانہ (۲) رپورٹ ابتدائی کے مضمون کے لئے مقرر ہے اور اس خانہ میں جس رپورٹ ابتدائی کا اندراج ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو رپورٹ اُسوقت تک مفتش کے سامنے موجود تھی اس میں پورا واقعہ دیول کے قریب ایک ہی جگہ ہونا بیان کیا گیا تھا۔ شہادت صفائی سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا واقعہ ایک ہی جگہ وقوع پذیر ہوا اور مہادو کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی نعش کو جانوروں کے کوٹھے میں منتقل کیا گیا۔ مقتول کی جو عورتیں شہادت میں پیش ہوئی ہیں ہم نے انکے بیانات کو تفصیل سے سنا لیکن ہمکو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ بھی پورے واقعات بیان کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ نارائن کے قتل اور لچھمنا کے ضرر شدید کے جیسے اہم واقعات کو بھی کچھ بیان کرنے آمادہ نہیں ہیں۔ وٹھوبا گواہ نمبر (۸) دیول کے واقعہ کی شہادت دینے پیش کیا گیا ہے۔ لیکن وہ بھی نارائن کے قتل اور لچھمنا کے ضرر کے متعلق کچھ نہیں کہتا بلکہ اس کو اس پر اصرار ہے کہ مہادو مقتول کی پارٹی کے کسی آدمی کے پاس بھی کوئی ہتیار نہیں تھا۔ اسی طرح لچھمی رام گواہ نمبر (۷) بھی بیان کرتا ہے۔ لچھمی رام اور وٹھوبا دونوں مقتول کے بھائی ہیں۔ اس لئے اس شہادت پر تو پوری طرح بھروسہ کرکے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ استغاثہ کی یہ روایت بالکل صحیح ہے کہ مقتول کا قتل اس کے جانوروں کے کوٹھے کے اندر ہوا۔ مقتول کی نعش کے قریب ایک جنبیہ پایا گیا اور یہ باور کرانے کی کوشش کیجاتی ہے کہ یہ جنبیہ وہی تھا جس سے اُس نے نارائن کا قتل اور لچھمنا کو زخمی کیا۔ اگر یہ صحیح ہو کہ جسوقت مقتول مہادو اپنے جانوروں کے کوٹھے میں محفوظ ہو گیا تھا اُسوقت اُسکے ہاتھ میں یہ جنبیہ موجود تھا تو ہماری سمجھ میں یہ نہیں آ سکتا کہ دروازہ کا چکلہ ٹوٹنے کے بعد مقتول کسی کو اجازت

نہ دےسکتا تھا کہ وہ اپنا ہاتھ سوراخ کے اندر داخل کرکے اندر سے زنجیر کھول لے۔ جس جنبیہ سے وہ ابھی
ایک آدمی کو ہلاک اور دوسرے کو زخمی کرچکا تھا اُسی جنبیہ سے وہ نہایت آسانی سے اس آدمی کے ہاتھ
کو بھی زخمی کرسکتا تھا جو کوٹھے کے اندر ہاتھ ڈالنے کی ہمت کرے۔ اس کوٹھے کے دروازہ کے متعلق بھی
بیانات مختلف ہیں۔ ایک طرف تو روایت ہے کہ کلہاڑی سے دروازہ کا چیکلہ نکالا گیا اور ہاتھ اندر داخل کرکے
زنجیر کھولدی گئی اور دوسری طرف ایروبائی زوجہ مقتول یہ بیان کرتی ہے کہ یہ دروازہ ٹٹی کا تھا اور ملزمین اُسے
توڑکر اندر داخل ہوئے۔ بغرض پورے واقعہ کو ذہن میں رکھا جائے تو قرینہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ مہادو کا قتل
بھی دیول کے قریب اُسی تکرار میں واقع ہوا جس میں نارائن قتل ہوا اور لچھمنا زخمی ہوا۔ اگر صورت واقعہ یہ
قرار دیدیجائے تو عدالت سیشن کی وہ حجت باقی نہیں رہتی جسکی بنا پر اس نے ملزمین کو حفاظت خوداختیاری
کا حق دینے سے انکار کیا۔ بظاہر صورت واقعہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ دیول کے قریب مان پان کے سلسلہ
میں فریقین میں کوئی جھگڑا ہوا جس میں دونوں فریقین کا ایک ایک شخص ہلاک ہوا اور ہر دو فریق کے کچھ
آدمی مجروح ہوئے۔ ان حالات میں بھی یہ ضروری نہ تھا کہ ملزمین کو حفاظت خوداختیاری کے حق سے مستفید
کیا جائے۔ کیونکہ جب دو فریق مسلح ہوکر آزادانہ طور پر جنگ کریں تو کسی فریق کو بھی حفاظت خوداختیاری
کا حق اُس وقت تک نہیں دیا جاسکتا جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ اس فریق کو حفاظت کے لئے وہ عمل کرنا ضروری
تھا جو اُس نے کیا لیکن مقدمہ ہذا میں صورت حال یہ ہے کہ استغاثہ نے حق حفاظت خوداختیاری کی
نفی کے لئے ایک ایسا قصہ بیان کیا جو شہادت سے ثابت نہیں ہے۔ ملزمین سے اس طرح سوالات
نہیں ہوئے کہ وہ اپنی جوابدہی واضح طور سے کرسکیں اور اگر شہادت صفائی کا باور کیا جائے تو مقتول
کو اس حالت میں ضرر پہنچایا گیا جبکہ اس سے اس کا اندیشہ تھا کہ وہ دوسرے لوگوں پر بھی حملہ کریگا۔
ان حالات میں جبکہ بیلیوں کے کوٹھے کے واقعہ کو نظرانداز کردیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ مہادو مقتول کا
قتل اور نارائن کا قتل ایک ہی مقام پر واقع ہوا تو جبتک استغاثہ کی شہادت سے یہ معلوم نہ ہوتا ہو کہ
ملزمین ہی نے اولاً زیادتی کی۔ صفائی کی شہادت سے آنکھیں بند نہیں کیجاسکتی۔ یہ امر تو اب بھی استغاثہ کا
مسلمہ ہے کہ اس واقعہ کی ابتداء مہادو مقتول کی جانب سے ہوئی ہے اور اُسی نے اولاً نارائن کو
ہلاک اور لچھمنا کو زخمی کیا ہے اور اگر یہ قرار دیا جائے کہ خود مہادو کا قتل بھی اسی مقام پر ہوا ہے تو جبتک
یہ معلوم نہ ہو کہ مہادو کی جانب سے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا تھا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حفاظت خوداختیاری کا

مہادو بنام سرکار عالی

جو حق شروع ہوا تھا وہ صحیح ہو گیا شہادت صفائی سے چونکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملزمین کا عمل حق حفاظت خود اختیاری کے نفاذ میں ہوا ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ انکو اس حق سے محروم کرنے کیلئے مسل میں کوئی مواد نہیں ہے۔ الہ آباد ہائیکورٹ سے (۲) ججوں نے حال ہی میں غلبۂ آراء سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر روئداد سے ایسا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو کہ ملزمین کا فعل حق حفاظت خود اختیاری کے نفاذ میں ہوا ہو تو انکو اس کا نفع ملنا چاہئے اور وہ قابل برأت قرار پائیں گے۔

عدالت سشن کی تجویز پڑھکر ہمیں اس پر بھی تعجب ہوا کہ ذی علم ناظم سشن نے ان بیانات سے ملزمین کو جو پنچناموں میں درج ہیں بطور شہادت کے دیکھا ہے ان سے اثر لیا ہے اور ان پر استدلال کیا ہے حالانکہ یہ امر قطعاً خلاف قانون ہے بالخصوص جبکہ ان بیانات میں ملزم کا اقبال درج ہو۔ کیونکہ کوئی بیان اقبالی جو کوتوالی کے مواجہ میں ہوا ہو وہ بجز اس صورت کے قابل ادخال نہیں ہے جبکہ دفعہ (۲۴) قانون شہادت اس سے متعلق ہو سکے۔ دوران تفتیش میں جو بیانات ہوئے ہیں انکے قابل ادخال شہادت ہونے کی عام طور پر دفعہ (۱۶۲) ضابطہ فوجداری بھی مانع ہے۔ بہر صورت ہماری رائے میں شہادت پیش شدہ اس قابل نہیں ہے کہ ان ملزمین کو مجرم قرار دیا جا سکے۔

حکم ہوا کہ

ملزمین کے مرافعے منظور۔ انکو الزام منسوبہ سے بری کیا جاتا ہے وہ اسوقت ضمانت پر رہا ہیں اسلئے ضمانت نامجات منسوخ متصور ہونگے۔ اس تجویز کے بعد سرکار کی اندرباد سنرار کی نگرانی کی منظوری کا کوئی محل نہیں ہے اسلئے اُسے داخل دفتر کر دیا جائے اور اسکی ایک ایک نقل دیگر اسنلہ متعلقہ میں شریک ہو۔

نگرانی فوجداری اجلاس منفردہ

باجلاس آنریبل مولوی احمد محی الدین صاحب انصاری رکن

نمبر مقدمہ ۱۵۹ سنہ ۱۳۵۴ ف
منفصلہ ۱۵ آذر ۱۳۵۶ ف

بالو پراؤ عرف مادھو راؤ وغیرہ — نگرانیخواہان — بنام — سرکار عالی ذریعہ عبدالحکیم صاحب — طرف ثانی

ملازم سرکاری کے فرائض کی انجامدہی میں مزاحمت۔ تحقیر عدالت۔ دفعہ (۱۰۴) ضابطہ فوجداری۔

تجویز ہوئی کہ اگر تفصیلی کارروائی میں یہ ظاہر ہو کہ مال مسروقہ کو کسی شخص نے جبراً ناظر عدالت سے واپس لے لیا ہے تو اُس کا یہ فعل تعزیری جرم تک پہنچتا ہے۔ اور

نگرانی بنا راضی تجویز مولوی سید محمد دستگیر صاحب ناظم عدالت ضلع بیدر شریف مورخہ ۳۰ بہمن ۱۳۵۵ ف۔

باپوراؤ
بنام
سرکارعالی

عدالت تعمیل کنندہ اس جملہ کارروائی کو جائز طور پر پولیس کے سپرد کرسکتی ہے۔ ایسے شخص کی جانب سے یہ بحث قابل قبول نہیں ہوگی کہ اُس کا فعل صرف تحقیر عدالت کی حد تک ہے اور کارروائی حسب دفعہ (۴۰۱) ضابطہ فوجداری عمل میں آنا چاہئے۔

منجانب نگرانیخواہان مولوی محمد جہانگیر علی صاحب اڈوکیٹ وپنڈت دتاتری راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ۔ ایک حکمنامہ قرقی کی تعمیل میں ناظر عدالت بیلیف اور جوان طلبانہ مدیون کے مکان پر پہنچے۔ اُسی مکان میں مدیون کا بھائی بھی رہتا تھا۔ مگر اُسوقت دونوں غیر حاضر تھے۔ ناظر نے بمواجہ پنچان ٹین پتھر جو صحن میں رکھے ہوئے تھے قرق کئے اور ٹین پتھر باہر لاکر رکھا۔ اس کارروائی کی تکمیل میں مصروف تھے کہ نگرانیخواہ باپوراؤ برادر مدیون آیا اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ مال مقروقہ مدیون کا نہیں ہے بلکہ اس کا ذاتی ہے۔ قرقی غلط ہوئی ہے۔ جبراً اعمال عدالت کی تحویل سے مال مقروقہ لیکر گھر میں لیجاکر رکھدیا۔ حاضرین اور جمعدار پولیس کی (جو لعبد میں بلائے گئے تھے) افہام تفہیم کارگر نہ ہوئی۔ نگرانیخواہ نے دروازہ بند کرلیا اور مال مقروقہ واپس کرنے سے انکار کردیا۔ ناظر نے پنچنامہ ورپورٹ عدالت میں پیش کردی اور بمقابلہ نگرانیخواہ تدارک کی استدعا کی۔ عدالت منصفی نے یہ کارروائی پولیس میں منتقل کرکے ہدایت کی کہ حسب ضابطہ باپوراؤ کے خلاف کارروائی کیجائے۔ اسکی ناراضی سے عدالت ضلع میں مرافعہ ہوا جو نامنظور کیا گیا۔ مرافعہ ثانی عدالت العالیہ میں پیش ہونے پر بصیغۂ نگرانی اس پر غور کرنے کیلئے نمبر پر لیا گیا۔ اس نوبت پر واقعات مندرجہ صدر کی صحت یا عدم صحت پر ہمکو غور کرنا نہیں ہے اور نہ اس کے متعلق کسی اظہار رائے کی ضرورت ہے۔ اڈوکیٹ صاحب نگرانی خواہ کی بحث یہ ہے کہ دراصل نگرانیخواہ کے فعل کو تعمیل ڈگری میں مزاحمت قرار دینا چاہئے۔ اگر یہ مزاحمت بیجا خلاف ضابطہ ہے تو زیادہ سے زیادہ نگرانیخواہ کو بصورت صحت واقعات تحقیر عدالت کا مرتکب قرار دیا جاسکے گا۔ ایسی صورت میں حسب دفعہ (۴۰۱) ضابطہ فوجداری عدالت ابتدائی پر یہ لازم تھا کہ نگرانیخواہ کو طلب کرکے جواب لیتی اور اپنے فعل کے جواز کے ثابت کرنے کا موقع دیتی۔ لیکن منصف صاحب نے محض ناظر صاحب کی رپورٹ پر نگرانیخواہ کے خلاف مقدمہ قائم کرنے کیلئے پولیس کو ہدایت دیدی ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اسکے علاوہ اُنھوں نے یہ بھی بحث کی ہے کہ جس طرح جائداد غیر منقولہ کے قبضہ دلانے میں تابعض کی جانب سے مزاحمت کیجاسکتی ہے، اُسی طرح مال منقولہ کی قرقی میں بھی مزاحمت نا جائز متصور نہیں ہوسکتی۔ دفعہ (۴۰۱) ضابطہ فوجداری کی رو سے حاکم عدالت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ پہلے ابتدائی تحقیقات کرے۔

بالپوراؤ بنام سرکار عالی

یہ اس کا اختیاری فعل ہے۔ جس سے ارتکاب جرم کے متعلق صحت کا اطمینان مقصود ہوتا ہے لیکن ایسی صورتمیں جبکہ اور طور پر عدالت کو اطمینان ہوجائے کہ کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہے اور اسکی اطلاع اُسکو عدالتی کارروائی کے ضمن میں ہوئی ہے تو وہ تحقیر عدالت کا مقدمہ قائم کرکے کسی مجسٹریٹ کے پاس بھیج سکتی ہے۔ عدالت تحت نے تحقیر عدالت کے مسئلہ کو بادی النظری طور پر نظر انداز کردیا ہے۔ یہ قابل ذکر ہے کہ واقعات مندرجہ پنچنامہ و رپورٹ ناظر اگر صحیح ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملازم سرکاری کے فرائض منصبی کے انجام دہی میں مزاحمت کے علاوہ عاملان عدالت کے قبضہ سے مال مقروقہ چھین لیا گیا ہے اور یہ دونوں تعزیری جرائم ہیں۔ اسلئے نگرانیخواہ کے اڈوکیٹ کی یہ بحث کہ بالپوراؤ کا فعل صرف تحقیر عدالت میں داخل ہے اور حسب دفعہ (۱۰۴) عمل نہ ہونے سے کارروائی بے ضابطہ اور قابل تنسیخ ہے صحیح نہیں متصور ہوسکتی۔ واقعات کے لحاظ سے عدالت میں ضابطہ کی تحقیقات ہوگی اور ناظر کی رپورٹ اور پنچنامہ کی صحت کی جانچ ہوگی اور نگرانیخواہ کو یہ ثابت کرنے کا موقع حاصل رہیگا کہ اسکے افعال مزاحمت جائز تک محدود رہے ہیں اور وہ قابل مواخذہ نہیں ہیں۔ ہمکو عدالتہائے تحت کی متفقہ تجاویز میں دست اندازی کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی لہذا

حکم ہوا کہ

نگرانی نامنظور۔

مرافعہ فوجداری جلسہ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل رائے راجموہن لال صاحب ارکان

سنہ ۱۳۵۵ ف
نمبر مقدمہ ۵۸۹
منفصلہ ۲۴ شہریور سنہ ۵۵ ف

سرکار عالی مرافع بنام وزیر خاں ولد رسول خاں مرافعہ علیہ

دفعہ (۱۳) قانون قرضہ ہندگان۔

تجویز ہوئی کہ جرم تحت دفعہ (۱۳) قانون قرضہ ہندگان ناقابل راضی نامہ ہے۔

منجانب مرافع مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب ضامورم کرو کلائے سرکار۔

فیصلہ۔ وکیل سرکار کی بحث سنی گئی۔ ملزم کی طرف سے کوئی حاضر نہیں ہے۔ ملزم کے مقابلہ میں بجرم دفعہ (۱۳) قانون قرضہ ہندگان چالان پیش ہوا ہے۔ عدالت میں فریقین کے جانب سے راضی نامہ پیش ہوا۔ اور عدالت سے یہ کہکر کہ جرم منسوبہ قابل راضی نامہ ہے۔ حسب دفعہ (۲۷۶) ضابطہ فوجداری مقدمہ کو خارج اور ملزم کو بری کیا گیا۔ اس تجویز کی ناراضی سے منجانب سرکار مرافعہ ہے اور بحث یہ کیجاتی ہے کہ عدالت تحت کی یہ تجویز

مرافعہ بنا راضی تجویز مولوی ابوالعلا محمد عبدالباقی صاحب منصف تعلق لاتور مورخہ ۱۴ مہر سنہ ۱۳۵۴ ف۔

صحیح نہیں ہے کہ جرم منسوبہ قابل راضی نامہ ہے۔ دفعہ (۲۷۶) ضابطہ فوجداری میں صرف تعزیرات کے بعض جرائم کے بابت یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان میں کون شخص راضی نامہ پیش کرسکتا ہے۔ اس دفعہ سے یہ صاف واضح ہو جاتا ہے کہ مجموعہ تعزیرات کے مابقی جرائم اور دیگر قوانین کے تمام جرائم ناقابل راضی نامہ ہیں۔ ہماری رائے میں یہ بحث صحیح ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۱۳۲۹ف میں ضمیمہ اول ضابطہ فوجداری میں جو اضافہ کیا گیا اور دیگر قوانین کے متعلق خاص ضمیمہ بڑھایا گیا۔ اُس کے خانہ نمبر (۵) میں تمام جرائم بخلاف دیگر قوانین کو ناقابل راضی نامہ بتایا گیا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر ہماری رائے ہے کہ عدالت تحت کی تجویز لائق تنسیخ اور مرافعہ قابل منظوری ہے۔ لہذا

حکم ہوا کہ

مرافعہ سرکار منظور۔ تجویز برات منسوخ۔ مقدمہ عدالت تحت میں بغرض تحقیقات و تجویز واپس بھیجا جائے۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی سید قمر حسن صاحب و آنریبل رائے راجموہن لال صاحب ارکان

لکشمن ولد بھیم رایا وغیرہ — مرافعان — بنام — **سرکار عالی** — مرافعہ علیہ

گواہ کے سابقہ بیان کے استعمال کا طریقہ۔ سابقہ بیان سقوط اعتبار کے لئے تو استعمال کیا جاسکتا ہے مگر تصدیق کے لئے نہیں۔ دفعات (۱۲۲ و ۱۳۳) قانون شہادت۔

تجویز ہوئی کہ کسی گواہ کے سابقہ بیان کو جو بیرون عدالت ہوا ہو اُس واقعہ کی تصدیق کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا جس کا ادعا اُس سابقہ بیان میں کیا گیا ہو۔

گواہوں کے سابقہ بیانات کے استعمال کیلئے قانون شہادت نے دفعات (۱۲۲ و ۱۳۳) وضع کئے ہیں۔ انکی رو سے کسی گواہ کا سابقہ بیان اُس کے سقوط اعتبار کیلئے تو استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن سابقہ بیان کی تصدیق میں اُسے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ عدالت العالیہ نے گواہ کے سابقہ بیان کو مستقل شہادت تصور فرما کر اُسے دوسرے گواہ کے بیان کے ساتھ ملا کر ملاحظہ فرمایا ہے یہ صحیح طریقہ موازنہ شہادت نہیں ہے۔

مرافعہ بناراضی تجویز جلسہ متفقہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۱۱ فروردی ۱۳۵۴ف۔

لکشمن
بنام
سرکار عالی

منجانب مرافعان مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایڈوکیٹ و مولوی ابوالخیر صاحب صدیقی وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار۔

فیصلہ۔ موضع گرگنجی تعلقہ و ضلع گلبرگہ میں ایک شخص مسمی گرلنگپا ولد دیویندر پا بتاریخ ۲ دی ۱۳۵۳ف کلہاڑی کے ضربات سے ہلاک کیا گیا۔ کوتوالی متعلقہ نے بعد تفتیش اس جرم کا الزام چھ نفر ملزمین پر عائد کرکے انہیں چالان عدالت کیا اور مقدمہ بجرائم بلوہ و قتل عمد عدالت سشن گلبرگہ شریف میں سپرد ہوا جس نے بعد تحقیقات جملہ ملزمین کو بری کردیا۔ اس تجویز کی ناراضی سے منجانب سرکار عدالت العالیہ میں مرافعہ ہوا اور جلسۂ متعلقہ نے اُسے منظور کرکے تجویز برات کو منسوخ کردیا۔ ذی علم رکن مسٹر جسٹس عبدالحمید خاں نے ملزمین کے حق میں بجرم قتل عمد بہ تحت دفعہ (۲۴۳) مجموعہ تعزیرات قید دوام کی اور بجرم بلوہ بہ تحت دفعہ (۱۴۴) تعزیرات ایک ایک سال قید با مشقت کی سزاء تجویز کرکے دونوں سزاؤں کے ایکساتھ رواں ہونے کا حکم دیا۔ دوسرے ذی علم رکن جسٹس مسٹر لکشمن ریڈی کی تجویز بلوہ کے جرم کی حد تک ساکت ہے۔ البتہ بجرم قتل عمد اُنہوں نے بھی ملزمین کے حق میں قید دوام کی سزاء تجویز فرمائی مجوزہ سزاء کی منظوری کے لئے مثل محکمۂ سرکار میں روانہ کیگئی۔ جہاں سے بہ تحت دفعہ (۲۶) قواعد جوڈیشیل کمیٹی کی رو سے اظہار رائے کے لئے روانہ کیا گیا ہے اور ہم نے وکلاء فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت کرلئے ہیں۔

مقتول کی نعش کا امتحان پوسٹ مارٹم ڈاکٹر شانتارام نے کیا ہے جو بطور گواہ نمبر (۵) کے پیش ہوئے ہیں۔ انکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نعش پر جملہ پانچ ضربات کے نشانات تھے اور اُنکی رائے میں مقتول کی موت گردن کے زخم، سر کی ہڈیوں کے ٹوٹنے اور گردن پر ریڑھ کی ہڈی کے کٹ جانے کی وجہ سے واقع ہوئی۔ اس بیان کے اعتبار سے اس میں تو شبہ نہیں رہتا کہ مقتول کی موت من جہت القتل واقع ہوئی۔ لیکن تصفیہ طلب امر یہ ہے کہ آیا شہادت پیش شدہ سے اس جرم کا الزام ملزمین پر عائد کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ عدالت سشن میں استغاثہ کی جانب سے جملہ بارہ گواہوں کے بیانات قلمبند کرائے گئے ہیں جن میں سے گھالپا گواہ نمبر (۳) اور شیش بھوٹ گواہ نمبر (۴) نے رویت کی شہادت ادا کئے ہیں اور تجویز کا انحصار زیادہ تر انہیں دو گواہوں کے بیانات پر ہے۔ عدالت سشن اس شہادت سے ملزمین کی مجرمیت پر مطمئن نہیں ہوئی تھی لیکن عدالت العالیہ کی رائے میں گواہان رویت پر اعتبار نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

ہم نے پوری شہادت مشمولہ مثل پر نہایت احتیاط کے ساتھ غور کیا ہے اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عدالت سشن کی صادر کردہ تجویز برات ایسی نہ تھی کہ بصیغہ مرافعہ اُس کو منسوخ کرکے ملزمین کو مجرم قرار دینا

لکشمن بنام سرکار عالی

قرین معدلت ہوتا۔ ہر دو گواہان رویت اس واقعہ کا مقتول کے کھیت میں ہونا بیان کرتے ہیں۔ جہاں کھلے سے تقریباً سو یا سوا سو قدم کے فاصلہ پر گھالیا گواہ گھاس نکال رہا تھا اور شیش بھٹ گواہ اُسی کے قریب مقتول کی اجازت سے مونگ پھلی نکالکر کھا رہا تھا۔ دونوں گواہوں کا بیان ہے کہ دفعتاً کھلے کے طرف سے پکارنے کی آواز آئی جس کو سنکر دونوں اُس طرف بھاگے۔ کھلے کے قریب پہنچنے کے بعد اُنہوں نے وہاں جو کچھ دیکھا۔ اسے دونوں گواہوں نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے اور اسبارے میں ان دونوں کی روایت اس قدر مختلف ہے کہ دونوں کا بیان کسی طرح سچ ہو ہی نہیں سکتا گھالیا گواہ نے کھلے کے قریب پہنچکر جو کچھ دیکھا وہ اس کے الفاظ میں یہ ہے کہ پندرہ قدم کے فاصلہ پر ہم تھے کہ ایک پتھر آکر مظہر کے سر پر لگا۔ ملزمین اور مقتول ملکر لڑ رہے تھے۔ ملزمین کے پاس کیا تھا مجھے معلوم نہیں پتھروں سے مارا ماری ہو رہی تھی۔ مظہر کو جب پتھر لگا تو مظہر وہاں سے چلا گیا۔ شیش بھٹ گواہ نے اپنا جو مشاہدہ بیان کیا ہے وہ اُسی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"چار ملزمین مقتول کو پکڑے ہوئے تھے۔ مقتول نیچے پڑا ہوا تھا۔ سومنا۔ بھیمنا۔ کر لپپا اور لنگما ملزمین مقتول کو پکڑے ہوئے تھے۔ ہمارے پہنچنے تک ملزم لکشمن نے کلہاڑی سے ایک مار مقتول کو مارا تھا۔ گھالیا گواہ بول رہا تھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو تو ملزم لکشمن نے پتھر لیکر گھالیا کو مارا۔ ریونپا ملزم نے بھی کلہاڑی سے مقتول کو مارا۔"

ان دونوں بیانات میں جو کھلا کھلا اختلاف ہے وہ کسی تصریح کا محتاج نہیں ہے دونوں گواہوں کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مقام واقعہ پر ایک ساتھ ہی دوڑتے ہوئے پہنچے اور گھالیا کو پتھر لگنے کے بعد دونوں ایک وقت ہی وہاں سے بھاگ گئے اس لئے اگر یہ گواہ سچے ہیں تو دونوں نے ایک ساتھ ہی اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان حالات میں دونوں کی روایت میں ایسا بین اختلاف ہونا ایسا امر نہیں ہے کہ اُس کو نظر انداز کیا جا سکے۔ لائق وکیل سرکار یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ گھالیا گواہ نے ملزمین سے سازش کر لی ہے اس لئے وہ اپنا پورا مشاہدہ بیان کرنا نہیں چاہتا جو واقعہ کے تھوڑی دیر بعد ہی اُس نے گاؤں کے پولیس پٹیل سے کہا تھا ان کی بحث یہ ہے کہ اُس گواہ کو گواہ مخالف قرار دیکر جرح کی اجازت وکیل سرکار نے طلب کی تھی جو نا منظور کر دی گئی۔ اس لئے گواہ کی سازش کے واقعات کو روشنی میں نہیں لایا جا سکا۔ ان کی اس حجت کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ عدالت سشن نے جرح کی اجازت نہ دینے میں غلطی کی ہے اور اُس صورت میں عدالت العالیہ سے صرف یہ حکم دیا جا سکتا تھا کہ گواہ پر وکیل سرکار کو جرح کا

لکشمن بنام سرکار عالی

موقعہ دیا جائے اور اگر اُس کے جرحی بیان سے یہ معلوم ہو کہ واقعہ کی جو روایت ستیش بھٹ نے بیان کی ہے وہی صحیح ہے تو مناسب تجویز صادر کی جائے لیکن جبتک دونوں میں کوئی فرق واقع نہ ہو ان دونوں گواہوں کے موجودہ بیانات کو تجویز سزا کی بناء قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وکیل سرکار زیادہ زور اس بیان پر دیتے ہیں جو کہا جاتا ہے کہ اُس گواہ گھالپا نے واقعہ کے تھوڑی دیر بعد ہی موضع کے پولیس پٹیل کے روبرو کہا تھا اور جس کی بناء پر پٹیل نے ابتدائی رپورٹ مرتب کی تھی۔ ہم اس امر کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ کسی گواہ کے سابقہ بیان کو جو بیرون عدالت ہوا ہو اس واقعہ کی تصدیق کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا جس کا ادعا اُس سابقہ بیان میں کیا گیا ہو۔ گواہوں کے سابقہ بیانات کے استعمال کے لئے قانون شہادت نے دفعات (۱۲۲ و ۱۲۳) وضع کی ہیں۔ مؤخر الذکر دفعہ اس مقدمہ سے متعلق نہیں ہے اور اول الذکر دفعہ کی رو سے گواہ کا سابقہ بیان صرف گواہ کے سقوط اعتبار کے لئے استعمال ہو سکتا ہے نہ کہ اُس سابقہ بیان ہی کی تصدیق کے لئے۔ اس لئے بحالت موجودہ اگر یہ ثابت بھی قرار دیا جائے کہ گھالپا نے واقعہ کے بعد پولیس پٹیل سے واقعہ کی وہی روایت بیان کی تھی جو رپورٹ ابتدائی میں درج ہے تو اُس کا نتیجہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ گھالپا گواہ استغاثہ ساقط الاعتبار قرار پائے اور اُس کے بیان پر کوئی التفات نہ کیا جاسکے اُس کا یہ نتیجہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ گھالپا کے اُس بیان کو جو رپورٹ ابتدائی میں درج ہے بطور واقعہ کے صحیح قرار دیدیا جائے۔ عدالت العالیہ نے گھالپا کے بیان مندرجہ رپورٹ ابتدائی کو مستقل شہادت تصور فرما کر اُسے ستیش بھٹ کے بیان کے ساتھ ملاکر ملاحظہ فرمایا ہے اور چونکہ ان بیانات میں کوئی اختلاف نہ تھا اس لئے اُس نے اُن دونوں بیانات پر تجویز سزا کو مبنی فرمایا ہے۔ قانوناً گھالپا کا بیان مندرجہ رپورٹ ابتدائی شہادت کا درجہ نہیں رکھتا بلکہ اُس کو صرف اُنہی اغراض کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جن کی صراحت دفعات (۱۲۲) و (۱۲۳) قانون شہادت میں کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں وہ رپورٹ ابتدائی جس میں گھالپا کا بیان درج ہے واقعہ کے بعد فوراً نہیں ہوئی بلکہ اُس کے دوسرے روز ۳ دے ۱۳۵۳ف کو (۲) بجے کے قریب ہوئی ہے اور اس مدت میں اس کا کافی موقع تھا کہ مقدمہ کو جس رنگ میں چاہے ڈھالا جاسکے۔ رپورٹ ابتدائی میں گھالپا گواہ کا جو بیان لکھا ہوا ہے اُس میں اُس نے ملزمین کے نام بتا کر یہ کہا ہے کہ اُنہوں نے دو جن کے منجملہ لکشمن اور ریونیا کے ہاتھ میں کلہاڑی تھی مسمی گرلنگپا ولد دیوندریا کو اُس کے کھیت میں مار کر ہلاک کئے ہیں۔ میں منع کرنے گیا تو مسمی لکشمن نے پتھر سے مار کر میرا پیچھا کیا تو میں بھاگ کر آیا ہوں" گھالپا اور ستیش بھٹ دونوں گواہوں کے موجودہ بیانات کو دیکھا جائے تو گھالپا کا یہ بیان مندرجہ رپورٹ ابتدائی ایک سے زیادہ حصص میں جھوٹا قرار پاتا ہے۔

ہر دو گواہاں میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ مقام واقعہ سے اُن کے بھاگنے تک مقتول ہلاک ہوگیا تھا نہ اُن میں سے کوئی یہ کہتا ہے کہ لکشمن ملزم نے گھاسیا کو پتھر سے مار کر اُس کا تعاقب بھی کیا - اس لئے پولیس پٹیل کے پاس فوراً پہنچکر گھاسیا یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتا تھا کہ ملزمین نے مقتول کو ہلاک کر دیا ہے نہ یہ کہہ سکتا تھا کہ لکشمن ملزم نے اُس کا پیچھا کیا علاوہ ازیں یہ امر بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ گھاسیا نے بقید نام ملزمین ۲ر دے ۱۳۵۳ف کو ہی مقتول کے ہلاک ہو جانے کی اطلاع کوتوالی پٹیل کو دی ہو اور اُس نے یا مقتول کے ورثا نے نعش کی تلاش اور ملزمین کی نگرانی کی رات بھر کوئی فکر نہ کی ہو - کہا جاتا ہے کہ نعش مقام واقعہ کے متصلہ کھیت ہی میں رسی سے بندھی ہوئی پائی گئی - اگر تھوڑی سی تلاش کی جاتی تو اُسی وقت اُس کے نہ ملنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی تھی - ان حالات میں اس رپورٹ کے متعلق بھی اس شبہ کی گنجائش ہو جاتی ہے کہ کسی وقت مابعد پر اُس کا مضمون حسب دلخواہ مرتب کر لیا گیا ہے اس لئے اس میں وہ اہمیت باقی نہیں رہتی جو عام حالات میں ابتدائی رپورٹ کو حاصل ہوتی ہے -

مفتش کے متعلق خود عدالت العالیہ کو اس کا احساس ہوا ہے کہ اُس میں اسقام موجود ہیں - مقام واقعہ مقتول کا کھیت بیان کیا جاتا ہے - لیکن وہاں کا کوئی پنچنامہ نہیں کیا گیا جس سے یہ معلوم ہوسکتا کہ وہاں خون انسانی کے یا کشمکش کے کوئی علامات تھے یا نہیں - اس کی بابتہ بھی کوئی تفتیش نہیں کی گئی کہ نعش کس طرح ایک کھیت سے دوسرے کھیت میں منتقل کی گئی اور کس طرح اُس کو رسی سے باندھا گیا جو رسی نعش کو بندھی ہوئی تھی وہ کس کی تھی اسکی بابتہ بھی کوئی دریافت نہیں کی گئی - پنچنامہ جات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ملزمین کے کپڑوں پر اور نیز ایک کلہاڑی پر بھی خون کے دھبے تھے - لیکن اس خون کی تشخیص کیمیکل اگزامنر صاحب سے نہیں کرائی نہ اُس کھیت کے مالک کو شہادت میں پیش کیا گیا جس کے کھیت میں نعش پائی گئی تھی تاکہ یہ معلوم ہوسکتا کہ اُس کو اس نعش کے وہاں ہونیکا علم ۲ر دے ۱۳۵۳ف کو یا اس رات میں کیوں نہ ہوسکا - عدالت العالیہ نے ان فروگذاشتوں پر توجہ کرنے کے باوجود اپنی تجویز میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ "ان فروگذاشتوں کا ہم یہ اثر لینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں کہ ملزمین کو معصوم سمجھیں" - بلاشبہ کوتوالی کی کسی فروگذاشت کا یہ اثر تو نہیں ہوسکتا کہ ملزمین قطعی طور پر معصوم قرار پائیں لیکن اتنی زیادہ فروگذاشتوں کے ایک ہی مقدمہ میں جمع ہو جانے سے اس شبہ کی تو گنجائش ہو جاتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ فروگذاشتیں اتفاقی نہ ہوں بلکہ کوتوالی عمداً بعض واقعات عدالت کے سامنے لانا نہیں چاہتی ہے ان حالات میں ان فروگذاشتوں کا یہ اثر لیا جاسکتا ہے کہ ملزمین کو اس شبہ کا فائدہ دیا جائے - بالخصوص جبکہ مقدمہ میں صرف دو گواہان رویت ہوں اور اُن کے بیانات ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہوں اور

نکلشمن
بنام
سرکار عالی

عدالت سشن نے جس کے روبرو گواہ پیش ہوئے تھے ۔ شہادت استغاثہ پر بھروسہ نہ کیا ہو۔
دوسری شہادت مشمولہ مثل بھی ہمیں زیادہ اطمینان بخش معلوم نہیں ہوتی ۔ زوجہ مقتول اور مادر مقتول یہ
بیان کرتے ہیں کہ بروز واقعہ مقتول کو لنگما اور سومنا ملزمین اُس کے گھر سے لے گئے تھے زوجہ مقتول کا بیان ہے کہ
مقتول نے اُن کے ساتھ جانے سے انکار کیا تو ملزمین اُس کی گردن میں ہاتھ دیکر ڈھکیلتے ہوئے لے گئے اور
اُس وقت مظہرہ اور مظہرہ کی ساس نے بوم ماری اور پولیس پٹیل کو اطلاع دی ۔ اس کے برخلاف مادر مقتول
کا بیان ہے کہ مقتول ملزمین کے ساتھ اُس روز اپنی خوشی سے گیا تھا ۔ ملزمین اُس کو ڈھکیلتے ہوئے نہیں لے گئے
مادر مقتول اور پولیس پٹیل یہ بھی بیان نہیں کرتے کہ اُس روز پولیس پٹیل کو اس کی اطلاع دی گئی تھی کہ ملزمین
مقتول کو ڈھکیلتے ہوئے گردن میں ہاتھ دیکر لے گئے ہیں ۔ اُس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زوجہ مقتول واقعات
کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا چاہتی ہے ۔ بہرصورت ہماری رائے ہے کہ مقدمہ میں شبہ کی کافی گنجائش ہے ۔
اور عدالت سشن کی تجویز برات میں کوئی ایسی غلطی نہیں ہے کہ بعینۂ مرافعہ اُس کی تنسیخ ضروری ہو ۔ اس طرح
عدالت العالیہ کی تجویز قابل منسوخی اور ملزمین قابل برأت ہیں ۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے بشیشور ناتھ صاحب و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی ارکان

نمبر مقدمہ ۹۱ تا ۹۹ سنہ ۱۳۵۳ ف
منفصلہ ۲۰ آذر سنہ ۱۳۵۶ ف

سرکار عالی　مرافع　بنام　**شامراؤ وغیرہ**　مرافعہ علیہم

صفائی کا حق ایک مستقل حق ہے ۔ دو پارٹیوں میں جھگڑے کی صورت میں دونوں کے مقابلہ میں چالان پیش کرنے کا طریقہ ۔
سابقہ چالان کے واقعات دوسرے چالان میں کس حد تک واقعہ متعلقہ ہوتے ہیں ۔ شبہ کا فائدہ ملزمین کو دیا جانا ۔

تجویز ہوئی کہ (۱) ملزمین کا صفائی پیش کرنے کا حق ایک ایسا مستقل حق ہے کہ اگر اُس سے ملزمین
محروم ہو جائیں تو مقدمہ میں کوئی منصفانہ تجویز صادر نہیں ہو سکتی ۔

(۲) اگر دو پارٹیوں میں تصادم ہو کر بلوہ کا ارتکاب ہو تو پولیس کی جانب سے صحیح طریقہ عمل یہ ہوگا
کہ دونوں پارٹیوں کے مقابلہ میں چالانات ایک ساتھ اپنے نتائج تفتیش کے ساتھ پیش کرئے جائیں ۔
ایسی صورت میں عدالت کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ وہ طے کرے کہ کس کی جانب سے حملہ میں سبقت
اور قوت کے استعمال میں زیادتی کی گئی ۔ پولیس کو اس امر کے طے کرنے کی ذمہ داری اپنے پر

مرافعہ بنار اضی تجویز جلسۂ متفقہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲۹ خورداد سنہ ۱۳۵۳ ف ۔

سرکار عالی
بنام
شامراؤ

نہ لینی چاہیئے کہ کونسی پارٹی حملہ آور ہوئی اور کونسی پارٹی نے حفاظت خود اختیاری کے تحت عمل کیا۔

(۳) اگر دو پارٹیوں میں تصادم ہوجائے اور پولیس نے صرف ایک پارٹی کے مقابلہ میں چالان پیش کیا ہو اور وہ بری ہو جائے تو اس چالان کے واقعات اور نتائج دوسرے چالان میں جو کہ بعد ازاں دوسری پارٹی کے مقابلہ میں دائر کیا گیا ہو۔ اس معنی میں واقعہ متعلقہ نہیں ہوسکتے کہ آیا جرم کا ارتکاب ہوا یا نہیں۔ لیکن جو واقعات سابقہ چالان کی پیشی کے بعد ہوئے اور اُس کے نتائج موجودہ چالان اور تفتیش سے ایسا تعلق رکھتے ہیں کہ ان سے ان کے اردگرد کے واقعات اور حالات پر روشنی پڑتی ہے کہ جس میں تفتیش ہوئی اور بالآخر چالان پیش کیا گیا اُن کو اُن حالات کے ثبوت کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے بطور ثبوت یا تردید ارتکاب جرم ان واقعات سے مدد نہیں لیجاسکتی۔

(۴) اس قسم کے مقدمات میں جہاں پر شہادت قابل بھروسہ نہ معلوم ہو اور ابتدائی حالات کا انکشاف اطمینان بخش طریقہ پر نہ ہوتا ہو تو وہاں پر ایسے قیاسات اور قرائن سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے جو تجربات انسانی کے لحاظ سے مسلمہ حالات کے تعلق سے کئے جاسکیں۔

(۵) جبکہ کسی مقدمہ کی شہادت اور روئداد پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہو کہ دو مسلح پارٹیوں میں جھگڑا و فساد ہوا اور دونوں جانب سے زدوکوب ہوئی اور مہلوک کی پارٹی ملزمین کے گھر پر چڑھائی کرکے حملہ آور ہوئی اور یہ ظاہر نہ ہوتا ہو کہ غیر ضروری زیادتی اور معاملہ کی ابتداء ملزمین کی جانب سے ہوئی تو پھر سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ شبہ کا فائدہ ملزمین کو دیا جائے اور وہ بری ہوں۔

منجانب مرافع مولوی وجیہ الدین صاحب وکیل سرکار پائیگاہ۔

منجانب مرافعہ علیہم رائے جتندر ناتھ صاحب واگھرے و پنڈت سداشیوراؤ صاحب وکلاء۔

فیصلہ:۔ لائق وکیل ملزمین اور وکیل سرکار کے مباحث سماعت ہو چکے ہیں۔ اس مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ پولیس اسٹیشن ہوز معین آباد سے جو علاقہ پائیگاہ سے ایک چالان بعلت بلوہ معہ قتل وغیرہ دفعات (۱۴۷-۲۶۹-۲۴۳) تعزیرات سرکار عالی ورلیہ نرسنگا بمقابلہ ملزمین بعدالت فوجداری حصہ ضلع بیدر شریف اس بیان کیساتھ پیش ہوا کہ ایک شخص مسمی لبپا کوئی سکنہ کنکٹہ اور شامراؤ وغیرہ ملزمین کے مابین ایک کنٹہ سے پانی لینے کے متعلق نزاع برپا ہوگئی تھی

سرکار عالی بنام شاہ مراد

جھگڑا چل رہا تھا - اس سلسلہ میں قبل واقعہ ۷ ار آذر ۱۳۴۸ف چار بجے دن کے مسمی دتیا کو جو لبپا کوی کا جانب دار تھا ملزمین مذکور نے دیول ہنومان کے پاس دھول دھپا کیا تھا اور اس کا جبہ چھین لیا - اس خصومت کی پیشرفت میں مہلوک دتیا معہ ہمراہیوں کے بتاریخ ۸ ار آذر ۱۳۴۸ف بوقت دس گیارہ بجے دن بمقام دیول ہنومان زد برو مکان شاہ مراد گذر رہے تھے کہ فریقین میں تصادم ہوگیا - بالآخر ملزمین نے مسمی دتیا ولد نرسنگا کو لاٹھی پتھر وغیرہ سے شدید ضربات پہونچا کر ہلاک کر دیا اور محمد بھردا اور علی صاحب کو ضربات شدید و خفیف پہونچائے - جن کے صداقتنامہ جات طبی منسلک چالان ہیں - پس بعد تفتیش دفعات متذکرہ کے تعلق سے چالان پیش کیا جاتا ہے - عدالت سپرد کنندہ نے حسب ضابطہ مقدمہ سپرد سشن کیا - عدالت سشن نے بعد تحقیقات شہادت رویت کو و دیگر شہادت استغاثہ کو ناقابل بھروسہ قرار دیکر بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ مقدمہ بعدم ثبوت خارج - ملزمین الزامات منسوبہ سے بری کئے جائیں گو عدالت نے اس واقعہ کو ثابت قرار دیا کہ مقتول اور ملزمین کی پارٹیوں میں بروز واقعہ تصادم ہوا - لیکن جس طریقہ پر گواہان رویت نے واقعہ کو بیان کیا تھا اُس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور واقعہ کی صورت کے متعلق اس رائے کا اظہار کیا کہ مقتول اپنی پارٹی کے ساتھ ملزم نمبر (۱) کے مکان پر پہنچا اور ملزمین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لبپا کوی کی پارٹی کی جانب سے اُن پر زیادتی ہونے والی ہے اور وہ فوراً حفاظت خود اختیاری کے سامان کے ساتھ ملزمین سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے - چنانچہ یہ تحریر کیا گیا ہے کہ

"سوائے اس کے ملزمین کیا کر سکتے ہیں ...... قانوناً لزوم اُن پر ایسا نہ تھا کہ وہ اپنا گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے بوجوہ بالا ملزمین پر کوئی الزام ثابت قرار نہیں دیا جا سکتا"

اس فیصلہ کی ناراضی سے یعنی بناراضی تجویز مولوی مرزا مغل جہاندار صادق بیگ صاحب زائد ناظم صوبہ گلبرگہ شریف مورخہ ۵ ار دی بہشت ۱۳۴۹ف مشعر اینکہ بعدم ثبوت مقدمہ خارج ملزمین الزامات منسوبہ سے بری کئے جاتے ہیں سرکار عالی کی جانب سے عدالت العالیہ میں مرافعہ پیش ہوا اور بتاریخ ۱۲ ار بہمن ۱۳۵۰ف جلسہ متفقہ سے تجویز صادر ہوئی کہ موجودہ حالت میں مقدمہ اس قابل ہے کہ عدالت سشن کو واپس کیا جائے کہ مفتش کا بیان لیکر مثل عدالت چنگوبہ اور دیگر اسلحہ مطلوبہ ملزمین کے حوالہ سے مجدداً تجویز صادر کریں - اگر ملزمین ضرورت سمجھیں شہادت صفائی بھی پیش کر سکتے ہیں - آخری حکم یہ ہے "مرافعہ منظور - تجویز تحت منسوخ - مثل عدالت تحت میں واپس کی جائے کہ حسب اشارات صدر عمل ہو" اس واپسی کے بعد عدالت سشن میں محمد عبد العزیز کا بیان قلمبند ہوا اور بتاریخ ۵ ار دے ۱۳۵۱ف عدالت سشن سے یہ تجویز صادر ہوئی کہ گواہان رویت صادق البیان نہیں ہیں حق حفاظت خود اختیاری سے متجاوز ملزمین نے کوئی عمل نہیں کیا - ملزمین الزامات منسوبہ سے بری کئے جائیں یعنی عدالت سشن دوبارہ اپنی سابقہ رائے پر قائم رہی - اس فیصلہ کی ناراضی سے سرکار عالی

سرکار عالی
بنام
شامراؤ

کی جانب سے دوبارہ مرافعہ عدالت عالیہ میں پیش ہوا۔ بتاریخ ۱۶ ارتیر ۱۳۵۱ ف بمنظوری مرافعہ سرکار جلسۂ متفقہ عدالت العالیہ سے یہ تجویز ہوئی کہ ملزمین شامراؤ۔ پراہلہ۔ کرلسپا۔ لسپا۔ کاشیا۔ اناراگو۔ ایرلسپا۔ چنیا۔ ہنمنت راؤ زیر دفعہ (۲۴۳) دفعہ (۳۶۶) تعزیرات سرکار عالی سزائے حبس دوام کے مستحق ہیں اور زیر دفعہ (۱۴۴) تعزیرات ہر ملزم ... قید میں ... اور زیر دفعہ ... تعزیرات ہر ملزم ایک ایک سال قید بامشقت میں رہے۔ سزائیں ایک ساتھ شروع ہونگی وغیرہ۔ اس فیصلہ عدالت العالیہ کے بارے میں بعض ملزمین کی جانب سے مرافعے بھی پیش ہوئے ہیں اور اس مقدمہ میں دفعہ (۲۶) ضابطۂ جوڈیشیل کمیٹی کے تحت رائے بھی طلب ہوئی ہے۔

رودادپر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ میں ابتداء سے بعض اہم اجزاء شہادت کے قابل قبول ہونے یا نہ ہونے کے متعلق کافی توجہ نہیں کی گئی۔ عدالت سشن و عدالت عالیہ کو بھی ایک حد تک تسامح ہوا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ مقتول کی پارٹی مسلح حالت میں ملزمین کے مکانات کے سامنے سے گذر رہی تھی۔ گو چالان میں اور مفتش کے بیان میں یہ الفاظ مستعمل ہوئے ہیں کہ مسلح پارٹی گذر رہی تھی۔ لیکن جہاں تک روئداد مقدمہ کا تعلق ہے اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ پارٹی کسی اور جائز اغراض سے محض راستہ سے نہیں گذر رہی تھی بلکہ بقول محمد عبدالعزیز منتظم پولیس دوسرے دن لسپا کولی مقتول کی پارٹی کی جانب سے جھگڑے کے لئے آمادہ ہوگئے اور ملزمین ہی اُس کا جواب دینے کے لئے تیار ہوکر اپنے مکان سے نکلے ...... ملزمین کے مکانات کے ختم پر لسپا کولی کا ایک مکان تھا۔ اس لئے مقتول کی پارٹی اُس مکان کو جارہی تھی۔ تمام ملزمین کے مکانات ایک ہی جگہ واقع ہیں۔ ملزمین کی سنگباری پر مقتول کی پارٹی لاٹھیوں اور تلواروں وغیرہ سے اُن پر حملہ آور ہوئی" اس صورت واقعہ کے لحاظ سے جو اس مقدمہ میں پیش آئی ہے کہ گو واقعہ سے انکار نہیں کیا جاتا ہے لیکن ملزمین کی جانب سے نفاذ حفاظت خود اختیاری میں بعض افعال کے نتائج کے طور پر ہلاکت اور ضربات کا وقوع بیان کیا جاتا ہے نیز اس دعاء کے پیش نظر کہ اندرون اختیار معطیہ قانون عمل ہوا۔ مقدمہ میں نہایت احتیاط کے ساتھ اُس کے جانچنے کی ضرورت ہے کہ کیا درصل واقعہ اسی طرح پیش آیا جیسا کہ بجانب استغاثہ بیان کیا جاتا ہے یا کسی اور طور پر۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ ایک چالان مقتول کی پارٹی پر بھی پیش کیا گیا تھا اور اس مقدمہ کی تجویز سے پہلے اُس مقدمہ میں تجویز صادر ہوگئی تھی اور اُس میں استغاثہ ناکام رہا تھا۔ بہرحال یہ ہوا کہ اُس مقدمہ کی مثل جس میں پنچنامہ جات و رپورٹ ابتدائی وغیرہ کے لحاظ سے مقتول کی پارٹی کے خلاف بعض استدلالات کئے جاتے تھے اور اُس مقدمہ کا فیصلہ اس مقدمہ میں طلب کراکر شریک مثل بجانب ملزمین کرایا گیا اور عدالت سشن نے اُس کارروائی اور فیصلہ سے اس مقدمہ کی تجویز میں بہت کچھ مدد لی تھی اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عدالت سشن نے اُس مقدمہ کی مثل کو اس مقدمہ میں

سرکار عالی
بنام
شامراؤ

اس طرح استعمال گیاکہ گویا اس مقدمہ کے فیصلہ کا ہر جزو اور جز و روداد مقدمۂ ہذا میں قابل استعمال ہیں اور اس مجموعی روداد کی روشنی میں ملزمین کو بری کردیا تھا ۔ چنانچہ عدالت سشن نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ مثل عدالت ضلع چنگوپہ کے ملاحظہ کے بعد اُن گواہوں کے بیانات پر کسی طرح بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا یعنی اُس مثل کے تعلق سے عدالت سشن کی یہ رائے ہوئی تھی کہ مقدمۂ ہذا میں شہادت استغاثہ قابل بھروسہ نہیں ہے ۔ جب یہ مقدمہ عدالت العالیہ سے بمنظوری مرافعہ سرکار واپس ہوا اُس وقت اس امر پر جلسۂ متفقہ نے غور نہیں کیا اور اس کا سبب غالباً یہ ہوا کہ اس جانب عدالت العالیہ کو متوجہ نہیں کیا گیا کہ اُس دوسرے مقدمہ کی روداد اس مقدمہ کی شہادت کے طور پر مستعمل نہیں ہوسکتی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ عدالت عالیہ نے اپنی تجویز واپسی میں یہ حکم دیا کہ مفتش کا بیان لیکر مثل عدالت ضلع چنگوپہ اور دیگر اشتلہ مطلوبہ ملزمین کے حوالہ سے مجدداً تجویز صادر کریں ۔

جوڈیشل کمیٹی سے بوقت سماعت بحث مقدمہ یہ محسوس کیا گیا کہ دوبارہ سشن نے اُس مقدمہ کی روداد سے مدد لی اور ابتداء سے ملزمین معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ اُس مقدمہ کی مثل کو اس مقدمہ میں طلب کرانے کے بعد اُس مقدمہ کی جملہ امشلہ اس مقدمہ میں بطور شہادت مستعمل ہوگی اور عدالتوں کے عمل سے بھی ملزمین کو اس غلط فہمی کے رفع کرنے کا موقع نہیں ملا ۔ گو عدالت عالیہ کے حکم واپسی میں لکھا گیا تھا کہ ملزمین ضرورت سمجھیں تو شہادت صفائی پیش کرسکتے ہیں ۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ملزمین کی جو کچھ صفائی اس مقدمہ میں ہے وہ قصہ کے اُس رخ پر مبنی ہے جس کی بناء پر اس دوسرے مقدمہ میں مقتول کی پارٹی پر چالان پیش کیا گیا تھا اور جس میں ناکامی ہوئی اور اگر واقعی اُس مقدمہ کی روداد اس مقدمہ میں بطور جزو روداد قانوناً دیکھی جاسکتی ہو تو شاید ملزمین کو مزید صفائی پیش کرنے کی ضرورت پیدا نہ ہوتی ۔ ملزمین نے ابتداء ہی سے عدالت سپرد کنندہ ہی میں یہ بیان کردیا تھا کہ وہ صفائی پیش کریں گے فہرست شہود بھی بعد کو داخل ہوئی ۔ لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے جب ملزمین کو یہ معلوم ہوا کہ اُس مقدمہ کی روداد سے مدد لی جارہی ہے تو اُنہوں نے شہادت صفائی کے پیش کرنے کو غیر ضروری خیال کرکے یہ کہدیا کہ شہادت صفائی پیش نہیں کریں گے ۔ یہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب تجویز عدالت عالیہ مورخہ ۱۶ ؍ تیر ۱۳۵۱ ف کے وقت مقدمہ عدالت عالیہ میں پیش ہوا تو وہاں پر سابقہ چالان سے صرف اس حد تک مدد لی گئی کہ مقتول کی پارٹی بے قصور ثابت ہوئی ۔ چنانچہ فیصلہ میں یہ مضمون آیا ہے کہ عدالت پائیگاہ میں جو چالان بلوہ کے ملزمین مقدمۂ ہذا کی مدعیت میں پیش ہوا تھا بعدم ثبوت قبل ترتیب فرد جرم خارج ہوگیا تھا جس کا صاف منشاء یہ ہے کہ مقتول کی پارٹی جس میں مقدمۂ ہذا کے چند گواہان بھی شریک تھے بے قصور ثابت ہوئے ۔ ان امور کے پیش نظر جن کی اوپر وضاحت ہوئی ہے اس امر میں کوئی شبہ کی

گنجائش نہیں ہے کہ ملزمین کو اگر اُس مقدمہ کی روداد کے استفادہ سے محروم کیا جائے تو پھر ان کو اس کا موقعہ ملنا چاہئے کہ وہ بصورت صفائی اپنی حفاظت خود اختیاری کے متعلق جن امور کو ثابت کرنا چاہتے ہیں ثابت کریں۔ قرین معدلت یہی تھا کہ جب وہ اس استفادہ سے محروم ہو رہے ہیں جس کا وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے تھے تو اُن کو صفائی پیش کرنیکا موقع دیا جائے۔ ملزمین کے صفائی پیش کرنیکا حق ایک ایسا مستقل حق ہے کہ اگر اُس سے ملزمین محروم ہو جائیں تو مقدمہ میں کوئی منصفانہ تجویز صادر نہیں ہوسکتی۔ نظائر مندرجۂ حاشیہ سے جرح مکرر اور صفائی کے تعلق سے اس مستقل حق کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔ گو آخر الذکر دونوں مقدمات جرح مکرر سے متعلق ہیں

نرسما وغیرہ بنام ملیا - دکن لا رپورٹ جلد (۸) ص ۳۳۴ -
ینگیا وغیرہ بنام امریا - " " جلد (۸) ص ۱۷۶ -
اکبر علی بنام سید حسین " " جلد (۸) ص ۶۶ -

لیکن اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملزمین کے اس نوعیت کے حقوق کی حفاظت عدالتہائے سرکار عالی کا عین فریضہ رہا ہے حالات مقدمہ کے لحاظ سے قرین معدلت یہ معلوم ہوا کہ مقدمہ کو جوڈیشل کمیٹی میں نمبر پر رکھکر عدالت سشن کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ اُس شہادت صفائی کو قلمبند کر کے جو ملزمین کی جانب سے پیش کی جائے کمیٹی ہذا میں روانہ کریں تاکہ مکمل روئداد کی روشنی میں رائے قائم کی جائے۔ ان وجوہ سے بتاریخ ۲۳ ر شہریور ۱۳۵۳ ف مقدمہ کو نمبر پر رکھکر عدالت سشن کو یہ حکم دیا گیا کہ جملہ ایسی شہادت صفائی قلمبند کی جائے جو ملزمین پیش کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں عدالت سشن نے شہادت صفائی قلمبند کرلی ہے۔

اس مقدمہ میں خواہ مخواہ طوالت اور پیچیدگی اس طرح پیدا ہوگئی ہے کہ پولیس مقامی نے اولاً عدالت جنگو یہ میں ملزمین حاضر اجلاس کو مستغیث اور دوسری پارٹی کو ملزمین بناکر چالان پیش کیا تھا جو عدالت سپرد کنندہ سے بعد قلمبندی شہادت خارج ہوگیا۔ حالانکہ صحیح طریقۂ عمل یہ تھا کہ پولیس دونوں پارٹیوں کے مقابلہ میں چالانات ایکساتھ اپنے نتائج تفتیش کے ساتھ پیش کردیتی۔ عدالت کا یہ فریضہ ہوتا کہ وہ طے کرتی کہ کس کی جانب سے حملہ میں سبقت اور قوت کے استعمال میں زیادتی کی گئی۔ بجائے اس کے جو طریقۂ کار اختیار کیا گیا وہ نہایت افسوسناک ہے۔ جہاں پر مختلف پارٹیوں میں تصادم ہو جاتا ہے حق حفاظت خود اختیاری کے مدنظر یہ کام عدالتوں کا ہے نہ کہ پولیس کا کہ وہ اچھی طرح سے تمام شہادت کی چھان بین کر کے نتیجہ اخذ کریں کہ تعزیری ذمہ داری کن اشخاص پر عائد ہوگی۔ محض اس امر پر ذمہ داری کا انحصار نہیں رکھا جاسکتا کہ پولیس یا مستغاثہ نے اثنائے تفتیش میں یا اور طور پر کسی پارٹی کو ذمہ دار خیال کرلیا ہے اس امر میں بھی کہ یہ چالان اولاً کس عدالت میں سماعت ہوگا کشمکش رہی۔ اس کا تصفیہ بالآخر ذریعہ تجویز عدالت عالیہ مورخہ ۹ رامرداد ۱۳۴۸ف یہ ہوا کہ عدالت ضلع بیدر ایسی حالت میں جیسی کہ اس مقدمہ کی صورت ہے با ظہار حالات مجلس عالیہ عدالت

سرکار عالی بنام شامراؤ

کو تحریک کر دیتی تو یہ تعویق رونما نہ ہوتی اور حکم یہ دیا گیا کہ مثل عدالت منصفی بیدر میں واپس کی جائے تاکہ بعجلت ممکنہ حسب ضابطہ تحقیقات ہوسکے۔ دفعہ (۲۷۳) ضابطۂ فوجداری کے تحت جو بیانات ملزمین کے لئے گئے ان کی کیفیت یہ ہے کہ سوالات یہ کئے گئے کہ منجانب پولیس جو شہادت تمہارے خلاف پیش ہوئی ہے اُن کے بیانات سنے اور سمجھے؟ جواب:- سنا اور سمجھا۔

شہادت جو پیش ہوئی ہے اُس کے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو؟ جواب:- مستغیث نے رقم لیکر گواہوں نے میرے خلاف شہادت دی ہے۔

گواہ استغاثہ علی صاحب کا بیان یہ ہے کہ اس گاؤں میں لمبپا کولی اور شامراؤ کی پارٹیاں نہیں ہیں۔ لمبپا کولی بھی ساہوکار تھا۔ اب غریب ہوگیا ہے۔ لیکن کھاپی کر رہتا ہے۔ حالانکہ کثیر شہادت رویت پیش ہوئی ہے۔ لیکن صرف فقیر صاحب گواہ نمبر (۳) ایک ایسا گواہ ہے جس کے بیان سے ابتدار واقعہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ یہ گواہ پہلے چالان کا ملزم تھا۔ کہتا ہے کہ اس کو پتھر لگا اور یہ بیہوش ہوگیا۔ ملزمین کو مار لگے یا نہیں معلوم نہیں۔ بعد کو کہا ہے کہ اُس پہلے چالان میں مستغیثین یعنی اس مقدمہ کے ملزمین نے عدالت کو اپنے مار کے نشانات بتائے تھے اور نہیں کہہ سکتا کہ جھگڑے کے وقت شامراؤ کا دروازہ بند تھا یا کیا۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ اگر اس گواہ کو اور دیگر گواہان رویت کے بیانات کو ان متعدد ضربات کی روشنی میں بادرکیا جائے جو مقتول کو پہنچے ہیں تو ملزمین کے مقابلہ میں ثبوت جرم قتل انسان مستلزم سزا ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن عدالت سشن نے جہاں پر ان گواہان کے بیانات قلمبند ہوئے ان گواہوں کو تعلیمی اور ناقابل بھروسہ قرار دیا ہے اور اس اہمیت کے مدنظر جو عدالت قلمبند کنندہ شہادت کی رائے کو اس خصوص میں حاصل ہے اور اب شہادت صفائی کی روشنی میں اُس کمیٹی کو اس امر پر غور کرنا ہے کہ شہادت استغاثہ قابل قبول ہے یا نہیں۔

اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ سابقہ چالان کے واقعات و نتائج اس معنی میں اس مقدمہ میں واقعہ متعلقہ نہیں ہیں کہ آیا جرم کا ارتکاب ہوا یا نہیں۔ لیکن جو واقعات اس چالان کی پیشی کے بعد ہوئے اور اس کے نتائج موجودہ چالان اور تفتیش سے ایسا تعلق رکھتے ہیں کہ اُن سے اُن اردگرد کے واقعات اور حالات پر روشنی پڑتی ہے جس میں تفتیش ہوئی اور بالآخر اس چالان پر منتج ہوئے بطور ثبوت یا تردید ارتکاب جرم ان واقعات سے مدد نہیں لیجائے گی۔

اس قسم کے مقدمات میں جہاں دو پارٹیوں میں تصادم ہوا ہو وہ واقعات جو عین ارتکاب جرم سے قبل

عمل میں آئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں یہ واقعہ ملزمین کے مکان کے پاس ہوا ہے یعنی بالکل ملزم شامراؤ کے مکان کے دروازہ پر نعش بھی وہیں برپائی گئی۔ پنچنامہ اگزبٹ (۴) مقام واردات میں جس کو پنچ سے ثابت کیا گیا ہے۔ حالات مقامی یوں بیان کئے گئے ہیں کہ پنچ مقام واقعہ پر شامراؤ اور پر میشور راؤ کے مکان پر پہنچے ان کے باڑے کے صدر دروازہ کے روبرو مقتول کی نعش پڑی ہوئی ہے۔ ایسی جگہ پر نعش کے اطراف ہنومان کے دیول تک پتھر پڑے ہوئے ہیں جو متصلہ دیوار کے نکالکر لوگوں کو مارنا پایا جاتا ہے۔ اطراف کہیں کہیں خون ہے نعش کے مقام پر بھی ہے۔ (۱۶) قدم کے فاصلہ پر ٹوٹا ہوا تلوار کا میان ہے وغیرہ۔ اس قسم کے مقدمات میں جہاں پر شہادت قابل بھروسہ معلوم ہو اور ابتدائی حالات کا انکشاف اطمینان بخش طریقہ پر نہ ہوتا ہو تو وہاں پر ایسے قیاسات سے اور قرائن سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے جو تجربات انسانی کے لحاظ سے مسلمہ حالات کے تعلق سے قائم کئے جاسکیں۔ واقعہ کا شامراؤ ملزم کے مکان کے دروازہ پر ہونا اس وقت مستغیثین کا مسلح ہونا ایک ایسا واقعہ ہے کہ تاوقتیکہ کوئی اطمینان بخش وجوہ اور اسباب اس کے خلاف نتیجہ نکالنے کے لئے موجود نہ ہوں یہی رائے قائم ہوتی ہے کہ مستغیثین مسلح ہو کر ملزمین کے مکانات پر نیت فاسد سے گئے۔ یہاں پر ملزمین کے اس مقام پر پہنچنے کے اسباب منجانب استغاثہ یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ یہ لوگ حسب ایما وسپا کوئی کڑھائی لانے کے لئے جارہے تھے اور مکان ملزمین کے سامنے سے اثنائے راہ میں گذرے۔ لیکن یہ واقعہ قطعاً ثابت نہیں ہے۔ بعض گواہوں نے کڑھائی لانے کیلئے جانا بیان کیا ہے اول تو یہ نہیں واضح ہوا کہ کڑھائی کس غرض سے اس طرح لائی جارہی تھی اور اس کا کوئی وجود بھی تھا۔ قطع نظر اس کے کڑھائی لانیکا واقعہ بیانات چالان اور مفتش کے لحاظ سے بھی نہایت درجہ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ چالان میں یہ الفاظ ہیں کہ "ملزمین مذکور نے دیول ہنومان کے پاس ڈھول دھبیہ سے مار پیٹ کر کے اس کا ڈھینی مسکی دتیا کا) جبیبہ چھین لیا تھا۔ اس خصومت کی پیشرفت میں بھلوک معہ ہمراہیوں کے بتاریخ ۱۸۔ آذر ۱۳۳۸ف (ایک روز بعد) بوقت ۱۰-۱۱ بجے دن بمقام دیول ہنومان روبرو مکان شامراؤ گذر رہے تھے کہ فریقین میں تصادم ہو گیا"۔

"ثانی الذکر مقدمہ بلوہ بمدعیت شامراؤ .... رجوع کر دیا گیا ہے ......" اس چالان میں باوجود اس اہمیت کے جو گذرنے کی غرض سے وابستہ تھی کڑھائی لانے کے لئے گذرنا یا اور کسی غرض سے گذرنا بیان نہیں کیا گیا جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ خصومت کی پیشرفت میں بھلوک معہ ہمراہیوں کے

سرکار عالی
بنام
شامراؤ

گذر رہا تھا اور الفاظ تصادم کا استعمال ہوا ہے ۔ پس ان واقعات کے ملاحظہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تفتیش کا نتیجہ یہ اخذ کیا گیا تھا کہ اولاً مستغیثین کی پارٹی کا چالان کیا گیا اور وہ اس خصومت میں گذر رہے تھے کہ تصادم ہوا جس کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ مستغیثین مسلح ہو کر تقریباً (۱۴-۱۵) آدمی ملزمین کے مکان پر پہنچے جو تعداد میں اس سے کم تھے ۔ گواہان رویت کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لبپا کولی کا سکونتی مکان مقام واقعہ سے فاصلہ پر ہے ۔ البتہ اُس کا ایک اور مکان واقعہ کے سامنے ہے ۔ عدالت عالیہ نے بوہلِ اول جملہ شہادت استغاثہ پیش ہونے کے بعد اُس کی روشنی میں اس کی ضرورت محسوس کی تھی کہ مفتش کا بیان لیا جا سکے اس کی تعمیل میں مفتش کا بیان ہوا ۔ مفتش نے یہ بیان کیا کہ " لبپا کولی وغیرہ کے خلاف میں نے چالان ..... دائر کیا تھا ۔ عدالت منصفی سے بعد تحقیقات جملہ ملزمین رہا ہو گئے ..... ابتدائی جھگڑا ملزمین کی جانب سے ہوا ..... لبپا کولی یعنی مقتول کی پارٹی کی جانب سے جھگڑے کے لئے آمادہ ہو گئے ۔ ملزمین بھی اس کا جواب دینے کے لئے تیار ہو کر اپنے مکان سے نکلے ۔ مقتول کی پارٹی مسلح ہو کر ملزمین کے مکانات کے سامنے سے گذر رہی تھی ۔ اس موقع پر ملزمین کی جانب سے سنگباری شروع ہوئی ۔ ملزمین کے مکانات کے ختم پر لبپا کولی کا مکان تھا ۔ اس لئے مقتول کی پارٹی اس کے مکان کو جا رہی تھی ۔ تمام ملزمین کے مکانات ایک ہی جگہ واقع ہیں ۔ ملزمین کی سنگباری پر مقتول کی پارٹی لٹھوں اور تلواروں وغیرہ سے اُن پر حملہ آور ہوئی اس حملہ میں نتیجہ کے طور پر ملزمین کی پارٹی کے چھ آدمی اور مقتول کی پارٹی میں دو آدمی زخمی ہوئے اور ایک قتل ہوا ۔ ملزمین نے اگر سنگباری نہ کی ہوتی تو مقتول اور اُس کے ساتھی لبپا کولی کے مکان چلے جاتے ۔ واقعہ کی ابتدا ملزمین ہی کی طرف سے ہوئی " ۔ یہ ظاہر ہے کہ مفتش کے وہاں پر موجود نہ ہونے سے اور اُس شہادت کے بر بناء مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس شہادت کو کوئی وقعت حاصل نہیں ہے ۔ یہی ایک شخص مقتدر کی رائے ہے جو نتیجہ تفتیش میں قائم کی گئی ہے ۔ لیکن اس بیان کے یہاں تذکرہ کی غرض یہ ہے کہ شہادت رویت میں گذر رہے کی بیان کردہ غرض کے متعلق جو کمزوری پائی جاتی ہے وہ بوقت تفتیش بھی موجود تھی یہ ظاہر ہے کہ موجودہ آدمیوں کا مسلح ہو کر ان حالات میں ایک ایسے مکان میں بربناء خصومت بلا سبب معقول جانا جو ملزمین کے سکونتی مکان کے روبرو ہے ۔ ملزمین کیلئے خطرہ پیدا کر سکتا تھا قطع نظر اس کے اس امر کا فی الحقیقت اُس مکان میں جانے کی نیت تھی اس کی کوئی معقول تصدیق روداد سے نہ ہو سکی ۔ اس شہادت کی اور طور پر پوری پوری تائید شہادت استغاثہ سے ہوتی ہے ۔ لیکن اس بیان کے وہی دو اجزاء جو ملزمین کے ثبوت مجرمیت کے لئے ضروری ہوتے ۔ ناقص

سرکار عالی بنام شامراؤ

اور کمزور ہیں یعنی یہ کہ غرض محض گذر جانے کی تھی اور سنگباری پہلے ملزمین کی جانب سے ہوئی - شہادت رویت کی حیثیت یہ ہے کہ علی صاحب بکارام - قاسم صاحب - کالے صاحب - مہادیا وغیرہ واقعہ کے شروع ہونے کے بعد پہنچے - فقیر صاحب البتہ اس جماعت میں سے ایک ہے جو گذر رہے تھے - مجروح ہوا - پہلے چالان میں ملزم تھا - اس کا بیان یہ ہے کہ لبپاکولی کے مکان سے کڑھائی لانے کی غرض سے جا رہے تھے - راستہ میں دتیا کو ملزمین نے پکڑ کر مارنا شروع کیا - پتھر لگا بے ہوش ہو گیا - اس طرح اس گواہ کے بیان سے پتھر بازی کی ابتداء اس طرح کہ پہلے پہل پتھر بازی شروع کی گئی ہو ظاہر نہیں ہوتی - کالے صاحب گواہ رویت کا بیان ہے کہ بندوق سے بنگلہ سے نمبر ۱ ملزم نے فیر کیا - فیر پر دتیا زمین پر گر پڑا یہ واقعہ نہ صرف اور گواہاں کے بیانات کے مطابق نہیں ہے بلکہ بندوق سے مجروح ہو کر گرنے کی تصدیق اور شہادت سے بھی نہیں ہوتی مہادیا گواہ رویت اس سے واقف نہیں ہے کہ مکان کے سامنے یہ لوگ کیوں گئے تھے یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ گو مستغیثین کے پارٹی کے ایک شخص کو ایسے سخت ضربات پہونچے کہ وہ جانبر نہ ہو سکا لیکن تعداد میں ملزمین کی پارٹی کے لوگ زیادہ مجروح ہوئے -

بہ ثبوت چالان (۱۴) گواہ پیش ہوئے ہیں جن میں سے (۸) گواہ رویت واقعہ ہیں - ان آٹھوں گواہوں کے بیانات کو باور کرنے سے عدالت سشن نے اس بنا پر انکار کیا کہ اُن کے منجملہ فقیر صاحب، قاسم صاحب، علی صاحب، محبوب صاحب بسپا کی حیثیت پہلے چالان میں ملزمین کی تھی - عدالت سشن نے مستغیث کے بیان سے جس کے اجزا اوپر درج ہیں - یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ لبپاکولی کی پارٹی کی جانب سے مسلح ہو کر جھگڑا شروع ہوا اور ملزمین جواب دینے کے لئے تیار ہو کر مکان سے نکلے ملزمین کی جانب سے سنگباری شروع ہوئی - اس پر مستغیثین کی پارٹی لٹھوں اور تلواروں سے حملہ آور ہوئی اور بطور نتیجہ ملزمین کے (۶) اور مستغیثین کے دو زخمی اور ایک قتل ہوا مستغیث مضروبین اور اُن گواہوں کی حیثیت ایسی ہے کہ اُن کے بیان پر اعتماد خلاف احتیاط ہے - گواہ نمبر (۳) فقیر صاحب بھی مضروب رہے جرح میں وہ بیان کرتا ہے کہ وہاں پر سوائے ملزمین کے اور کوئی نہیں تھا - اس حد تک اس گواہ کے بیان کو عدالت سشن نے باور کر کے یہ طے کیا ہے کہ ایسے گواہان رویت کا جو مستغیثین نہیں ہیں - وجود مقام واقعہ پر مشتبہ ہے اور صرف وہی گواہ عین واقعہ سے واقف ہیں جو شریک پارٹی لبپاکولی ہیں - لبپاکولی اس کے خلاف چالان سے انکار کرتا ہے اور گواہ رویت نمبر (۵) کہتا ہے کہ وہ نہیں کہہ سکتا کہ مقتول کیسے مرا - گواہ رویت (۷) حالانکہ پہلے استغاثہ میں مجرم تھا کہتا ہے کہ اس مقدمہ کا حال نہیں معلوم - گواہ رویت (۵-۶-۸)

سرکار عالی بنام شامراؤ

بیان کرتے ہیں کہ مقام واردات پر گاؤں کے بہت سارے اشخاص جمع تھے ان میں سے کسی کو پیش نہیں کیا گیا ان وجوہ سے عدالت سکشن نے اس قصہ کو جس طرح شہادت رویت نے بیان کیا ہے قبول نہیں کیا ۔

اس کمیٹی کے حکم کی بناء پر شہادت صفائی قلمبند ہوئی ہے اور یہ گواہ بیان کرتے ہیں کہ اُن اشخاص میں تکرار ہوئی ۔ بعد اثناء تکرار دتیا نے ملزم نمبر (۱) کو پیش قبض سے مارنا چاہا ۔ ملزم نے پیش قبض پکڑ لیا ۔ اس کشمکش میں چھری ملزم کے ہاتھ میں آئی اور قبضہ دتیا کے ہاتھ میں رہا ۔ اس کے بعد جملہ اشخاص چلے گئے ۔ تھوڑی دیر بعد یہ اشخاص پھر اُس کے مکان پر آئے ۔ دو یا تین پتھر پھینکے اور گالیاں دیکر چلے گئے ۔ ملزم نے گواہ کو جو اسکا بیٹا ہے منتظم پولیس کو اطلاع دینے بھیجا ۔ درخواست دی بیان ہوا یظہر نے اپنی درخواست ۱۸ ؍ آذر ۱۳۴۷ف مشمولہ مثل نشان ۸ ؍ ۲ ؍ بابتہ ۱۳۴۷ف عدالت ضلع جنگوپہ میں شناخت کی ۔ اس کے بعد رپورٹ ہوئی کہ دتیا قتل ہوا ۔ ملزمین کے لوگ بھی مجروح ہوئے ۔ دوسرا گواہ صفائی کا بیان ہے کہ دتیا نے تلوار سے ملزم حاضر عدالت کے سر پر ضرب لگائے ۔ دوسرا وار کرنا چاہتا تھا کہ کسی نے دتیا کو مارا اور وہ نیچے گر گیا ۔ چوتھا گواہ صفائی بھی اسی مادہ میں پیش ہوا ہے اور تیسرا گواہ رپورٹ کے متعلق ہے ۔ گو ان گواہوں کو بھی بالکلیہ آزاد اور قابل بھروسہ باور نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بھی جرح میں مجروح نہیں ہوئے ۔

ایک واقعہ جو اس تمام شہادت سے ظاہر ہوتا ہے اور مسلمہ ہے کہ سب سے زیادہ ضربات دتیا کو پہنچے حالانکہ اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ۔ خاص طور پر دتیا کو اُس کے ساتھیوں کو چھوڑ کر ضربات پہونچانیکا کیا سبب تھا اس واقعہ سے صفائی کے اس جزو بیان کی تائید ہوتی ہے کہ مقتول نے کوئی ایسی حرکت کی ہوگی جس کی وجہ سے زیادہ تر ضربات اسی پر پڑے ۔ ممکن ہے کہ وہ اس جھگڑے میں پیش پیش رہا یا اولاً حملہ آور ہوا ہو ۔

اس شہادت اور روداد پر غور کریں تو یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دو مسلح پارٹیوں میں جھگڑا و فساد ہوا اور دونوں جانب سے زد و کوب ہوئی اور جہلوک کی پارٹی ملزمین کے گھر پر چڑھائی کر کے حملہ آور ہوئی تھی اور جب شہادت پیش شدہ سے یہ اطمینان بخش طریقہ پر ظاہر نہیں ہوتا کہ غیر ضروری زیادتی اور ابتدا ملزمین کی جانب سے ہوئی تھی بلکہ اس کے بالکل برعکس ظاہر ہوتا ہے تو پھر سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ شبہ کا فائدہ ملزمین کو دیا جائے اور وہ بری ہوں ۔ دفعات ...... تعزیرات سے وہ مستفید ہوں گے ۔ ملزمین کی جانب سے شہادت استغاثہ پر جو جرح کی گئی ہے اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً ہی سے جوابدہی حفاظت خود اختیاری کی تھی ۔ پس یہ رائے عرض کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے کہ ملزمین قابل براءت ہیں ۔

نمبر مقدمہ ...
منفصلہ ...
۲ بہمن ۱۳۵۶

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر مشیر قانونی و آنریبل مولوی میر ہاشم علیخان صاحب و آنریبل مولوی سید قمر حسن صاحب ارکان

ینکپا مرافع بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

مجرمیت کے متعلق رائے قائم کرنے میں ہر جلسہ کی آزادی - فوجداری مقدمہ میں ایک جلسہ کے فیصلہ کا دوسرے جلسہ پر کوئی اثر نہ ہونا۔

تجویز ہوئی کہ فوجداری مقدمات میں ہر جلسہ کے رکن کو ملزم کی مجرمیت یا غیر مجرمیت کی بابت رائے ظاہر کرنے کی پوری آزادی رہنا چاہئے یہ ایک بڑی اہم اخلاقی و قانونی ذمہ داری ہے ۔ ممکن ہے کہ کسی فوجداری مقدمہ میں کوئی ایسا قانونی مسئلہ پیش ہو جائے جس کے تحت اس امر کے طے کرنے کی ضرورت پڑے کہ آیا کوئی مجرم ہے یا نہیں ۔ ایسی صورت میں بھی جہانتک مجرمیت کے متعلق رائے قائم کرنے کی آزادی کا سوال ہے ۔ اس میں کسی قسم کی تحدید مناسب نہیں ۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس بحث میں کوئی قوت باقی نہیں رہتی کہ جبکہ ایک ہی مقدمہ کے دوسرے ملزمین کے مقابلہ میں جوڈیشل کمیٹی کے ایک دوسرے جلسہ کے حبس دوام کی سزاء بحال رہی ہے تو اس ملزم کے مقابلہ میں بھی یہی سزاء بحال رہنی چاہئے ۔

منجانب مرافع مولوی منصور احمد صاحب وکیل ۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار ۔

فیصلہ: ۔ گلبرگہ کی عدالت سشن نے گو ملزم کے مقابلہ میں بالزام قتل عمد فرد جرم قائم رکھی ۔ لیکن دفعہ (۷) مجموعۂ تعزیرات سرکار عالی کو صورت واقعہ سے غیر متعلق قرار دیتے ہوئے مقتول کو لٹھ مارنے کی پاداش میں بالزام مصرحہ دفعہ (۲۶۳) مجموعۂ تعزیرات سرکار عالی چھ ماہ قید سخت کی سزاء تجویز کی ۔ اس حکم کی ناراضی سے ملزم نے کوئی مرافعہ نہیں کیا ۔ لیکن سرکار عالی نے عدالت العالیہ میں اس استدعاء کے ساتھ مرافعہ پیش کیا کہ بعلت قتل انسان مستلزم سزاء ملزم کو عبرتناک سزاء کا متوجب قرار دیا جائے ۔ فاضل ارکان نے اپنی تجویز مورخہ ۲۱ امرداد ۱۳۵۲ف میں ملزم کی حد مجرمیت معلوم کرنے کے لئے اس نقطۂ نظر سے غور کیا کہ آیا وہ بوقت واقعہ

مرافعہ بناراضی تجویز جلسۂ متفقہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲۲ امرداد ۱۳۵۲ف ۔

ینکیا
بنام
سرکار عالی

ان اشخاص کے ساتھ جو قبل ازیں مجرم قرار دئے جا چکے ہیں بہ نیت مشترکہ مقام واقعہ پر آیا تھا اور رائے قائم کی کہ نیت اور غرض کا استنباط علی الاکثر بلا واسطہ شہادت نہ ہونے کی صورت میں واقعات مقدمہ سے کیا جاتا ہے اور واقعات مقدمہ یہ ہیں کہ ایک کھیت کی بابتہ فریقین میں نزاع تھی - اسی نزاع کے سلسلہ میں ملزم کے ساتھیوں نے مقتول کو تلوار اور کلہاڑی سے مجروح کیا - ملزم نے یہ نہیں کیا کہ اپنے ساتھیوں سے علحدہ ہو جاتا یا مقتول کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتا بلکہ اُس نے لٹھ سے جو وہ لیکر آیا تھا مقتول کو ضرر پہنچایا اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ملزم کی نیت اور غرض اپنے ساتھیوں سے مختلف تھی - اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد فاضل ارکان عدالت العالیہ نے دفعہ (۷) مجموعۂ تعزیرات سرکار عالی کی تاثیر کے مدنظر ملزم کے حق میں بجرم قتل عمد سزائے قید دوام تجویز فرمائی - اس حکم سزاء کے تعلق سے بموجب دفعہ (۲۶) ضابطہ جوڈیشل کمیٹی ہماری رائے مطلوب ہے -

روداد مثل سے یہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ جن اشخاص نے خواجہ صاحب کو مجروح کرنے میں مباشرت کی - انہیں ملزم حاضر اجلاس موجود تھا اور اس نے مقتول کی پشت پر ایک لٹھ بھی مارا - عدالت العالیہ نے نیت و غرض مشترکہ کے بارے میں رائے قائم کرتے وقت اس امر پر زور دیا ہے کہ اس اراضی کے تعلق سے جو بعد کو مقتل بن گئی مابین فریقین نزاع تھی - فریقین کے لفظ سے مقصود مقتول اور اس کے بھائی اور مباشرین جرم ہیں - لیکن اس واقعہ کی تصدیق روداد مثل سے نہیں ہوتی - مدار صاحب گواہ دوم استغاثہ کے اجزائے جوابات جرحی سے معین ہوتا ہے کہ اراضی مقتل اس کی مملوکہ تھی جس کو اس نے رامنا ولد کوبنا شخص ثالث کو فروخت کر دیا تھا بقول گواہ نہم استغاثہ اس کھیت کے متعلق رامنا نے شاہد اور مدار صاحب کے مقابلہ میں دیوانی دعوے دائر کر کے پندرہ سال قبل ڈگری حاصل کر لی تھی - مدار صاحب تسلیم کرتا ہے کہ واقعہ کے پہلے رامنا سے اس کھیت کے متعلق کوئی حجت و ابرام نہیں ہوا تھا - اس سے ثابت ہوا کہ مدار صاحب جیسے منقطع الملکیت شخص سے بہ تعلق اراضی دیگر مباشرین جرم اور ملزم کو کوئی وجہ نزاع نہ تھی - اگر کوئی نزاع ہو سکتی تھی تو وہ رامنا سے ہو سکتی تھی جس کی نفی مدار صاحب نے اپنے بیان میں کر دی ہے - گواہ نہم نے بیان کیا ہے کہ واقعہ قتل سے پہلے اس اراضی کی کاشت مدار صاحب کرتا تھا اور رقم مالگزاری بھی وہی ادا کرتا تھا - اس شہود کی تائید میں منجانب استغاثہ کوئی جدید تر ثبوت پیش نہیں ہوا ہے اگر یہ واقعہ ثابت قرار پا سکتا تو ملزم کے خلاف رائے قائم کرنے میں بہت مدد ملتی - لیکن بخلاف اس گواہ کے مدار صاحب کا جزو جرحی میں یہ بیان ہے کہ :-
منظور کو رامنا کچھ اراضی دینے کا وعدہ کرنے سے میں اور مقتول اور بڑے صاحب تین اشخاص اس

کھیت میں آئے ۔ واقعہ سے برس یا چھ ماہ قبل رامنا نے کھیت چھوڑ دینے کا وعدہ کیا تھا ۔

"کھیت چھوڑ دینے کے وعدہ" کا جملہ مدار صاحب کے منتزع القبضہ ہونے پر صراحتاً صاف دلالت کرتا ہے شہود استغاثہ کا بیان ہے کہ جب دیگر مباشرین جرم اور ملزم کھیت میں کنٹیاں چلا رہے تھے تو ہر سہ اشخاص مذکور بقصد کھیت میں داخل ہوئے اور کنٹیوں کو روک دیا ۔ ملزم اور ساتھیوں کا کھیت پر قلبہ رانی دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو وہ باجازت یا بلا اجازت رامنا کھیت میں داخل ہوئے ان میں سے چاہے جو بھی صورت ہو مقتول اور اس کے ساتھیوں کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیکر مزعومہ معاہدہ استرداد کی تعمیل مختص خود کر لیں ۔ بہرحال ان حالات میں یہ کہنا مشکل ہے کہ ملزم اور اس کے ساتھی مقتول اور مدار صاحب اور اس کے بھائی کے خلاف کوئی غرض یا نیت مشترکہ قائم کر کے کھیت پر آئے تھے ۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کھیت پر کاشت کرنے کی نیت اور غرض سے آیا تھا ۔ حجت کی جا سکتی ہے کہ کلہاڑی اور لٹھ لیکر آنا زراعت پیشہ اشخاص کے لئے ایک معمولی بات ہے ۔ لیکن تلوار سے مسلح ہو کر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ملزم اور اس کے ساتھی اس نیت کے ساتھ آئے تھے کہ اگر کوئی مزاحمت کرے تو اس کو ختم کر دیا جائے گا ۔ ہماری رائے میں تلوار کا لانا دفاع کی نیت سے بھی ہو سکتا ہے ۔ لیکن یہاں تلوار کے وجود کے متعلق اس وجہ سے شبہ ہے کہ ابتدائی تحقیقات کی رپورٹ ابتدائی میں جو مدار صاحب کے بیان پر مشتمل ہے صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ مقتول کو لٹھ اور کلہاڑی سے زمین پر گرایا گیا ہے ۔

بحث کی جاتی ہے کہ ملزم کے ساتھیوں کو بعلت قتل حبس دوام کی سزا ہو چکی ہے اور اس سزا کو جوڈیشل کمیٹی نے بھی بحال رکھا ہے ۔ اس لئے ملزم کے حق میں بھی وہی سزا تجویز ہونی چاہئے ۔ اس بحث کا تصفیہ جلسۂ خمسہ نے بمقدمہ سید عبدالمجید بنام سرکار عالی (۲۶) دکن لا رپورٹ ص ۱۲۵ پر بہت خوبی سے کر دیا ہے جس سے ہم کو بالکلیہ اتفاق ہے ۔ حکام عالیمقام ارشاد فرماتے ہیں کہ فوجداری مقدمات میں ہر جلسہ کے رکن کو ملزم کی مجرمیت یا غیر مجرمیت کی بابت رائے ظاہر کرنے کی پوری آزادی رہنا چاہئے یہ ایک بڑی اہم اخلاقی و قانونی ذمہ داری ہے ممکن ہے کہ کسی فوجداری مقدمہ میں کوئی ایسا قانونی مسئلہ پیش ہو جائے جس کے تحت اس امر کے طے کرنے کی ضرورت پڑے کہ آیا کوئی مجرم ہے یا نہیں ایسی صورت میں بھی جہاں تک مجرمیت کے متعلق رائے قائم کرنے کی آزادی کا سوال ہے اس میں کسی قسم کی تحدید مناسب نہیں ہے ۔

نتیجہ ہماری اس رائے کا یہ ہے کہ ملزم کا مرافعہ منظور ہوگا ۔ ملزم اس قدر سزا بھگتیگا جو عدالت سشن کے

فیصلہ سے اسپر عائد کی گئی ہے اگر ملزم یہ سزا بھگت چکا ہے اور وہ کسی دوسرے الزام میں ماخوذ نہیں ہے تو بلا جواز تاخیر محبس سے رہا ہوگا۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر مشیر قانونی و پریزیڈنٹ و آنریبل مولوی محمد خلیل الزمان صاحب صدیقی و آنریبل پنڈت راجندر نائک صاحب ارکان

۱۳۰۱ف
نمبر ۶۵
ملہ ۳ ر
۱۳۵۱ف

سرکار عالی مرافع بنام **وینکٹ ریڈی** مرافعہ علیہ

گواہ کی وقعت۔

تجویز ہوئی کہ اس بحث میں کوئی قوت نہیں ہے کہ اگر چند گواہوں کے بیانات چند ملزمین کے مقابلہ میں ساقط الاعتبار قرار دئے جائیں تو اُن کو جملہ ملزمین کے مقابلہ میں ناقابل بھروسہ قرار دیا جانا چاہیے کسی گواہ کے بیان کو سچائی سے متصف یا دروغ سے ملتوم قرار دینا اس اثر کا نتیجہ ہوا کرتا ہے جو اُس کے پڑھنے یا سننے والے کے قلب پر گردوپیش کے حالات اور کیفیات کے مدنظر مرتسم ہوتا ہے روزمرہ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ آدمی دس باتیں کہتا ہے سننے والا ان میں کی چند کو باور کرتا ہے اور چند کو باور نہیں کرتا اور ایک آدھ کی صحت کے بارے میں مشکوک ہوتا ہے۔

منجانب مرافع مولوی سید حسین صاحب مہدوی و پنڈت رنگراؤ صاحب وکلاء۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار۔

فیصلہ:۔ وینکٹ ریڈی۔ گلہ راجڑو۔ مندر راجیگا۔ مندر سائنا۔ سائیگا ولد سائنا۔ مندر ویرڑو۔ گلہ گنگڑا اور گلہ پوترو کو ناظم اعزازی صدر عدالت نے نار سیہوان ریڈی کو مار ڈالنے کی پاداش میں حبس دوام کی سزا کا مستوجب قرار دیا اور مثل کو بغرض تصحیح عدالت العالیہ بھیجدیا۔ سزاء مجوزہ کی ناراضی سے ملزمین نے مرافعے بھی داخل کئے۔ عدالت العالیہ نے بصیغہ تصحیح و مرافعہ یہ رائے قائم کی کہ وینکٹ ریڈی ملزم کے علاوہ کسی دوسرے ملزم کے مقابلہ میں جرم کو ثابت قرار نہیں دیا جا سکتا وہ شبہ کے فائدہ کے مستحق ہیں۔ چنانچہ عدالت العالیہ نے وینکٹ ریڈی کے علاوہ جملہ ملزمین کو الزام منسوبہ سے بری کر دیا اور وینکٹ ریڈی کی اُس سزاء کو بحال رکھا جو صدر عدالت نے اس کے لئے تجویز کی تھی اس لئے وینکٹ ریڈی کے مقدمہ کی دفعہ (۲۶) ضابطہ جوڈیشل کمیٹی کے تحت سماعت کی گئی۔

مرافعہ نیارا تھی تجویز جلسہ منعقدہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۲۲ بہمن ۱۳۵۳ف۔

مباحث کی سماعت کے بعد کل غور وفکر کے ساتھ مواد مثل کا مطالعہ کیا گیا مگر وینکٹ ریڈی کے معاملہ میں عدالت العالیہ کی رائے سے اختلاف کی معقول گنجائش نہ ملی۔ وینکٹ ریڈی کے مقابلہ میں ارتکاب جرم کی اطمینان بخش شہادت موجود ہے اُس اطمینان کو جو شہادت مشمولہ مثل سے اس کے مقابلہ میں حاصل ہوتا ہے۔ صرف اس بناء پر برطرف کر دینا صحیح نہوگا کہ گواہوں کا عمل یا دوسرے ملزمین کے مقابلہ میں ان کی شہادت اس نہج کی ہے کہ عدالت العالیہ نے ان کی شہادت کو ان لوگوں کے مقابلہ میں جن کو انہیں گواہوں نے وینکٹ ریڈی کا شریک بیان کیا تھا اتنا مشتبہ پایا کہ وہ اُن کی حد تک صدر عدالت کی تجویز کو منسوخ کرنے پر مجبور ہو گئی۔ کسی گواہ کے بیان کو سچائی سے متصف یا دروغ سے ملتوم قرار دینا اُس اثر کا نتیجہ ہوا کرتا ہے جو اُس کو پڑھنے یا سننے والے کے قلب پر گرد وپیش کے حالات اور کیفیات کے مد نظر مرتسم ہوتا ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ آدمی دس باتیں کہتا ہے سننے والا ان میں کی چند کو باور کرتا اور چند کو باور نہیں کرتا اور ایک آدھ کی صحت کے بارے میں مشکوک ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے کے لئے اور ایسی بات کو چھانٹ دینے کے لئے جس کی سچائی مشتبہ ہو دیل کے ساتھ قرینے موجود ہوں تو شہادت کو جانچنے میں ایسے قرائن پر عدلیہ کامل تکیہ کیوں نہ کرے۔

وینکٹ ریڈی کی حد تک اس مقدمہ کی کیفیت یہ ہے کہ شب واقعہ مقتول اندلوائی سے ذچیلی آنیوالا تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے مکان میں کوری باگا سے کہلوا بھیجا کہ اُس کی ہمراہی کے لئے دو آدمی اسٹیشن بھیجدئے جائیں مقتول کا یہ پیغام اُس کے مکان پہونچا اور اُس کے داماد سیتیا نارائن ریڈی نے اُس کی ہدایت کے مطابق لمبا اور گواہ نمبر (۲) سائیگا کو اسٹیشن بھیجا۔ مقتول ان کے ساتھ اسٹیشن سے روانہ ہوا اور راستہ میں جبکہ یہ دونوں اُسکے ساتھ تھے مارا گیا۔ اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ لمبا اور سائیگا کو اسٹیشن سے مقتول کے ہمراہ گھر آنے کے لئے واقعتاً بھیجا گیا تھا کوری باگا گواہ نمبر (۱۲) تلسی بائی گواہ نمبر (۴) اور سیتیا نارائن ریڈی گواہ نمبر (۳) پیش ہوئے ہیں اور خود سائیگا گواہ نمبر (۲) کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں مقتول مارا گیا اُس زمانہ میں وہ مقتول کا ملازم تھا۔ سیتیا نارائن ریڈی نے منظہرا اور لمبا کو ٹیل آتے ہیں تم جاؤ بولکر اسٹیشن بھیجے تھے تو ہم گئے۔ اس واقعہ کو مشتبہ کرنے کیلئے کہ سائیگا اور لمبا مقتول کو لانے کیلئے اسٹیشن گئے تھے۔ گواہوں سے ایسے سوالات کئے گئے ہیں جن سے اس امر میں سابقہ عمل کا پتہ چل سکے۔ گواہوں کے بیانات سے ان کے اسٹیشن جانے کے واقعہ کی سچائی میں شبہ پیدا کر دینے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ سائیگا نے اسبارے میں کہا ہے کہ میں جب سے مقتول کا ملازم ہوا ہوں اُس وقت سے اس واقعہ کے قبل کبھی بھی مقتول کو اسٹیشن سے لانے کے لئے کوئی نہیں گیا۔ اول تو اس کا تعین نہیں کرایا گیا کہ مقتول کے پاس سائیگا کب سے ملازم تھا

دوسرے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ اس کی ملازمت کے دوران میں مقتول کو کبھی رات کی گاڑی سے اترنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس لئے سائیگا کے صرف اس بیان سے کہ اس واقعہ سے قبل کبھی بھی مقتول کو اسٹیشن سے لانے کے لئے کوئی نہیں گیا اس واقعہ کی سچائی متاثر نہیں ہوتی کہ بروز واقعہ سائیگا اور لمبا مقتول کو اسٹیشن سے گھر لانے کے لئے گئے ستیانارائن ریڈی سے جو مقتول کے ساتھ چند ہی ماہ قبل سے رہنے لگا تھا۔ اس بارے میں ایک سوال کیا گیا جس کا جواب اس نے یہ دیا کہ اس سے قبل بھی میرا خسر اسٹیشن کو آدمیاں روانہ کرنے کے لئے کہا تھا یا نہیں مجھ کو خیال نہیں مقتول کی لڑکی گنگوبائی گواہ نمبر (۵) سے اس بارے میں جو سوال کیا گیا اُس کے طرز اور الفاظ کا اندازہ اُس کے اس جواب سے ہوتا ہے "مجھ کو اس کا علم نہیں ہے کہ میرا باپ اپنی مدد کے لئے اسٹیشن کو ملازمین کو بلاتا تھا یا کیا؟" اس مسئلہ میں سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اُس کو مان بھی لیا جائے کہ اُس ایک روز کے علاوہ مقتول نے کبھی آدمیوں کو بھیجنے کی خواہش نہیں کی اور آدمی نہیں گئے تو اس سے یہ قطعی نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا کہ اس مرتبہ بھی اس نے آدمیوں کو اسٹیشن نہیں بلوایا اور سائیگا اور لمبا کا اسٹیشن جانا ایک بنائی ہوئی بات ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سائیگا اور لمبا کا مقتول کو گھر لانے کیلئے اسٹیشن جانا پوری طرح ثابت ہے اور یہ ثابت ہے تو ان کے گواہان رویت ہونے پر بھی قلب مطمئن ہے۔

رویت کی شہادت کے تعلق سے وکیل وینکٹ ریڈی کی جانب سے اسپر بہت زور دیا گیا ہے کہ استغاثہ نے لمبا کو صدر عدالت میں پیش نہیں کیا وہ پیش ہوتا تو وہ سائیگا کے بیان کی تائید نہ کرتا اور اُس کا بیان ملزمین کے موافق ہوتا۔ مثل کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ استغاثہ نے لمبا کو کیوں نہیں پیش کیا اور مثل میں استغاثہ کی جانب سے اُس کے پیش نہ کئے جانیکی کافی وقیع وجہ موجود ہے۔ گواہ نمبر (۱) مفتش مقدمہ کا بیان ہے کہ عدالت تحت یعنی منصفی میں لمبا گواہ رویت نے مارنیوالوں کا تعین نہیں کیا اور تعداد مارنے والوں کی (۲۰-۲۵) بتلایا اور یہ بھی بیان کیا کہ ستیانارائن ریڈی سے میں کہا کہ نرسمہوا ریڈی کو کون کون لوگ مار رہے ہیں اور یہ بھی بیان کیا کہ امین صاحب۔ سرکل صاحب اور مہتمم صاحب کے سامنے ڈر کر مجھے [illegible] گئے۔ میں ان ملزمین کا نام بتلایا۔ یہ ملزم نمبر (۳) سائیگا کا حقیقی بھائی ہے اس گواہ نے سابق میں اگر عدالت تحت میں غلط بیان کیا۔ مفتش کے اس بیان کی تائید کہ لمبا ملزم سائیگا کا بھائی ہے۔ سائیگا گواہ نمبر (۲) سے بھی ہوتی ہے۔ لمبا کے طرز عمل کے تعلق سے مفتش نے حلفاً جو بیان کیا ہے وہ اس کو باور کرنیکے لئے کافی ہے کہ لمبا ملزمین کی شناخت نہ کرنے میں یا کم از کم اُن کی شناخت کو غیر یقینی اور مشتبہ کر دینے میں خاص اور فطری دلچسپی رکھتا تھا۔ ایسی صورت میں منصف کے سامنے اُس کو پیش کر کے تجربہ کر لینے کے بعد اُس کو صدر عدالت میں پیش نہ کرنے کے بارے میں استغاثہ بالکل حق بجانب تھا۔ وینکٹ ریڈی کو اس گواہ کی بے لوثی [illegible]

سرکار عالی
بنام
وینکٹ ریڈی

سچائی پر بھروسہ تھا تو وہ خود اس کو اپنی جانب سے شہادت میں پیش کر سکتا تھا مگر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ وینکٹ ریڈی کی اس بحث کو ناقابل اعتنا قرار دینے کے بعد اُس کے مقدمہ میں صرف یہ امر غور طلب رہجاتا ہے کہ اُس کو مرتکب جرم اور متوجب سزاء مجوزہ قرار دینے کے لئے کافی اور اطمینان بخش مواد موجود ہے یا نہیں۔

سائیگا گواہ روبیت کا بیان ہے کہ پٹیل کے ہمراہ ہم پیدل واپس گاؤں کو آرہے تھے پٹیل سامنے تھا میں پٹیل کے پیچھے تھا۔ میرے پیچھے لمبا تھا۔ راستہ کے قریب گھاس کے گریاں ہیں۔ وینکٹ ریڈی آکر پٹیل پر حملہ کیا اور اُس کو پکڑ لیا (یہاں پر گواہ بری شدہ ملزمین کا ذکر کرتا ہے جن سے اس وقت کوئی سروکار نہیں ہے)۔ اس کے ساتھ ہی سات آدمی آکر مقتول پر گرے اور اُس کو لاٹھیوں سے مارتے ہوئے جھنڑی میں ڈھکیل کر لیکر گئے۔ وہاں زمین پر گرادئے۔ وہاں کلہاڑیوں سے گٹرے۔ اس طرح عمل کرتے ہوئے مجھکو خوف معلوم ہوا تو گھر کو روتے ہوئے بھاگا۔ نرسھوان ریڈی کے مکان کو جاکر ستیا نارائن ریڈی کو آواز دیا۔ تلسی بائی دروازہ کھولی تو میں اُس سے بیان کیا کہ پٹیل کو مار رہے ہیں ستیا نارائن ریڈی دریافت کیا تو اُس سے بھی کہا۔ ستیا نارائن ریڈی مجھکو اور لمبا کو لیکر پولیس پٹیل کے پاس گیا۔ ستیا نارائن ریڈی پولیس پٹیل بات کر رہے تھے۔ ہم کو کہے کہ کھیت کے پاس ملازمین ہیں بلاکر لاؤ۔

سائیگا کا یہ بیان سارے مقدمہ کی عمارت کی بنیاد ہے۔ سائیگا ہی وہ گواہ ہے جس نے واقعہ کے فوری بعد اس کی اطلاع مقتول کے سارے گھر کو دینے پیما اور اُس کے ہی کہنے پر ستیا نارائن ریڈی نے کوتوالی پٹیل کو اطلاع دی۔ پٹیل نے اپنی رپورٹ میں اور منتظم کوتوالی مفتش مقدمہ نے پرچہ اطلاع واردات میں وینکٹ ریڈی کا نام درج کیا۔ پنچنامہ اسباب موت میں اسی گواہ سے حاصل شدہ اطلاع کی بناء پر ستیا نارائن ریڈی نے لکھوایا کہ کل رات نرسھوان ریڈی لمبا اور سائیگا کے ہمراہ آرہا تھا کہ وینکٹ ریڈی اور دیگر اشخاص مکر کلہاڑی وغیرہ سے مارے ہیں وینکٹ ریڈی کے خلاف اطلاعات اور اندراجات کا یہ ایسا سلسلہ ہے جس سے سائیگا کے منفرد بیان کو وہ قوت حاصل ہوتی ہے جس کی بناء پر کہنا پڑتا ہے کہ عدالت العالیہ نے وینکٹ ریڈی کے خلاف جو رائے قائم کی ہے اور اُس کے لئے اس نے جو سزا تجویز کی ہے وہ ناقابل دست اندازی ہے۔

نگرانی فوجداری جلسۂ منفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی میر باسط علیخاں صاحب ارکان

۱۳۵۶ ف
نمبر مقدمہ ۸۵
منفصلہ ۱۳
بہمن ۱۳۵۶ ف

سرکار عالی نگرانی خواہ بنام دیوگا وغیرہ طرفثانیان

دفعہ (۱،۳۷) تعزیرات۔ مداخلت کے الزام میں بار ثبوت مستغیث پر ہوتا ہے۔

تحریک۔ مولوی محمد عبدالرحیم صاحب ناظم عدالت ضلع رائچور۔ مورخہ ۲۱ آبان ۱۳۵۵ ف۔

سرکار عالی
بنام
دیوکا

تجویز ہوئی کہ مقدمات مداخلت بیجا مجرمانہ میں اس امر کا ثبوت استغاثہ کے درش پر ہے کہ ملزمین کی نیت مجرمیت کی تھی جس کا ذکر دفعہ ۳۷۱ تعزیرات میں ہے محض یہ امر کہ ملزمین نے عدالت کے روبرو حقیت کا ادعا نہیں کیا۔ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ ملزمین کی وہی نیت تھی جس کی وجہ سے اُن کی مداخلت فوجداری جرم بنجاتی۔

منجانب نگرانی خواہ مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب مورم گرو وکلاء سرکار

منجانب طرفثانیاں مولوی سید ضمیر علی صاحب ایڈوکیٹ۔

فیصلہ۔ مداخلت بیجا مجرمانہ کے ایک مقدمہ میں عدالت ابتدائی نے اس بناء پر رہائی کی تجویز صادر کی کہ ملزمین کی اس نیت کا ذکر مثل میں نہیں ہے جس کا ذکر دفعہ (۳۷۱) مجموعہ تعزیرات میں ہے بلکہ روئداد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملزمین نے اگر مداخلت کی تو وہ بادعاء ملکیت تھی۔ عدالت ضلع نے یہ تحریک کی ہے کہ یہ رہائی کی تجویز اس لئے قابل تنسیخ ہے کہ ملزمین نے عدالت میں آکر اپنے کسی حق کا ادعاء نہیں کیا بلکہ سرے سے مداخلت سے ہی انکار کر دیا۔ ہماری رائے میں عدالت ضلع کی تحریک لائق منظوری نہیں ہے۔ مقدمات مداخلت بیجا مجرمانہ میں اس امر کا ثبوت استغاثہ کے درش پر ہے کہ ملزمین کی نیت مجرمیت کی تھی جس کا ذکر دفعہ (۳۷۱) میں ہے اور جب تک استغاثہ اس بارے سبکدوش نہ ہو۔ فرد جرم مرتب ہو سکتی ہے اور نہ ملزمین کے حق میں سزا تجویز ہو سکتی ہے محض یہ امر کہ ملزمین نے عدالت کے روبرو حقیت کا ادعاء نہیں کیا اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ ملزمین کی وہی نیت تھی جس کی وجہ سے انکی مداخلت فوجداری جرم میں آجاتی ہے۔ عدالت ابتدائی نے صحیح طور پر شہادت استغاثہ پر غور کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ملزمین نے اگر کوئی مداخلت کی بھی تھی تو وہ مجرمانہ نیت سے نہ تھی بلکہ وہ بادعائے ملکیت تھی۔ خود استغاثہ کے گواہوں نے یہ کہا ہے کہ اس وقت جبکہ ملزمین مداخلت کر رہے تھے وہ یہی کہتے ہوئے اراضی میں داخل ہوئے کہ زمین انکی ہے۔ شہادت سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا ادعاء ملکیت بالکل بے بنیاد ہے ان حالات میں عدالت ابتدائی کی تجویز غلط نہ تھی کہ مقدمہ کی نوعیت دیوانی کی ہے۔ لہذا

حکم ہوا کہ

تحریک نامنظور۔

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضی خاں صاحب و آنریبل رائے منوہر پرشاد صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۱۶۰ سنہ ۱۳۵۵ف
منفصلہ ۱۰ بہمن ۱۳۵۶ف

سرکار عالی — نگرانی خواہ — بنام — آکل چندریا — طرفثانی

دفعہ (۳۳۸) تعزیرات آصفیہ - خیانت مجرمانہ -

تجویز ہوئی کہ ایک شخص جس نے کسی شئے کو اپنے پاس گرو رکھ لیا ہو اُس شئے کو کسی دوسرے کے پاس گرو رکھ سکتا ہے اور ایسا کرنے میں وہ خیانت مجرمانہ کا مرتکب نہیں ہوتا

منجانب نگرانی خواہ مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکلاء سرکار -

منجانب طرفثانی پنڈت ویشوا ناتھم صاحب وکیل -

فیصلہ:- وکلاء فریقین کے مباحث سماعت کئے گئے - مقدمہ کے واقعات یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ مستغیث نے ایک طلائی پٹہ ملزم کے پاس (۱۲۵) روپیہ میں گرو کیا - لیکن ملزم نے بجائے اس کے کہ اس کو اپنے پاس امانت رکھے اسے دوسرے شخص کے پاس ایک سو ساٹھ روپیہ میں گرو کر دیا - عدالت تحت نے ان واقعات کو ثابت قرار دیا اور اب بھی ہمارے روبرو واقعات کی حد تک کوئی بحث نہیں کی گئی - عدالت تحت کی تجویز یہ ہے کہ ان واقعات کی بناء پر خیانت مجرمانہ کا جرم ملزم کے خلاف عائد نہیں کیا جا سکتا - اس لئے اس نے ملزم کو رہا کر دیا - اس تجویز کی ناراضی سے یہ نگرانی ہے - لائق وکیل سرکار کی بحث یہ ہے کہ جو پٹہ ملزم کے پاس بطور امانت کے تھا - اس میں وہ اس قسم کا تصرف نہیں کر سکتا تھا - اس لئے اس کا اسے دوسرے کے پاس بلا اجازت اصل گرو کنندہ گرو کر دینا تصرف بیجا کی تعریف میں داخل ہے - اس لئے دفعہ (۳۳۸) تعزیرات اس سے متعلق کیا جا سکتا ہے - ہمیں یہ بحث قابل قبول نہیں معلوم ہوتی - گرو کی معاملت سے فریقین کو کوئی نہ کوئی حقوق پیدا ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس طرح گرو کنندہ اپنے حقوق کو کسی دوسرے کے حق میں منتقل کر سکتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی جس کے پاس شئے گرو شدہ گرو کی گئی اپنے حقوق کو جو اس کو اس میں حاصل ہو جائیں ہر طرح منتقل کرنے کا مجاز ہے جس طرح ملزم نے اس پٹہ کو گرو کیا ہے اس میں ہمیں بددیانتی کا شائبہ بھی نہیں معلوم ہوتا - اس وجہ سے دفعہ (۳۳۸) کا یہ اہم جز مفقود ہو جاتا ہے - غرض ہماری رائے ہے کہ عدالت تحت کی تجویز قابل دست اندازی نہیں ہے - ہماری رائے کی تائید مقدمہ رام دیال سنو جی لال بنام ملک معظم مندرجہ آل انڈیا رپورٹر ۱۹۳۲ء رنگون ص ۶۲ سے ہوتی ہے - لہذا

حکم ہوا کہ

نگرانی نامنظور -

نگرانی بناراضی تجویز مولوی یوسف علی صاحب ناظم دوم عدالت فوجداری بلدہ مورخہ ۲۷ سفندار ۱۳۵۵ف -

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی میر ہاشم علیخان صاحب و آنریبل پنڈت رامچندر نایک صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۱۲۷ سنہ ۱۳۵۴ف
منفصلہ ۲۹ر شہریور سنہ ۱۳۵۴ف

ماں صاحبہ بی نگرانی خواہ بنام **محمد حسین** طرفثانی

سرپنچ کے مقابلہ میں تعزیری کارروائی کی صورت میں اجازت کی ضرورت ۔ دفعہ (۲۰۱) ضابطۂ فوجداری ۔ اعلان نشان (۲) مورخہ ۲۲ر آذر سنہ ۱۳۵۳ف ۔

تجویز ہوئی کہ اگر کسی سرپنچ لیوی کے مقابلہ میں خیانت مجرمانہ کا الزام عائد کیا گیا ہو تو اُس کے لئے بلحاظ دفعہ (۲۰۱) ضابطۂ فوجداری اجازت کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ سرپنچ لیوی ایک سرکاری ملازم ہے ۔ فقرہ نمبر (۱۰) اعلان نمبر (۲) مورخہ ۲۲ر آذر سنہ ۱۳۵۳ف صیغۂ رسد اُس شکایت سے متعلق ہے جو کہ محکمہ میں کی گئی ہو نہ کہ تعزیری کارروائیوں سے ۔

منجانب نگرانی خواہ مولوی سید ضمیر علی صاحب اڈوکیٹ ۔

منجانب طرفثانی مولوی سید محمد عبداللہ صاحب اڈوکیٹ ۔

فیصلہ :۔ مباحث وکلاء فریقین سماعت ہوئے ۔ واقعات مقدمۂ ہذا یہ ہیں کہ مستغیثہ نگرانی خواہ نے بمقابلہ ملزم جو ایک سرپنچ لیوی جو محکمۂ رسد سے مقرر ہوا ہے ۔ اسپر تحت دفعہ (۳۳۹) تعزیرات سرکار عالی خیانت مجرمانہ کا الزام عاید کیا گیا ہے ۔ امر تصفیہ طلب صرف اس قدر ہے کہ استغاثہ بلا منظوری افسر بالا قابل پیشرفت ہے یا نہیں عدالت تحت نے حصول اجازت کو لازمی قرار دیا ہے جس کی ناراضی سے یہ نگرانی منجانب مستغیثہ ہمارے روبرو پیش ہے ۔ لائق وکیل نگرانی خواہ بحوالہ فقرہ نمبر (۱۰) اعلان نمبر (۲) مورخہ ۲۲ر آذر سنہ ۱۳۵۳ف صیغۂ رسد یہ بحث کرتے ہیں کہ اجازت ضروری نہیں ہے کیونکہ اس اعلان سے محکمۂ رسد نے اپنے ملازمین کے خلاف اجازت ارجاع استغاثہ کی دیدی ہے ۔ ہماری رائے میں یہ بحث صحیح نہیں ہے اگر مستغیثہ کوئی چارہ کار محکمۂ رسد یا کسی اور محکمۂ متعلقہ میں اختیار کرتی تو اجازت کا سوال پیدا نہیں ہوتا مگر جہاں پر مستغیثہ نے مجموعۂ تعزیرات سرکار عالی کے تحت چارہ کار اختیار کیا ہے تو ضابطۂ فوجداری کے احکام متعلق ہوں گے اور اس لحاظ سے دفعہ (۲۰۱) ضابطۂ فوجداری کے تحت ملزم کے مقابلہ میں جس پر مسلمہ طور پر ملازم سرکاری کی تعریف صادق آتی ہے اس وقت تک عدالت کو سماعت کا اختیار حاصل نہیں ہوتا جبتک کہ عہدہ دار مجاز کی منظوری حاصل نہ کر لی جائے ۔ عدالت تحت نے صحیح طور پر استغاثہ کو ناقابل پیشرفت قرار دیا ہے ۔ حکم ہوا کہ نگرانی نامنظور ۔

نگرانی بناراضی تجویز رائے تاراچند گپتا صاحب منصف تعلقہ مانوی مورخہ ۲۳ر اردی بہشت سنہ ۱۳۵۴ف ۔

سنہ ۱۳۵۵ف
نمبر مقدمہ ۳۵۵
منفصلہ ۱۲ اسفندار سنہ ۱۳۵۶ف

نگرانی فوجداری اجلاس منفردہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد عبدالحمید خاں صاحب رکن

گنگا سنگھ نگرانی خواہ بنام منتھورا بائی طرفثانیہ

دفعہ (۴۱۱) ضابطہ فوجداری اور فریقین میں مصالحت۔

تجویز ہوئی کہ (۱) ہماری رائے میں جب باہم فریقین کوئی تصفیہ ہوجائے تو عدالت کو چاہیئے کہ درخواست زیر دفعہ (۴۱۱) ضابطہ فوجداری خارج کردے کیونکہ مصالحت کے بعد یہ تصور قائم نہیں رہتا کہ شوہر کا اپنی عورت کی پرورش و پرداخت سے انکار ہنوز برقرار ہے۔

(۲) کارروائی زیر دفعہ (۴۱۱) ضابطہ فوجداری آصفیہ میں فریقین ایسی مصالحت کرلیں جس کا نفاذ عدالت دیوانی سے ہوسکتا ہو تو عدالت فوجداری اس کے اجراء پر مخالف نہ ہوگی۔

(۳) تجویز تحت دفعہ (۴۱۱) ضابطہ فوجداری کے بعد اگر فی الواقعی فریقین میں کوئی تصفیہ ہوگیا ہو اور وہ اسپر عامل رہے ہوں تو ایسی تجویز عدالت جو مصالحت فریقین سے قبل کی ہو اصولاً لائق لحاظ نہ ہوگی۔ ایسی صورتوں میں پہلے عدالتوں کو اطمینان کرلینا چاہیئے کہ آیا واقعی تصفیہ مابین فریقین ایسا ہوا ہے جو تجویز مصدرہ عدالت کے مغائر ہے اگر تصفیہ ہوا ہو اور اسپر عمل ہوا ہو تو تجویز عدالت باقی نہ رہنے کی وجہ سے اُس کو موجودہ کارروائی تحت دفعہ مذکور کی بنیاد قرار دینے سے انکار کرنا چاہیئے۔

منجانب نگرانی خواہ پنڈت ماروتی راؤ صاحب جوشی وکیل۔

فیصلہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ مسماۃ منتھورا بائی نے اپنے شوہر نگرانی خواہ کے مقابلہ میں دلاپانے دس روپیہ ماہانہ نفقہ کا حکم زیر دفعہ (۴۱۱) ضابطہ فوجداری آصفیہ عدالت منصفی احمدپور سے بتاریخ ۱۰ فروردی سنہ ۱۳۴۳ف حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد زوجین میں مصالحت ہوئی اور ۲۹ آذر سنہ ۱۳۴۴ف کو بمعاوضہ نان نفقہ ایک اراضی زوجہ کے قبضہ میں دی گئی۔ پھر زوج نے زوجہ کے قبضہ میں مزاحمت کی۔ زوجہ نے عدالت سے دادخواہی کی۔ بالآخر تصفیہ پہنچا یتی اور اقرارنامہ زوج کی بناء پر مثل داخلِ دفتر ہوئی۔ ملاحظہ ہو فرد کارروائی مورخہ ۳۱ امرداد سنہ ۱۳۴۴ف دس سال کے عرصۂ عتیق کے بعد زوجہ نے درخواست مجوزہ دی ہے کہ

نگرانی بنا راضی تجویز پنڈت سہنت راؤ صاحب منصف احمدپور مورخہ ۵ مہر سنہ ۱۳۵۵ف۔

گنگا سنگھ بنام منصور ابائی

اسے آغاز ۱۳۵۳ف سے نفقہ نہیں ملا ہے۔ اس لئے چار سالہ رقم (۴۸۰) روپیہ دلائی جائے۔ شوہر نگرانیخواہ نے یہ عذر کیا کہ عدالتی فیصلہ کے بموجب زوجہ کو بمعاوضہ نفقہ اراضی دی گئی ہے جس سے وہ مستفید ہورہی ہے۔ موجودہ درخواست نگرانی خواہ کو پریشان کرنے کے لئے دی گئی ہے خارج کی جائے۔ عدالت فوجداری احمد پور نے بلاکسی تحقیقات کے یہ قرار دیا کہ سابقہ فیصلہ متعلقہ قبضہ اراضی عدالت فوجداری کے اختیار سے خارج تھا۔ عذر شوہر کو نامنظور کر کے نوٹس شرائط نیلام جاری کرنیکا حکم دیا جس کے خلاف یہ نگرانی ہے۔

ہماری رائے میں جب باہم فریقین کوئی تصفیہ ہوجائے تو عدالت کو چاہئے کہ درخواست زیر دفعہ (۴۱۱) ضابطۂ فوجداری آصفیہ خارج کردے کیونکہ مصالحت کے بعد یہ تصور نہیں قائم رہتا کہ شوہر کا اپنی عورت کی پرورش و پرداخت سے انکار ہنوز برقرار ہے۔ صورت کذا میں عدالت نے بموجب مصالحت تصفیہ کیا ہے۔ لیکن ایسی ڈگری جس میں دیوانی نوعیت کا تصفیہ کیا گیا ہو کہ اراضی پر بمعاوضہ نفقہ قبضہ دیا جائے گا عدالت فوجداری سے جاری نہیں کرائی جاسکتی۔ یہ نظریہ پنجاب چیف کورٹ اور لاہور ہائیکورٹ کا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو (42 P.R 1888, 39. PR 1905) ان نظائر کی تقلید ایک حالیہ فیصلہ (1945 Peshawar 20) میں کی گئی ہے

ہمیں اس اصول سے اتفاق ہے کہ کارروائی زیر دفعہ (۴۱۱) ضابطۂ فوجداری آصفیہ میں فریقین ایسی مصالحت کرلیں جس کا نفاذ عدالت دیوانی سے ہوسکتا ہو تو عدالت فوجداری اس کے اجرا پر مکلف نہ ہوگی۔ یہاں یہ سوال ہے کہ جب فریقین میں کسی نوع کا تصفیہ بضمن کارروائی دفعہ (۴۱۱) ضابطۂ فوجداری ہوجائے تو کیا وہ مانع کارروائی مزید ہے۔ ہماری دانست میں اگر فی الواقع کوئی تصفیہ فریقین میں ہو گیا ہو اور وہ اسپر عامل ہوں تو ایسی تجویز عدالت جو مصالحت فریقین سے قبل کی ہو۔ اصولاً لائق لحاظ نہ ہوگی۔ ورنہ زوجہ کو اختیار مل جائیگا کہ شوہر کو دوہری پریشانی میں مبتلا کرے۔ ایسی صورتوں میں پہلے عدالت کو اطمینان کرلینا چاہئے کہ آیا واقعی تصفیہ مابین فریقین ایسا ہوا ہے جو تجویز مصدرہ عدالت کے مغائر ہے اگر تصفیہ ہوا ہو اور اسپر عمل ہوا ہو تو تجویز عدالت باقی نہ رہنے کی وجہ سے اُس کو موجودہ کارروائی کی بنیاد قرار دینے سے انکار کرنا چاہئے۔ البتہ زوجہ کو اختیار ہوگا کہ عدالت دیوانی سے اس تجویز کو نافذ کرائے یا جدید درخواست عدالت فوجداری میں پیش کرے (1930 Lahore 524, 1932 Lahore 349 934 Lahore 864, 1937 Peshawar 45)

پر طے کیا گیا ہے کہ جہاں تصفیہ ایسے امور پر حاوی ہو جو حدود دفعہ (۴۱۱) ضابطۂ فوجداری آصفیہ سے خارج ہوں تو فریق کے لئے چارہ کار عدالت دیوانی میں رہے گا۔ ایسی صورت میں عدالت فوجداری کو چاہئے کہ درخواست خارج کردے

گنگا سنگھ
بنام
منتھو بابائی

اس کے یہ معنی نہیں کہ فریقین بلا شرائط کمتر شرح نفقہ پر رضامند ہو گئے ہوں تو عدالت کا اختیار سماعت ساقط ہو جاتا ہے دیکھنا یہ چاہیئے کہ شرائط ایسے تو نہیں ہیں جو احکام دفعہ (۴۸۸) ضابطۂ فوجداری کے خلاف ہیں ایک مقدمہ میں جہاں باہم زوجین تصفیہ ہوا اور نفقہ کی ڈگری بالائے طاق رکھکر دونوں مل جل کر پانچ چھ سال تک رہے یہ طرفہ زوجہ سے اولاد بھی ہوئی۔ پھر زوجہ اپنے میکہ گئی اور نفاذ ڈگری نفقہ کی خواہش کی تو ہماری عدالت العالیہ نے درخواست جدید کی رہنمائی کی۔ ملاحظہ ہو دکن لارپورٹ جلد (۲۸) ص ۳۶۲ ہمیں ایک نظیر ایسی ملی جس میں طے ہوا ہے کہ حکم نفقہ کے بعد جو تصفیہ زوجین میں ہو وہ عدالت فوجداری سے نافذ کرایا جاسکتا ہے اس مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے عدالت العالیہ الہ آباد نے جو تصفیہ کیا ہے وہ لائق امتیاز ہے۔ وہاں زوجین میں تصفیہ ہوا کہ زوجہ چار روپیہ ماہانہ نفقہ کی مستحق ہوگی بشرطیکہ وہ خانگی ملازمت بحیثیت دیز اختیار نہ کرے اور یہ تصفیہ بارہا عدالت سے نافذ ہوتا رہا۔ بالآخر یہی مجسٹریٹ نے ادائی نفقہ کا حکم دیا۔ لیکن سشن جج نے بحوالہ (1932 Lahore 349, 1934 Lahore 864) استصواب کیا اور اپنی رائے ظاہر کی کہ مجسٹریٹ کو ایسا حکم دینے کا اختیار نہ تھا۔ عدالت العالیہ نے دفعہ (۴۸۸) ضمن (۴) سے بحث کرتے ہوئے یہ طے فرمایا کہ باہمی استرضا کے ساتھ مناسب شرائط عائد کئے جائیں تو عدالت کو مداخلت کی وجہ نہیں ہے۔ شوہر یہ بتا سکتا ہے کہ کس وجہ سے وہ نفقہ دینے آمادہ نہیں ہے زوجہ کہہ سکتی ہے کہ اُس کو شوہر کے ساتھ رہنے میں کیوں تامل ہے۔ چنانچہ زوجہ نے اس مقدمہ میں ظاہر کیا تھا کہ زوج کے ہاں ایک زن مدخولہ موجود تھی اس لئے وہ ساتھ رہنا نہیں چاہتی اس عذر کو عدالت العالیہ الہ آباد نے منظور کیا عدالت ابتدائی کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ طے کیا کہ ہر مقدمہ کے حالات کے مدنظر تصفیہ ہو سکیگا کہ مجسٹریٹ مداخلت کرسکتا ہے یا نہیں۔ نظیر محولہ میں فریقین نے شرائط تصفیہ کو بارہا قبول کیا تھا۔ اس لئے عدالت کو غیر مستحق مداخلت قرار دیا۔ صورت ماتحن فیہ میں عدالت کو اولاً اس کا اطمینان کرنا چاہیئے کہ آیا شرائط مصالحت پر عمل جاری ہے اگر عمل برقرار ہے تو عدالت کو بصیغۂ فوجداری مزید کارروائی کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

حکم ہوا کہ

حسب صراحت صدر نگرانی منظور اور تجویز عدالت فوجداری تعلقہ احمد پور منسوخ۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر پریزیڈنٹ و آنریبل مسٹر ڈینکٹ لکشمن ریڈی صاحب و آنریبل مولوی میر ہاشم علیخاں صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۱۶۸ و ۱۶۹ ۱۳۵۷ف تا ۱۹۰
منظورہ ذریعہ فرمان مبارک مرقومہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ م ۱۵ آذر ۱۳۵۶ف

شیخ امیر مرافع بنام سرکار عالی مرافعہ علیہ

فرد قرار داد جرم میں دفعہ کا ذکر نہ ہونیکا اثر - فرد قرار داد جرم میں دفعہ کے ساتھ ساتھ جرم کے ذکر کا لزوم - دفعہ (۳۲۰) ضمن (۱) فقرہ (ج) ضابطۂ فوجداری - دفعہ (۲۳۹) ضمن (۲) ضابطۂ فوجداری - دفعہ (۲۴۶) ضابطۂ فوجداری - دفعہ (۱۲۶) ضابطۂ فوجداری - متعدد ملزمین کا یکجائی چالان - متعدد الزامات کے نسبت یکجائی چالان - منتظم تھانہ کا مجمع کو منتشر کرنے کے حکم کا اختیار - مجمع کو منتشر کرنے کا حکم کون دیسکتا ہے - رپورٹ ابتدائی کی اہمیت -

آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مسٹر وینکٹ لکشمن ریڈی صاحب ارکان متفق الرائے -

(۱) اگر کسی فرد قرار داد جرم میں تعزیرات کی یا کسی اور قانون کی اُس دفعہ کا عدد ذکر نہ ہو جس کے تحت ملزم کو مجرم قرار دیا جانا مقصود ہو - لیکن عبارت میں وہ جملہ واقعات درج کردئے گئے ہوں جن سے کہ وہ جرم بنتا ہے تو ایسی صورت میں فرد قرار داد کے اس سقم سے ملزم اُس وقت تک کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا جبتک کہ وہ اسپر عدالت کو مطمئن نہ کردے کہ فی الواقعی اس غلطی یا فروگذاشت سے اُس کو مغالطہ اور انصاف میں خلل واقع ہوا ہے -

(۲) دفعہ (۳۲۰) ضمن (۱) فقرہ (ج) ضابطۂ فوجداری کی رو سے فرد جرم میں جہاں قانون اور اُس کی اُس دفعہ کا حوالہ درج کرنا ضروری ہے جس کی رو سے مجرم کا فعل جرم قرار دیا جا سکتا ہو وہاں ساتھ ہی اُس میں اُس جرم کے لحاظ سے جس کو ملزم سے منسوب کرنا مقصود ہو ایسی عبارت درج ہونی چاہئے جس سے جرم بینہ دفعہ مذکور کے اُن خواص کی طرف کم از کم اشارہ ہوتا ہو

(۳) دفعہ (۲۳۹) ضمن (۲) ضابطۂ فوجداری میں عدالت مرافعہ کو تجویز اثبات جرم کو منسوخ کرنے کا حکم اُس وقت ہے جب عدالت مذکور کی رائے میں واقعات مقدمہ ایسے ہوں کہ کوئی صحیح الزام ملزم پر بلحاظ واقعات عائد نہ ہو سکتا ہو - مثلاً فرد قرار داد سے ظاہر ہوتا ہے کہ دفعہ (۳۸۶) تعزیرات کی فرد غلط طریقہ پر مرتب کی گئی - مگر دیگر واقعات مثبتہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ملزم دیگر دفعات کے تحت صحیح طور پر مجرم قرار پاتا ہے ایسی صورت میں عدالت مرافعہ دفعہ مذکور کے تحت تجویز سزا کو منسوخ نہ فرمائیگی ۔

آنریبل مولوی میر ہاشم علی خاں صاحب رکن - دفعہ (۲۴۶) ضابطۂ فوجداری کے تحت متعدد ملزمین کے خلاف متعدد الزامات کی تحقیقات و تجویز یکجائی کرنے کا معیار یہ ہے کہ آیا ملزمین کے

مرافعہ بالاضی تجویز جلسہ منعقدہ مجلس عالیہ عدالت مورخہ ۳۱ امرداد ۱۳۵۲ف -

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

افعال ایک ہی سلسلہ میں واقع ہوئے ہیں اور ان کا باہمی تعلق ایسا مسلسل اور مربوط رہا ہے، کہ وہ ایک ہی معاملہ متصور ہو سکتے ہیں۔

(۲) دفعہ (۱۲۶) ضابطۂ فوجداری کی رو سے عہدہ دار منتظم تھانہ مجمع خلاف قانون کو منتشر کرنے کا مجاز قرار دیا گیا ہے اور وہ اختیارات منتظم تھانہ سے اعلیٰ درجہ کے عہدہ دار اپنے رقبہ میں استعمال کر سکتا ہے۔ مثلاً دوم انسپکٹر بھی مجمع کو منتشر کرنے کا حکم دے سکتا ہے جس سے صرف مقدمات کی پیروی کا کام لیا جاتا ہے۔

(۳) جہاں بجز بلوائیوں اور پولیس کے ملازمین کے دیگر اشخاص موجود نہ ہوں وہاں پولیس کی شہادت کو غیر آزاد قرار دینا درست نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں پولیس کی شہادت قابل ادخال تو ہوگی مگر اُس کو اُسی معیار سے جانچنا چاہئے جو دوسرے گواہوں کے اعتبار کو جانچنے کیلئے قانون شہادت نے مقرر کیا ہے۔

(۴) مقدمات فوجداری میں رپورٹ ابتدائی ایک اہم نشان اس صحیح راستہ کا ہے جس پر پولیس و عدالت کو حتی الامکان چلنے کی کوشش کرنی چاہئے جبکہ رپورٹ ابتدائی واقعہ کے عین بعد مرتب کی گئی ہو تو اُس میں جن اشخاص کا ذکر نہ ہو اور بعد میں اُن کا نام لیا جائے تو ایسے اشخاص کی موجودگی اور شرکت مشتبہ نظروں سے دیکھی جانی چاہئے۔

(۵) جبکہ اُن سوالات سے جو کہ ملزمین سے کئے گئے ہوں بلوہ کی غرض مشترک ظاہر ہو چکی ہو تو فرد جرم میں غرض شرکت کی صراحت نہ کرنا ایسا قانونی سقم قرار نہیں پاتا جس کی بنا پر کارروائی کو کالعدم قرار دیا جائے خصوصاً جبکہ ملزمین کی شہادت صفائی ایسی (Alibie) کی ہو۔

آنریبل مولوی میر ہاشم علی خاں صاحب رکن کی وہ رائے جس حد تک انہوں نے اختلاف فرمایا ہے

(۱) جب ایک گواہ کی شہادت کو ایک ملزم کے مقابلہ میں ناقابل اعتبار قرار دیا جائے تو اُس کی شہادت کو دوسرے ملزمین کے مقابلہ میں بھی مشتبہ نظر سے دیکھنا چاہئے۔ ایسی صورت میں ہمارے لئے اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُن ملزمین کے نسبت بھی برأت کی پائے عرض کریں جس کی شناخت ایسے گواہوں نے کی ہو جن کو دیگر ملزمین کے تعلق سے بے اعتبار قرار دیا گیا ہو۔

(۲) کسی ایک گواہ کا جزو بیان کسی ایک ملزم کی نسبت غلط قرار پائے تو اس کا پورا بیان مردود

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

نہ ہونا چاہئے ۔ البتہ اس کی وقعت کم ہو جائے گی ۔ اس وقعت کو رفع کرنے کی بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ہم خود شہادت تائید الزام و شہادت صفائی پر غور کریں اور بیانات سے ان کی صداقت اور اعتبار کی نسبت نتیجہ نکالیں ۔

منجانب مرافع مولوی سید شہاب الدین صاحب کونسل و مولوی سید محمد اسمٰعیل صاحب ایڈوکیٹ ۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار ۔

آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر پریزیڈنٹ و آنریبل مسٹر وینکٹ لکشمن ریڈی صاحب رکن متفق الرائے

شیخ امیر۱ ۔ محمد عالم خاں۲ ۔ محبوب حسین۳ ۔ قادر علی۴ ۔ عبدالرحمن عرف پاپا میاں۵ ۔ ضمیر الدین۶ ۔ سید جلال ۔ احمد خاں۸ ۔ عبدالرحیم۹ عرف بابو ۔ ریاست الدین۱۰ ۔ محمد خواجہ میاں۱۱ ۔ بہادر علی۱۲ ۔ ابراہیم خاں ولد محبوب خاں۱۳ ۔ سعادت خاں۱۴ ۔ چنو خاں۱۵ ۔ شیخ محمود۱۶ عثمان خاں۱۷ ۔ عبدالکریم۱۸ ۔ سید امام۱۹ ۔ تاج الدین۲۰ ۔ محمد حنیف۲۱ ۔ محمد عثمان۲۲ اور ابراہیم خاں ولد فتح خاں۲۳ کے مرافعے نمبری (۱۶۸) بابتہ ۱۳۵۲ف تا (۱۹۰) بابتہ ۱۳۵۲ف بعد سماعت بحث وکلاء جوڈیشل کمیٹی کے زیر تجویز ہیں ۔

مرافعان کا اور ان کے ساتھ (۱۳) اور آدمیوں کا یعنی جملہ (۳۶) آدمیوں کا چالان تعزیرات سرکار عالی کے دفعات :-

(۱۲۲) کسی مجمع خلاف قانون میں یہ جانکر کہ اُس کے منتشر ہو جانے کا حکم ہو چکا ہے داخل ہونا ۔

(۱۲۴) سلاح مہلک سے مسلح ہو کر بلوہ کا ارتکاب کرنا ۔

(۳۶۷) بذریعہ آگ یا بھک سے اڑ جانے والے مادہ کے سو روپیہ یا اس سے زیادہ مالیت کی جائداد کو نقصان پہونچانے کی نیت سے نقصان رسانی ۔

(۳۶۸) بذریعہ آگ یا بھک سے اڑ جانے والے مادہ کے عمارت کے انہدام کی نیت سے نقصان رسانی ۔

(۳۷۰) ہلاکت یا ضرر پہونچانے کی تیاری کے بعد نقصان رسانی کا ارتکاب ۔

(۳۸۶) جرم قابل سزائے قید کے ارتکاب کے لئے مخفی مداخلت بیجا بخانہ یا نقب زنی وقت شب کے تحت ہوا تھا ۔

اس چالان کی تحقیقات عدالت منصفی بیدر میں ہوئی ۔

چالان شدہ ملزمین میں سے عدالت منصفی نے سات کو رہا اور دو کو بری کر دیا ۔

ستائیس سزا یافتہ ملزمین نے صدر عدالت میں مرافعہ کئے ۔ صدر عدالت نے ان سب کے مرافعوں کو نامنظور کر دیا ۔

صدر عدالت سے ناکام ہونے پر ملزمین عدالت العالیہ میں داد خواہ ہوئے ۔ اس نوبت پر ان میں کا ایک فوت ہو گیا ۔

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

اس لئے اُس ایک کا مرافعہ داخل دفتر کر دیا گیا۔ بقیہ مرافعوں کو عدالت العالیہ نے مواد مثل پر دوبارہ غور کر کے تجویز کرنے کیلئے عدالت مرافعہ اولیٰ یعنی صدر عدالت کے پاس اس لئے واپس کیا کہ صدر عدالت کے فیصلے کی نسبت عدالت العالیہ کی رائے یہ تھی کہ وہ دفعہ (۲۹۵) ضابطۂ فوجداری کے بموجب مرتب نہ کیا گیا تھا۔ نیز اُس سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ جرائم منسوبہ کے اجزاء کی تکمیل کن کن واقعات ثابتہ سے ہوتی ہے۔ مزید برآں عدالت مرافعہ عنہا نے شہادت صفائی کو قطعاً نظرانداز کر کے فیصلہ کیا تھا۔

مثل کے واپس وصول ہونے پر صدر عدالت نے بہ تعمیل حکم عدالت العالیہ از سر نو تجویز صادر کی مگر وہ اپنی سابقہ رائے پر قائم رہی۔ صدر عدالت کی اس تجویز کی ناراضی سے (۲۶) ملزمین نے عدالت العالیہ میں مرافعے پیش کئے۔ اس مرتبہ بھی ایک مرافع فوت ہوگیا اور اس کا مرافعہ داخل دفتر ہوا۔ بقیہ (۲۵) مرافعان میں سے عدالت العالیہ نے دو کو بری کیا اور (۲۳) کو مستوجب سزا قرار دیا۔ ان (۲۳) کے مرافعے اس وقت جوڈیشل کمیٹی میں زیر تجویز ہیں۔

واقعات یہ بیان کئے گئے ہیں کہ ۱۹ ارادی بہشت ۱۳۴۹ف کو دوپہر کے وقت اور پھر (۵) بجے شام کو مسمیان برجپال سنگھ۔ مانک راؤ اور سالار شریف میں جھگڑا ہوا۔ دوسری مرتبہ کے جھگڑے میں اول الذکر کے فرسے آخر الذکر مجروح ہوا جس کو رجوع شفاخانہ کر دیا گیا۔ اس خبر کے پھیلنے پر مسلمان مسلح ہو کر فرقہ وارانہ جوش میں شفاخانے کی طرف بڑھے وہاں سے واپس ہوئے تو وہ عثمان گنج میں جمع ہو گئے۔ یہاں اُن کو منتشر ہونیکا حکم کوتوالی نے دیا مگر وہ جوش انتقام اور برجپال سنگھ کی گرفتاری کے خیال میں گھومتے اور سفرت پہونچاتے رہے بالآخر انہوں نے بشمول ملزمین چالان شدہ غرض مشترکہ کی پیشرفت میں تقریباً ۶ یا ۶½ بجے شام ملگیات موقوعہ عثمان گنج و اعظم گنج اور بسنت روڈ بازار کی چند ملگیات کو آگ لگا کر جلا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان گنج خاکستر ہو گیا۔

اس چالان کے پیش ہونے پر عدالت منصفی بیدر نے تحقیقات آغاز کی۔ ملزمین کو افراد قرارداد جرم سنائی اور جن کو مرتکب جرم پایا اُن کے لئے سزائیں تجویز کیں۔ سزا یافتوں کی جانب سے مرافعوں کے نتائج کا بقدر ضرورت ذکر کیا جا چکا ہے۔ مرافعان کی جانب سے واقعاتی اور قانونی سب ہی قسم کی بحثیں کی گئیں اور سماعت ہوئی ہیں۔

مرافع نمبر (۱) شیخ امیر کی جانب سے ایک قانونی بحث یہ کی گئی ہے کہ مجسٹریٹ نے اُس کو دفعہ (۱۴۳) (بلوہ) کے تحت فرد جرم نہیں سنائی مگر تجویز آخر کے وقت اس دفعہ کو دفعات (۱۲۲) و (۱۲۷) کے ساتھ جوڑ کے ان تینوں دفعات کے تحت جرائم کی پاداش میں بحیثیت مجموعی دو سال قید یا پچر دو سو جرمانہ علام ادائی جرمانہ پانچ یوم قید کی سزا تجویز کر دی

شیخ امیر بنام سرکار عالی

مرافع کی اس بحث کے جواب میں سرکار کی جانب سے تسلیم کیا جاتا ہے کہ فرد جرم میں دفعہ (۱۴۳) کا ذکر عدداً نہیں ہے مگر اسکی عبارت میں مرافع کی بلوہ میں شرکت کا ذکر موجود ہے ایسی حالت میں فرد جرم کے جس سقم سے مرافع فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ اس سے اُس وقت تک کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا جبتک کہ وہ اسپر مطمئن نہ کردے کہ فی الواقع اس غلطی یا فروگذاشت سے اُس کو مغالطہ اور انصاف میں خلل واقع ہوا۔ وکیل سرکار کی بحث قوی ہے۔ مرافع اس کا اطمینان دلانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لئے اُس کی یہ بحث قابل اعتنا نہیں ہے۔

یہی بحث مرافع نمبر (۳) محمد محبوب حسین کی جانب سے بحوالہ دفعہ (۱۲۷) کی گئی ہے اس کی فرد جرم میں دفعہ (۱۲۷) کا حوالہ درج نہیں ہے پھر بھی اس کو دفعات ۱۲۲ و ۱۴۳ و ۱۲۷ کو ملا کر تینوں دفعات کے تحت جرائم کی پاداش میں بحیثیت مجموعی دو سال قید یا پچیس روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائی جرمانہ پانچ یوم قید کی سزا دی گئی ہے۔ مرافع نمبر (۱) کی بحث پر اس مرافع کی جانب سے اس بحث کا اضافہ کیا جاتا ہے کہ جہانتک اس کی فرد جرم کا تعلق ہے اُس پر وکیل سرکار کی اس بحث کا اطلاق نہیں ہوتا کہ دفعہ کا عدداً حوالہ نہ ہونے کی کمی فرد کی عبارت میں جرم کا نام موجود ہونے سے پوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے مرافع نمبر (۳) کی فرد میں نہ دفعہ (۱۲۷) کا عدداً ذکر ہے اور نہ کوئی ایسی عبارت اس کی فرد میں ہے جس سے اس کو اُن مراتب سے مطلع ہونے کا موقع ہوتا جن کا الزام دفعہ (۱۲۷) کے تعلق سے اُسپر لگانا مقصود تھا۔ دفعہ (۱۲۷) کا عدداً حوالہ دئے بغیر فرد جرم میں صرف "حکم سے انکار کیا" کے الفاظ مرافع کو اس امر سے مطلع کرنے کے لئے کافی نہ تھے کہ اُسپر اُس دفعہ کے تحت "جان بوجھکر پانچ یا زیادہ اشخاص کے ایسے مجمع میں جس سے امن خلائق میں خلل کا احتمال ہو بعد اس کے کہ مجمع مذکور کو حسب قانون منتشر ہونے کا حکم ہو چکا ہو شریک ہونے یا شریک رہنے کا الزام لگایا گیا ہے۔ مرافع کی اس بحث کا وکیل سرکار یہ جواب دیتے ہیں کہ دفعات (۱۲۲) و (۱۲۷) دونوں تقریباً ہم مثل دفعات ہیں اُن میں جو فرق ہے اُس سے مرافع اپنی بحث کی تائید کیلئے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ دفعہ (۱۲۲) کا تعلق کسی مجمع خلاف قانون میں یہ جان کر داخل ہونے یا داخل رہنے سے ہے کہ اُس مجمع خلاف قانون کو حسب طریقہ مقررہ قانون منتشر ہونیکا حکم ہو چکا ہے۔ فرد میں دفعہ (۱۲۲) کا حوالہ عدداً اور اس کی عبارت ... "انکار کیا" کے الفاظ موجود ہیں۔ ایسی صورت میں فرد میں "حکم" کے لفظ کے بعد ایک لفظ "نا منظور" کے ترک ہو جانے سے فرد کو ناقص نہیں قرار دیا جا سکتا اور دفعہ (۱۲۷) کی حد تک فرد کو ناقص قرار دے بھی دیا جائے تو اس سے مرافع کو کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا کیونکہ اُس کو بحیثیت بالا یکجائی سزا تین دفعات یعنی دفعات ۱۲۲ و ۱۴۳ و ۱۲۷ کے تحت جرائم کو ملا کر دی گئی ہے مجسٹریٹ نے ان میں سے ہر دفعہ کے تحت جرم کے لئے علیحدہ علیحدہ سزا دینا پسند

شمشیر امیر بنام سرکار عالی

کیا ہوتا تو وہ ان کے لئے بحیثیت مجموعی ساڑھے چار سال تک کی سزا دے سکتا تھا جس کے بجائے اُس نے صرف دو سال کی سزا تجویز کی ہے۔ وکیل سرکار کے جواب کے مدنظر مرافع نمبر (۳) کی بحث میں بھی کوئی قوت اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جبتک کہ وہ اس کا اطمینان دلانے میں کامیاب نہ ہو کہ فی الواقع اسکی مبینہ غلطی یا فروگذاشت سے اُس کو مغالطہ اور انصاف میں خلل واقع ہوا۔ مرافع اس کا اطمینان دلانے میں کامیاب نہیں ہوا اس لئے اسبارے میں اس کے مباحث قابل اعتنا نہیں ہیں۔

مرافع نمبر (۱۴) سعادت خاں کی جانب سے بحث کی گئی ہے کہ اس کی فرد جرم میں دفعہ (۳۸۶) تعزیرات سرکار عالی کا عدد ا حوالہ ہے مگر اُس کی عبارت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے مرافع اُن مراتب سے مطلع ہو سکتا جن کا الزام دفعہ (۳۸۶) کے تعلق سے اُس پر لگانا مقصود تھا۔ فرد جرم کے اندراجات کے بارے میں دفعہ (۳۲۰) ضابطۂ فوجداری میں عام اور خاص سب ہی ہدایتیں دی گئی ہیں اُس دفعہ کا ضمن (۲) جرم خیانت مجرمانہ کے لئے مخصوص ہے مگر اُس کے ضمن (۱) کا تعلق ہر جرم سے ہے حتیٰ کہ جرم خیانت مجرمانہ کی فرد تک ضمن (۱) کے احکام سے مستغنی نہیں ہے۔ دفعہ (۳۲۰) ضمن (۱) فقرہ (ج) ضابطۂ فوجداری کی رو سے فرد جرم میں قانون اور اسکی اس دفعہ کا حوالہ درج کرنا ضروری ہے جس کی رو سے مجرم کا فعل جرم ہو۔ مجسٹریٹ نے فرد میں دفعہ کا عدد ا اندراج کر کے اس حکم کے لزوم کی تکمیل کی مگر اُس نے اس دفعہ کے دوسرے لوازمات کو قطعی نظر انداز کر دیا۔ جبتک اُن لوازمات کی بھی تکمیل نہ ہو اُس وقت تک فرد جرم کو مکمل نہیں کہا جا سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس فرد جرم کے ذریعہ ملزم جرم کے اُن تمام مراتب سے مطلع ہو گیا جن کے اجتماع سے دفعہ (۳۸۶) کے تحت جرم بنتا ہے۔ دفعہ (۳۸۶) تعزیرات سرکار عالی کے تحت جرم ایسا جرم ہے جو اُن مختلف افعال کے ایک جگہ جمع ہونے سے بنتا ہے جو تعزیرات سرکار عالی کے دفعات (۳۷۱) تا (۳۷۳) اور دفعہ (۳۷۵) میں یا دفعات (۳۷۴ و ۳۷۵) میں ایک ایک کر کے گنائے گئے ہیں۔ یہ افعال اتنے مختلف اور ایک دوسرے سے اتنے جدا ہیں کہ اُن سب کا ایک جگہ ایک ہی دفعہ میں جمع کر دینا محال تھا وہ ایک جگہ ایک دفعہ میں جمع کر دئے جاتے تو اُن کی تعبیر اور اُن کی تجزی یقیناً سخت پریشانی کا باعث ہوتی۔ ان مختلف افعال پر ایک خاص نیت کے یعنی جرم قابل سزا و قید کے ارتکاب کی نیت کے وجود کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ دفعہ (۳۸۶) تعزیرات کا تعلق دو جرائم (۱) مخفی مداخلت بیجا بخانہ وقت شب سے اور (۲) جرم نقب زنی وقت شب سے ہے۔ دفعہ (۳۲۰) ضابطۂ فوجداری کے مبینہ لوازمات فرد جرم کے لحاظ سے دفعہ (۳۸۶) تعزیرات سرکار عالی کی فرد جرم اُس وقت تک مکمل نہیں کہی جا سکتی جبتک کہ اُس میں دفعہ (۳۲۰) ضمن (۱) فقرہ (ج) ضابطۂ فوجداری کے

شیخ نصیر بنام سرکار عالی

بموجب تعزیری دفعہ کا حوالہ عدداً درج نہ ہو اور ساتھ ہی اُس میں اُس جرم کے لحاظ سے جس کو ملزم سے منسوب کرنا مقصود ہو ایسی عبارت درج نہ ہو جس سے جرم مبینہ دفعہ (۳۸۶) کے اُن خواص کی طرف کم از کم اشارہ ہوتا ہو جو دفعات (۳۷۳) و (۳۷۵) میں یا دفعات (۳۷۴ و ۳۷۵) میں بیان کئے گئے ہیں اور یہ ظاہر نہ ہوتا ہو کہ ملزم کا داخلہ کسی ایسے معین اور مذکور جرم کے ارتکاب کی نیت سے ہوا جس کے لئے سزائے قید مقرر ہے۔

مرافع نمبر (۱۴) سعادت خاں کے مقابلہ میں مجسٹریٹ نے جو فرد جرم مرتب کی وہ یہ ہے ۔

"تم نے بتاریخ ۱۹ اردی بہشت ۱۳۴۹ف کو یا اُس کے قریب ۵½ بجے شام بمعیت دیگر ملزمین شریک بلوہ ہوکر عثمان گنج وغیرہ کی...... دوکانات پر تیل چھڑک کر آگ لگائے ہیں اور حکم انتشار کی خلاف ورزی کی ہے ۔ لہٰذا تم جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سزا مجموعہ تعزیرات کی دفعہ ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۷ و ۳۶۸ و ۳۸۶ میں مقرر ہے اور عدالت ہٰذا کی سماعت کے قابل ہے ۔ لہٰذا میں اس تحریر کے ذریعہ سے حکم دیتا ہوں کہ تمہارے لئے تجویز بربنائے الزام مذکور عدالت ہٰذا سے عمل میں آئے "

مندرجۂ بالا تفصیلات بلا تامل یہ طے کردینے کے لئے کافی ہیں کہ مرافع نمبر (۱۴) سعادت خاں کے مقابلہ میں دفعہ (۳۸۶) تعزیرات سرکار عالی کے تعلق سے جو فرد مرتب کی گئی اُس میں ایسا اہم قانونی سقم ہے جس کی طرف توجہ کرنے سے اس نوبت پر بھی احتراز نہیں کیا جاسکتا مرافع نمبر (۱۴) کی جانب سے فرد جرم کے اس سقم کی بنا پر دفعہ (۲۳۹) ضمن (۲) ضابطۂ فوجداری کے حوالہ سے بحث کی گئی ہے کہ اس مرافع کے حق میں کم از کم دفعہ (۳۸۶) کے تحت جرم کے الزام سے برأت کی تجویز ہوجانی چاہئے ۔

مرافع نمبر (۱۴) سعادت خاں کی اس بحث کا تصفیہ کرنے کیلئے عدالت ابتدائی ۔ صدر عدالت اور عدالت العالیہ تینوں کی تجاویز کا مطالعہ کیا گیا کیونکہ یہ مرافعے ان تین عدالتوں کے متفقہ تجاویز کی ناراضی سے دائر ہوئے ہیں ۔ ایسے مرافعوں میں بجز خاص صورتوں کے جوڈیشل کمیٹی معمولاً خود شہادت پر رد و قدح کرنے سے احتراز کیا کرتی ہے اور عدالتہائے تحت کے شہادت سے نکالے ہوئے نتائج پر بھروسہ کیا کرتی ہے ۔

دفعہ (۳۸۶) تعزیرات سرکار عالی کے تحت کسی کو سزا نہیں دیجا سکتی جبتک یہ ثابت نہ ہو کہ اُس نے دفعہ مذکور میں مبینہ افعال کا ارتکاب شب کے وقت کیا ۔ دفعہ (۳۷۵) تعزیرات سرکار عالی میں بتایا گیا ہے کہ "وقت شب" سے مراد وہ وقت ہوگا جو غروب و طلوع آفتاب کے درمیان گذرتا ہے ۔ پس سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ مرافع نمبر (۱۴) نے کوئی ایسا فعل کیا جس کی بنا پر اُس کو دفعہ (۳۸۶) کے تحت سزا دیجاسکتی ہے تو کیا اُس نے اس فعل

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

کا ارتکاب دفعہ (۳۷۵) کے منشاء کے لحاظ سے غروب وطلوع آفتاب کے درمیان کیا۔ اس مرافع کے فرد جرم کی مکمل عبارت اوپر نقل کردی گئی ہے۔ اسمیں اس مرافع کے تعلق سے جملہ جرائم کے ارتکاب کی تاریخ ۱۹ امرداد ی بہشت ۱۳۴۹؁ف ، در ساڑھے پانچ بجے شام درج کیا گیا ہے۔ ۱۹ امرداد ی بہشت ۱۳۴۹؁ف تک وقت میں ایک گھنٹہ کی تیزی کا حکم نافذ نہ ہوا تھا۔ دار الطبع سرکار عالی سے جو کیلنڈر سرکاری طور پر ہر سال شائع ہوتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ امرداد ی بہشت ۱۳۴۹؁ف کو غروب کا وقت ۶ بجکر ۲۸ منٹ اور طلوع کا ۶ بجکر ۱۸ منٹ تھا۔ پس فرد سے تو یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ملزم مرافع سے کوئی فعل بوقت شب سرزد ہوا جس کی بناء پر اُس کو دفعہ (۳۸۶) کے تحت سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ یہ چیز بجائے خود اس کے لئے کافی ہے کہ اس مرافع کو دفعہ (۳۸۶) کے تحت الزام سے بری کردیا جائے پھر بھی اُن نتائج پر غور کرلیا جاتا ہے جو عدالتوں نے جرائم منسوبہ کے ارتکاب کے وقت کے بارے میں شہادت سے اور عدالت ابتدائی نے خود اپنے مشاہدہ سے اخذ اور معین کئے ہیں۔ عدالت ابتدائی نے اپنی تجویز کے شروع میں لکھا ہے کہ سالار شریف کے مجروح ہونے کے بعد وہ رجوع دواخانہ سرکاری کیا گیا اور بربناء اطلاع مددگار سیول سرجن صاحب حاکم عدالت ابتدائی خود فوراً ہی بغرض قلمبندی بیان قبل از مرگ دواخانہ پہونچے۔ "یہ وقت غالباً ساڑھے پانچ بجے کا ہوگا"۔ اس کے بعد ہنگامہ وبلوہ کے سلسلہ میں بسونت راؤ نامی ایک وکیل کو کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے ضربات پہونچائے وہ بھی "تقریباً ۶ بجے شام" کے رجوع دواخانہ کیا گیا۔ حسب اسنڈعاء ڈاکٹر صاحب حاکم عدالت ابتدائی نے بسونت راؤ متضرر کا بھی دواخانہ میں بیان قلمبند کیا۔ عدالت ابتدائی کی تجویز کے ان جملوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ارتکاب جرائم کا کم از کم آغاز (۵ ۱/۲) اور (۶) بجے کے درمیان اچھی طرح ہوچکا تھا اور یہ قانونی نظریہ کے تحت وقت شب سے کافی پہلے تھا۔ عدالت ابتدائی اپنی تجویز میں پھر ایک جگہ لکھتی ہے "چند ملزمین نے دیکھ کے موٹر خانہ کی کھڑکی پر تیل چھڑکا اور آگ لگادی اور برقی انجن گھر کے دروازہ کو بھی آگ لگادی مگر اس موقع پر مجمع پر پولیس نے پورا قابو پالیا تھا اور مکان کی آگ کو فوراً بجھادیا گیا جس کی وجہ سے دیکھ کا کوئی مالی نقصان نہیں ہوا"۔ اس سے ظاہر ہے کہ ملزمین کے آخری اعمال یہ تھے جن کو عدالت ابتدائی نے ان جملوں میں بیان کیا ہے۔ ان جملوں کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے عدالت ابتدائی لکھتی ہے "جملہ واقعات تقریباً (۲۰-۲۵) منٹ میں ختم ہوگئے۔ بلوائی اس کے بعد ہی فوراً اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ آگ لگانیکا واقعہ تقریباً ۶ ۱/۲ بجے شام کو واقع ہوا"۔ چالان کے لحاظ سے سالار شریف (۵) بجے کے قریب زخمی ہوا۔ بلوہ اس واقعہ کے بعد ہی سے شروع ہوگیا۔ اس کے پیش نظر اور عدالت ابتدائی کی تجویز کے مندرجہ بالا جملوں کے پیش نظر بالیقین کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مرافع نمبر (۲) سے

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

کوئی فعل بوقت شب سرزد ہوا۔ خصوصاً جب وقت کے تعین میں "غالباً اور تقریباً" سے کام لیا گیا ہو"۔ عدالت ابتدائی نے اپنی تجویز میں ایک جگہ لکھا ہے کہ "فیاض علی خاں گواہ نمبر (۲) و دیگر گواہان استغاثہ کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب مجمع کے اشخاص برجیال کی تلاش سے تھک گئے اور مغرب کے وقت مجمع میں کسی شخص نے کہا کہ آج ہولی ہے آگ لگاؤ اُس وقت مجمع کے اشخاص آگ لگانے کی جانب رجوع ہوئے"۔ ۵½ بجے شام کو جرائم کے ارتکاب کا آغاز مان لیا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ "جملہ واقعات تقریباً (۲۰-۲۵) منٹ میں ختم ہوگئے" تو پھر آگ لگائے جانے کے واقعہ کا اس طرح وقوع ماننا مشکل ہوجاتا ہے کہ "مغرب کے وقت" مجمع میں کسی نے کہا اور مغرب کے وقت آگ لگائی گئی۔ دفعہ (۳۸۶) کے اغراض کے لئے اس بحث میں جانا بھی بے سود ہے کہ آگ کس وقت لگائی گئی کیونکہ زیر بحث دفعہ کو آگ لگانے کے جرم کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ عدالت ابتدائی ایک اور جگہ لکھتی ہے کہ "دن کے ساڑھے پانچ بجے سے شب کے تقریباً ۸ بجے تک بلوے کے مختلف واقعات وقوع پذیر ہوئے ہیں"۔ وہ ایک جگہ اور لکھتی ہے کہ "اعظم گنج اور عثمان گنج کے اوقات ۵½ سے تقریباً ۸ بجے شب تک قرار پاتے ہیں"۔ عدالت ابتدائی کی تجویز میں ارتکاب جرائم کے وقت کے تعلق سے جو تضاد نمایاں ہے اُس کی نسبت اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے اُس کو نظرانداز کرنے کے باوجود یہ کہنا پڑتا ہے کہ بلوہ کے یا دنیا بھر کے اور واقعات کتنی ہی رات گئے تک وقوع پذیر ہوتے رہے ہوں پھر بھی معین طور پر یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ ان افعال میں سے جن سے دفعہ (۳۸۶) کو تعلق ہوسکتا ہے کوئی فعل بوقت شب وقوع میں آیا اور جبتک یہ معین نہ ہو اُس وقت تک دفعہ (۳۸۶) کے تحت مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ صدر عدالت اور عدالت العالیہ دونوں نے اس بحث کی طرف توجہ نہیں کی۔

دفعہ (۲۳۹) ضمن (۲) کے حوالہ سے بحث کی گئی ہے کہ فرد جرم کے نقص کی بنا پر دفعہ (۳۸۶) کے الزام کو مرافع کو بری کردینا چاہئے۔ محولہ دفعہ اور ضمن میں عدالت مرافعہ کو تجویز اثبات جرم منسوخ کرنے کا حکم اس وقت ہے جب عدالت مذکور کی رائے میں واقعات مقدمہ ایسے ہوں کہ کوئی صحیح الزام ملزم پر بلحاظ واقعات ثبتہ عائد نہ ہوسکتا ہو۔ اوپر واضح کردیا گیا ہے کہ مرافع نمبر (۱۴) پر دفعہ (۳۸۶) کا الزام اس لئے عائد نہیں کیا جاسکتا کہ اُس کے مقابلہ میں باطمینان یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس کا کوئی فعل بوقت شب واقع ہوا۔ تینوں عدالتوں نے اس ملزم پر دفعہ (۳۸۶) کا الزام اس لئے عائد کیا ہے کہ اُن کے نزدیک اُس کا دوکان کے تختے توڑنا اور اُس میں داخل ہوکر اُس میں سے کپڑے نکالنا ثابت ہے اس میں شک نہیں کہ مرافع کے مقابلہ میں ان امور کا بلا قید وقت شب ثابت ہونا اُس کو دفعہ (۳۸۶) کے تحت سزا دینے کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔ ساتھ ہی مرافع کے مقابلہ میں جو امور ثابت قرار دئے گئے ہیں صرف اُنہی کو

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

مشتبہ مان لیا جائے تو بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعات مقدمہ ایسے ہیں کہ اُس کے مقابلہ میں کوئی صحیح الزام عائد نہیں کیا جا سکتا اوپر کہا جا چکا ہے کہ دفعہ (۳۸۶) کے تحت جرم ایسا جرم ہے جو اُن افعال کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے مکمل ہوتا ہے جو دفعات (۳۷۱ تا ۳۷۳) اور دفعہ (۳۷۵) میں یا دفعات (۳۷۴ و ۳۷۶) میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان دفعات میں جتنے افعال کا بیان ہے اُن میں سے ہر فعل بجائے خود جرم قرار دیا گیا ہے اور اُن میں سے ہر ایک کے لئے ایک سزا مقرر کی گئی ہے تختے توڑ کر دوکان میں داخل ہونا اور وہاں سے کپڑے نکالنا ایسے افعال نہیں ہیں جن کے لئے دفعہ (۳۸۶) کے تحت نہیں تو مداخلت بیجا مجرمانہ کی پاداش میں دفعہ (۳۷۶) کے تحت تین ماہ تک کی یا مداخلت بیجا بخانہ کی پاداش میں دفعہ (۳۷۷) کے تحت ایکسال تک کی یا جرم قابل سزا قید کے ارتکاب کیلئے مداخلت بیجا بخانہ کی پاداش میں دفعہ (۳۸۰) کے تحت دوسال تک کی یا نقب زنی کی پاداش میں دفعہ (۳۸۲) کے تحت دوسال تک کی قید کی سزا نہ دیجا سکتی ہو۔ ان دفعات کے تحت جرائم "وقت شب" اور "مخفی" دونوں قیدوں سے آزاد بھی ہیں۔ ایسی حالت میں مرافع کو دفعہ (۲۳۹) ضمن (۲) ضابطۂ فوجداری کے احکام سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مرافع کی بحث سے ہم نے اس بارے میں بھی غور کیا گیا کہ فرد جرم کے نقص کی وجہ سے کیا اُس کو دفعہ (۲۳۹) ضمن (۱) ضابطۂ فوجداری کا فائدہ دیا جا سکتا ہے اگر ایسا کیا جائے تو اُس سے مرافع کو کوئی حقیقی فائدہ نہیں پہونچیگا۔ کیونکہ ایسی صورت میں صحیح فرد جرم مرتب کرنا اور اُس کی بناء پر تجویز جدید کرنیکا حکم دینا ہوگا یہ مرافع کے حق میں پریشانی کا باعث ہوگا۔ ملزم کو دفعہ (۳۸۶) کے تحت ایک سال قید بامشقت دس روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائی جرمانہ (۱۵) یوم قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ عدالتوں نے مرافع کے افعال کے لئے اُس قید کا پانچواں حصہ کافی خیال کیا جو دفعہ (۳۸۶) کی رو سے واضعان قانون نے مقرر کی ہے۔ سزا کے تجویز کرنے میں عدالتوں کی اس ذہنیت کے مدنظر مناسب ہوگا کہ مرافع نمبر (۱۴) سعادت خاں کو دوکان کے تختے توڑنے اور اُس میں داخل ہوکر اُس میں سے کپڑے نکالنے کی پاداش میں عدالتوں نے جو سزا دی ہے اُس میں مناسب تخفیف کر دیجائے اور اُس کو ایک سال قید بامشقت دس روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائی جرمانہ (۱۵) یوم کی قید بامشقت کے بجائے ۳ ماہ قید بامشقت دس روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائی جرمانہ دس یوم قید بامشقت کی سزا دیجائے اور اُس کو دفعہ (۳۸۲) تعزیرات سرکار عالی کے تحت نقب زنی کا مرتکب تصور کیا جائے۔

فرد جرم میں اسقام اور اُن کے نتائج کے تعلق سے آخری بحث مرافع نمبر (۱۶) شیخ محبوب کی جانب سے کیگئی ہے اس مقدمہ کے ملزمین اتنے تھے کہ اُن سب کے نام چالان کے مطبوعہ نمونہ کے خانہ نمبر (۶) میں درج نہ کئے جا سکتے تھے

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

اس لئے کوتوالی نے اُس خانہ میں بموجب فہرست منسلک ہذا کے الفاظ لکھے اور چالان کے ساتھ ملزمین کی ایک فہرست پیش کردی۔ اس فہرست کے نشان سلسلہ (۲۷) پر نیز اس فہرست کے سلسلہ نشان (۳۳) پر جو پرچہ اطلاعی کے ساتھ عدالت میں بھیجی گئی۔ ایک شخص شیخ محمدؐ ولد نھنے صاحب کا نام درج ہے۔ چالان والی فہرست کے متعلقہ خانے میں جرائم منسوبہ کے ارتکاب کے دوسرے روز یعنی ۲۰ اردی بہشت ۱۳۴۹ف کو اُس کی گرفتاری درج کی گئی ہے۔ پرچہ اطلاعی والی فہرست میں شیخ محمدؐ ولد نھنے صاحب کی سکونت بیدر لکھی ہوئی ہے۔ اس مواد کے حوالہ سے مرافع نمبر (۱۶) کی جانب سے بحث کی جاتی ہے کہ کوتوالی کی تفتیش میں ملزم حقیقتاً شیخ محمدؐ ولد نھنے صاحب تھا۔ کوتوالی والوں نے گرفتار شیخ محبوب ولد نھنے صاحب کو کرلیا اور اُس کو چالان کے ساتھ عدالت میں پیش کردیا۔ تفتیش کے نتائج کی پرواہ کئے بغیر گواہوں سے شہادت بھی اس طرح دلوادی کہ گویا حقیقی ملزم شیخ محبوب ولد نھنے صاحب مرافع ہی تھا۔ عدالت نے بھی فرد جرم میں شیخ محمدؐ ولد نھنے صاحب کے بجائے شیخ محبوب ولد نھنے صاحب کا نام درج کرکے کوتوالی کی اس حرکت پر جواز و پسندیدگی کی مہر کردی اور آخر میں شیخ محمدؐ ولد نھنے صاحب کے بجائے شیخ محبوب ولد نھنے صاحب مرافع کو سزا بھی دیدی۔

اس بحث کا تصفیہ کرنے کے لئے مواد پر غور کیا گیا تو مفتش احسن الزماں کے بیان سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے شیخ محبوب اور غلام جیلانی کانسٹبلان کو بلوائیوں کے نام نوٹ کرنیکا حکم دیا۔ چنانچہ ہر دو کانسٹبلان نے (۳۴) ملزمین کے نام نوٹ کرکے دیدئے۔ مثل کے مواد سے اطمینان نہیں ہوتا کہ کانسٹبلان نے حقیقتاً (۳۴) نام نوٹ کرکے دئے تھے۔ شیخ محبوب کانسٹبل کی مرتب کردہ فہرست عدالت کے سامنے نہیں آئی۔ شیخ محبوب نے اپنی مرتبہ فہرست کے متعلق بیان کیا ہے کہ اُس نے ملزمین کے (۲۰) نام نوٹ کئے تھے اور جب غالباً اس خیال سے اُس سے سوالات کئے گئے کہ اُس کی مرتبہ فہرست عدالت کے سامنے لائی جائے تو اُس نے یہ بیان کیا کہ میں نے نام لکھ لیا تھا وہ پڑھکر منتظم صاحب کو سنادیا۔ لیکن منتظم کو وہ پرچہ نہیں دیا بلکہ میرے ہی پاس ہے۔ منتظم صاحب نے وہ پرچہ مجھ سے مانگا بھی نہیں وہ پرچہ ڈریس میں رکھا تھا وہ دھوتے وقت نکالا تھا یا نہیں معلوم نہیں۔ غلام جیلانی کی مرتبہ فہرست البتہ عدالت کے سامنے آئی یہ فہرست ایک لفافہ میں محفوظ مثل ہیں شریک ہے اس فہرست میں (۱۶) ملزمین کے نام ہیں اور ان ناموں میں شیخ محبوب کا نام شریک ہے۔ اس گواہ نے سوائے ایک سلطان کے شہادت بھی اُن ہی لوگوں کے متعلق دی ہے جن کے نام اس کی فہرست میں درج ہیں۔ یہ ایسا واقعہ ہے جس کی وجہ سے مرافع کے بحث کی قوت زائل ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مرافع ۲۰ اردی بہشت ۱۳۴۹ف کو گرفتار ہوا۔ ۱۸ خورداد ۱۳۴۹ف سے مقدمہ کی تحقیقات کا آغاز ہوا۔

مشیخ امیر بنام سرکار عالی

۲۰ خورداد ۱۳۴۹ف کو مفتش کا بیان ختم ہونے پر عدالت نے ملزمین کے بیانات قلمبند کئے۔ ان بیانات میں شیخ محبوب ولد نھنے صاحب کا بیان شریک ہے۔ اس بیان کے تحت مرافع نے دستخط بھی اسی نام سے کی ہے اس کے بعد دو بیان اور ہوئے۔ ان میں بھی شیخ محبوب کو مخاطب کیا گیا اور اُسی کے بیانات قلمبند ہوئے مگر ان نوبتوں پر یا کسی اور نوبت پر اس سے قبل یہ عذر نہیں کیا گیا جو آج جوڈیشل کمیٹی کے سامنے کیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں مرافعہ کی بحث قابل اعتنا نہیں ہے۔

ملزمین کی جانب سے جتنی بحثیں کی گئی ہیں اُن میں سے متذکرۂ بالا مباحث ہی جاذب توجہ تھیں اُن کا تصفیہ کر دیا گیا۔ بقیہ بحثیں ایسی ہیں جن پر عدالت ابتدائی، صدر عدالت اور عدالت العالیہ نے تفصیل سے غور کیا ہے اور ان عدالتوں نے اُن بحثوں کا جو تصفیہ کیا ہے اُس سے اختلاف کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ گو اُنھوں کے بیانات سے جو بحثیں ہوئی ہیں اُن میں بھی کوئی ایسی بحث نہیں ہے جو تین عدالتوں کے فیصلے کے بعد قابل توجہ ہو۔ لہذا

بارگاہ جہاں پناہ میں بکمال ادب معروضہ ہے کہ مرافع نمبر (۱۴) سعادت خاں کا مرافعہ صرف اس حد تک منظور ہے کہ دوکان کے تختے توڑنے اور اُس میں داخل ہو کر اُس میں سے کپڑے نکال لینے کی پاداش میں جو دفعہ (۲-۳) تعزیرات سرکار عالی متعلق کر کے عدالتوں نے جو سزا اُس کو دی ہے اُس میں تخفیف فرما دیجائے اور اُس کو بحال قید با مشقت دس روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائی جرمانہ پندرہ یوم قید با مشقت کے بجائے تین ماہ قید سخت دس روپیہ جرمانہ اور بصورت عدم ادائی جرمانہ دس یوم قید با مشقت کی سزا دیجائے۔ اس مرافع کے حق میں عدالتوں نے اور جو سزائیں تجویز کی ہیں وہ قابل بحالی ہیں۔ مرافع نمبر (۱۴) سعادت خاں کے مرافعہ کے علاوہ بقیہ مرافعان کے جملہ مرافعے کلیتاً نامنظور فرمائے جانے کے قابل ہیں۔

آنریبل مولوی میر ہاشم علیخاں صاحب عضو کن مختلف الرائے۔ بحث سماعت کی جا چکی ہے۔ (۲۳) ملزمین نے جن کی سزا مختلف جرائم کے تحت عدالت عالیہ نے بحال رکھی ہے مرافعے دائر کئے جس کی سماعت بعد حصول اجازت خاص محکومہ دفعہ (۱۵) ضابطۂ جوڈیشل کمیٹی کی گئی۔

واقعات کا اظہار میرے شریک فاضل کی رائے سے ہو جاتا ہے۔ اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے دو اعتراضات قانونی ہیں اور واقعات کی نسبت بڑا اعتراض شناخت ملزمین کی نسبت ہے۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ فرد جرم صحیح طور پر مرتب نہیں ہوئی ہے۔ متعدد ملزمین پر پولیس نے چالان میں مختلف الزامات عائد کئے تھے۔ عدالت ابتدائی نے یکجائی تحقیقات کی۔ تمام الزامات کی نسبت ایک ہی فرد جرم مرتب کی گئی۔ بلحاظ دفعہ (۲۴۰) ضابطۂ فوجداری

شیخ امیر بنام سرکار عالی

گو عام اصول یہ ہے کہ ہر ایک جداگانہ جرم کی بابتہ جس کا کسی شخص پر الزام عائد کیا جائے۔ فرد جرم علٰحدہ مرتب ہوگی اور ایسے ہر الزام کی تحقیقات وتجویز بھی علٰحدہ وجداگانہ ہوگی مگر دفعات ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۶ ضابطہ کو استثنائی صورت دیکر اس عام اصول کے دائرہ سے خارج کردیا گیا ہے۔ دفعات ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴ ضابطۂ فوجداری صورت حال سے متعلق نہیں ہیں۔ البتہ دفعہ (۲۴۶) ضابطۂ فوجداری میں مدون کیا گیا ہے کہ جب چند اشخاص پر جرم واحد یا مختلف جرائم کا جس کا ارتکاب معاملہ واحد میں ہوا ہو الزام لگایا جائے تو اُن کی نسبت فرد جرم اور تجویز ایک مرتب ہو یا علٰحدہ حسب صوابدید عدالت ہوسکیگی۔ ایسی صورت میں دفعہ (۲۴۶) ضابطہ فوجداری پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور یکجائی تحقیقات کالعدم اور ناجائز نہ ہوگی۔ معیار یہ ہے کہ کیا ملزمین کے افعال ایک ہی سلسلہ میں واقع ہوئے ہوں اور اُن کا باہمی تعلق ایسا مسلسل اور مربوط رہا ہو کہ وہ ایک ہی معاملہ متصور ہوسکتے ہوں۔ روئداد مثل سے پایا جاتا ہے کہ واقعہ بلوہ و آتشزنی کے کچھ دیر قبل سالار شریف پر بلا کافی وجہ کے برجپال نے بندوق سے فائر کیا۔ سالار شریف زخمی ہوا اور اُس کو اُسی وقت رجوع دواخانہ کیا گیا۔ گولی کا ٹکڑا آنکھ جیسے نازک مقام پر لگا تھا۔ یہ خیال کرلیا گیا کہ ہلاکت یقینی ہے۔ برجپال کی نسبت شبہ کیا گیا کہ ڈھلداس کے مکان میں چھپا ہوا ہے۔ جب اہل اسلام کو سالار شریف کے زخمی ہونیکا حال معلوم ہوا تو ایسے چند نے دواخانہ پہنچکر سالار شریف کے زخمی ہونیکا اطمینان کرلیا۔ پھر پولیس سے برجپال کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ برجپال کی فراری کی وجہ سے گرفتاری نہ ہوسکی۔ غصہ۔ رنج اور اشتعال بڑھتا گیا۔ اس اشتعال کی حالت میں ایک مجمع ڈھلداس کے مکان پر برجپال کی گرفتاری کے لئے جمع ہوا۔ ڈھلداس کے مکان کا دروازہ بند پایا گیا گرفتاری ہو نہ سکی تو مجمع کے جذبات اور برانگیختہ ہوئے اور مجمع بے قابو ہونے لگا۔ ڈھلداس کے مکان کے سامنے اور اُس سے ملے ہوئے عثمان گنج کے ملگیات ہیں جس میں غلہ اور دیگر اجناس رکھے اور فروخت کئے جاتے ہیں۔ ہولی کی وجہ سے عثمان گنج کی تمام ملگیات بند تھیں۔ مجمع میں سے بعض کا خیال ہوا کہ ڈھلداس کی دوکان کو آگ لگادیجائے فوراً قریب کی دوکان سے تیل کے ڈبے لیکر دوکان کے دروازہ پر چھڑک کر آگ لگادی گئی۔ مقامی سلمان اور کوتوال بھی موقع پر پہونچ گئے۔ مجمع کو منع کیا اور منتشر ہوجانیکا حکم دیا۔ اُن کے حکم انتشار پر توجہ نہیں دی گئی۔ بعض ملگیوں کو آگ لگائی گئی ہوا سے قریب کی ملگیوں تک آگ پھیل گئی اور متعدد ملگیات جس میں مسلمانوں کی بھی ملگیات ہیں نذر آتش ہوئیں۔ یہاں سے یہ مجمع اعظم گنج کی دوکانوں پر پہنچا وہاں کچھ اور شریک ہوگئے۔ پھر سیمنٹ روڈ کی دوکانوں پر پہنچے وہاں مجمع میں اضافہ ہوا۔ وہاں بھی کچھ دوکانوں کو آگ لگائی گئی۔ پھر بابوراؤ دیکھ کے موٹر خانہ کو آگ لگائی۔ وہاں سے مجمع منتشر ہوگیا۔ ان واقعات کے لحاظ سے جن کو شہادت سے ثابت قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں یہ طے کرنے میں تامل

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

نہیں ہو سکتا کہ مختلف مقامات پر جن جرائم کا ارتکاب ہوا ہے وہ سب معاملہ واحد کے اجزا ہیں۔ کیونکہ ہر مقام پر افعال ایک ہی طرح کے سرزد ہوئے ہیں۔ ملزمین کم و بیش ایک ہیں۔ وجہ تحریک بھی ایک ہی رہی ہے۔ چالان میں جن واقعات کا اظہار کیا گیا ہے اُن کو مجسٹریٹ ماتحت نے بادی النظر میں معاملہ واحد تصور کر کے یکجائی تحقیقات کی۔ ملزمین کی جانب سے ابتدائی نوبت پر اعتراض نہیں کیا گیا۔ ہمارے روبرو بحث میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ شمول الزامات اور یکجائی تحقیقات سے ملزمین کی جوابدہی میں کیسی غلط فہمی ہوئی اور کس طرح انصاف میں خلل واقع ہوا (AIR) پریوی کونسل سنہ ۱۹۳۰ء ص ۱۳۰ سے استناد کیا جا سکتا ہے۔ ہماری رائے میں لائق وکیل ملزمین کا پہلا اعتراض لائق لحاظ نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جس عہدہ دار کوتوالی نے مجمع خلاف قانون کو منتشر ہونے کا حکم دیا وہ مجاز نہیں تھا۔ کیونکہ اُن کے تفویض مقدمات کی پیروی کا کام تھا۔ اس طرح وہ پیرو کار پولیس تھے۔ انتظامی امور سے اُنہیں تعلق نہ تھا۔ دفعہ (۱۲۶) ضابطہ فوجداری کی رو سے عہدہ دار منتظم تھانہ مجمع خلاف قانون کو منتشر کرنے کا مجاز قرار دیا گیا ہے اور وہ اختیارات منتظم تھانہ سے اعلیٰ درجہ کے عہدہ دار اپنے رقبہ میں استعمال کر سکتا ہے۔ فیاض علی خاں جنہوں نے مجمع کو منتشر ہونے کا حکم دیا سررشتہ کوتوالی میں انسپکٹر کے عہدہ پر مامور ہیں۔ مگر اُن سے مقدمات کی پیروی کا کام لیا جاتا ہے۔ اُن کا درجہ انسپکٹری منتظم تھانہ کے درجہ سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ انتشار مجمع خلاف قانون کا حکم دینے کے مجاز تھے۔ تیسرا عذر شہادت شناخت کی نسبت ہے اس امر کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ ملزمین کی شناخت کی شہادت صرف ملازمین کوتوالی پر مشتمل ہے ایسے موقع پر جہاں بجز مسلمانوں کے مجمع کے اور پولیس کے ملازمین کے دیگر اشخاص موجود نہ ہوں وہاں پولیس کی شہادت کو غیر آزاد قرار دینا درست نہیں ہو سکتا۔ پولیس کی شہادت قابل ادخال ہے البتہ پولیس کی شہادت کو اُسی معیار سے جانچا جانا چاہیے جو دوسرے گواہان کے اعتبار کو جانچنے کے لئے قانون شہادت نے مقرر کیا ہے اس نوبت پر ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جوڈیشل کمیٹی عدالت عالیہ کی بعینہٖ فوجداری عدالت مرافعہ نہیں ہے جہاں شہادت کی جزیات سے بحث کر کے ایسی تجویز کو منسوخ کیا جائے جس کو عدالت ابتدائی نے نافذ اور عدالت ہائے اپیل نے بحال رکھا ہو اگر صاف اور صریح طور پر یہ ظاہر ہو سکے کہ کسی ایسے نظریہ یا اصول انصاف سے انحراف کیا گیا ہو جس سے ملزمین کے حق میں شدید ناانصافی ہوئی ہو تو جوڈیشل کمیٹی دست اندازی کر سکتی ہے دفعہ (۱۵) ضابطہ جوڈیشل کمیٹی کے بموجب اس نوعیت کے مقدمات میں جوڈیشل کمیٹی کو عام طور پر سماعت مرافعہ کا اختیار حاصل نہیں ہے یہ اختیارات باجازت خاص استعمال ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک ملزمین کی مجرمیت کا تعلق ہے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ شہادت کے اختلافات جزئی کو یا تعداد گواہان جن کو باور کر کے عدالت العالیہ نے سزا دی ہے

شیخ امیر بنام سرکار عالی

پیش نظر رکھکر ہم اختلاف کرسکتے ہیں - البتہ اگر حالات ایسے پائے جائیں اور استقام قانونی ایسے ہوں جن سے ملزمین کے حق میں شدید ناانصافی ہوتی ہو تو ہم اُن استقام کے اور اُن واقعات کا اظہار کرتے اور تجاویز سزا میں مناسب تبدیلی کرنے کی رائے بارگاہ خداوندی میں عرض کرسکتے ہیں یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ ملزمین سے یہ جرائم بحالت اشتعال سرزد ہوئے ہیں - بلوہ میں غرض مشترک سے جو اشخاص حصہ لیں وہ سب مجرم قرار پاتے ہیں - مگر نوعیت افعال کے لحاظ سے مقدار سزا میں زیادتی یا کمی ہوسکتی ہے -

واقعہ بلوہ اور آتش زنی وغیرہ کے بعد جب رپورٹ ابتدائی مرتب ہوئی اور اطلاع پولیس نے جو موقعہ واردات پر موجود ہیں ملزمین کے نام درج کرائے - اُس میں ظہیرالدین - عبدالرحیم - شیخ محبوب - سید امام - تاج الدین - محمد حنیف - محمد قاسم کے نام درج نہیں ہیں - گواہان رویت نے جو تمام ملزمین کو توالی پر مشتمل ہیں اُن کے نام اپنے بیانات میں لئے ہیں اور اُن کی بلوہ کے وقت موجودگی اور بعض جرائم کا ارتکاب اُن سے منسوب کیا ہے - رپورٹ ابتدائی مقدمات فوجداری میں ایک اہم نشان اس صحیح راستہ کا ہے جسپر پولیس و عدالت کو حتی الامکان چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے رپورٹ ابتدائی واقعہ کے بعد مرتب کی گئی ہے اُس میں جن اشخاص کا ذکر نہ ہو اور بعد میں اُن کا نام لیا جائے تو ایسے اشخاص کی موجودگی اور شرکت مشتبہ نظروں سے دیکھی جانی چاہیئے - اِسی اصول کے تحت ظہیرالدین کو عدالت عالیہ نے بری کردیا - کیونکہ اس کا نام رپورٹ ابتدائی میں نہیں تھا صرف ایک کانسٹبل نے اُس کو آگ لگاتے دیکھنا بیان کیا تھا - منفرد گواہ کے بیان پر سزاء دہی خصوصاً جبکہ ایسا گواہ ملازم کوتوالی ہو اور کوئی خاص حیثیت نہ رکھتا ہو جس کی بناء پر اس کے بیان کو وقعت دیجاسکے اصول انصاف کے خلاف ہے - تقریباً تمام ملزمین کو بلوہ کی علت میں بشمول دیگر الزامات سزاء دی گئی ہے - فرد جرم مرتبہ عدالت ابتدائی پر اس بناء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں غرض مشترکہ کی صراحت نہیں کی گئی ہے بلاشبہ یہ ایک نقص ہے اگر اس عدم صراحت کی وجہ سے ملزمین کو جوابدہی کرنے میں یا شہادت صفائی پیش کرنے میں غلط فہمی ہوئی ہوتی تو ہم بلوہ کی حد تک الزام کو خارج کرنے میں تامل نہ کرتے مگر ملزمین سے جو سوالات کئے گئے ہیں اُس سے غرض مشترک ظاہر ہوگئی ہے - ملزمین کے مواجہ میں جو شہادت قلمبند کی گئی ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ سالار شریف کو بندوق سے منفرر کرنے کے بعد مسلمانوں کا گروہ اُس کا حال معلوم کرنے کے لئے دواخانہ پہونچا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ برجپال نے بندوق سے فائر کرکے سالار شریف کو منفرر کیا ہے تو برجپال کی گرفتاری کا مطالبہ کیا مگر اس اطلاع کے ملتے ہی کہ برجپال ڈھلدا اس کے مکان میں چھپا ہوا ہے اُس کو بطور خود گرفتار کرنے کے لئے ڈھلدا اس کے مکان پر پہونچے جب

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

پولیس نے اُنہیں اطمینان دلایا تھا کہ برجیال گرفتار کیا جائے گا تو اس گروہ کا وٹھلداس کے گھر پر سنگباری کرنا خلاف قانون فعل تھا۔ بہرحال جیسا اس شہادت سے اور ان سوالات سے جو ملزمین سے کئے گئے بلوہ کی غرض مشترک ظاہر ہو چکی ہے تو فرد جرم میں غرض مشترک کی صراحت نہ کرنا ایسا قانونی سقم قرار نہیں پاتا جس کی بناء پر کارروائی کو کالعدم قرار دیا جائے خصوصاً جبکہ ملزمین کی شہادت صفائی ([illegible]) کی ہے اس واقعہ میں جو بڑی دقت پیش آئی ہے وہ شناخت کی ہے اکثر اہم گواہاں جن کے بیانات کو اُن کے عہدہ کے لحاظ سے وقعت دی جا سکتی ہے ملزمین کو مقام واقعہ پر شناخت نہیں کر سکے معمولی درجہ کے کانسٹبلان نے اکثر و بیشتر ملزمین کی شناخت کی ہے۔ ان گواہان میں سے بعض کی شناخت عدالت ابتدائی نے باور نہ فرما کر بعض ملزمین کو رہا اور بری فرما دیا ہے۔ عدالت عالیہ سے ظہیر الدین اور فیاض علی بری کئے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کے خلاف ایک سے زیادہ گواہاں نے شہادت ادا کی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان گواہان تائید الزام کے بیانات کو عدالت عالیہ نے باور نہیں فرمایا ہے۔ جب ایک گواہ کی شہادت کو ایک ملزم کے مقابلہ میں ناقابل اعتبار قرار دیا جائے تو اس شہادت کو دوسرے کے مقابلہ میں کیونکر قابل اعتبار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس نظریہ کو دکن لارپورٹ جلد (۷) ص ۱۰۰ (A.I.R.) سنہ ۱۹۳۱ء اودھ ص ۷۸۴ ۔ دکن لارپورٹ جلد (۱۲) ص ۲۸ ۔ اور آل انڈیا رپورٹر الہ آباد سنہ ۱۹۲۳ء ص ۱۰۴ پر تسلیم کر لیا گیا ہے اس طرح مجسٹریٹ ماتحت نے منظور الدین۔ شیخ حیدر۔ محمد سلطان۔ سید مصطفےٰ۔ محمد حسن۔ غلام رسول ملتانی خاں کو ناقص شہادت کی بناء پر قبل از ترتیب فرد جرم رہا فرما دیا تھا اس کے خلاف پولیس نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ جرح مکرر و شہادت صفائی کے بعد ملزمین عظیم الدین۔ اکرام الدین کو مجسٹریٹ نے بری قرار دیا تھا۔ ان دونوں ملزمین کے خلاف بھی پولیس نے کوئی مرافعہ دائر نہیں کیا۔ ان دونوں ملزمین کے مقابلہ میں شہادت صفائی کو باور کر کے شہادت تائید الزام ناقابل اعتبار قرار دیا گیا تھا۔ حالانکہ ان دونوں ملزمین کے مقابلہ میں شناخت کی کافی شہادت تھی۔ اکرام الدین کے مقابلہ میں فیاض علی خاں کورٹ انسپکٹر۔ شیخ محبوب کانسٹبل۔ محمد عمر خاں جمعدار ممتاز علی سب انسپکٹر اور خلیل احمد محرر کی شہادت تھی کہ اکرام الدین نے بلوہ میں شرکت کی حکم انتشار سے انکار کیا اور تیل کا ڈبہ لیجا کر دوکان پر تیل چھڑکا۔ عظیم الدین کے مقابلہ میں بھی حسن الزمان مفتش۔ فیاض علی خاں کورٹ انسپکٹر محمد عمر ہیڈ کوارٹر انسپکٹر۔ عبدالمجیب خاں افسر دوم۔ شیخ محبوب کانسٹبل۔ جگدیش سنگھ جمعدار۔ عمر خان جمعدار ممتاز علی سب انسپکٹر اور خلیل احمد کی شہادت تھی کہ اس ملزم نے مقام واقعہ پر جہاں وہ بلوائی کی حیثیت سے شریک تھا۔ کورٹ انسپکٹر سے تکرار کیا اور آگ لگانے کے لئے دو مردوں کو مشتعل کیا۔ ان گواہوں کے

سشیخ امیر بنام سرکار عالی

مقابلہ میں صفائی کی شہادت کو قابل اعتبار تصور کیا گیا اور پولیس نے بھی اس تجویز برأت کے خلاف چارہ کار اختیار نہ کرکے تجویز برأت کی صحت کو ایک حد تک تسلیم کرلیا۔ دس بارہ متضررین بحیثیت گواہ پیش کئے گئے ہیں جن کو بلوہ میں معمولی ضربات پہنچائے گئے تھے مگر اُن میں سے کسی نے بھی کسی ایک ملزم کی شناخت نہیں کی ہے حالانکہ یہ متضررین بیدر ہی کے رہنے والے تھے اور ملزمین کی جو وہیں کے باشندے تھے بآسانی شناخت کرسکتے تھے ایک ایسے بلوہ میں جسمیں بقول مستغیث مقدمہ چار پانچسو لوگ تھے بلوائیوں کی شناخت کرنا اور اُن میں سے اکثر کے افعال کا تعین کرنا بہت مشکل امر ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ متعدد جوانان کوتوالی اور عہدہ داران کوتوالی کی موجودگی کے باوجود ایک ملزم کو بھی برموقع گرفتار نہیں کیا گیا۔ ہم ان نقائص پر بصیغۂ مرافعہ جوڈیشیل کمیٹی میں غور کرنے سے انکار نہیں کرسکتے محض اس بناء پر کہ شناخت کی حد تک تینوں عدالتیں متفق ہیں۔ ان نقائص کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ لائق سشن جج اور حکام عدالت عالیہ کی توجہ ان نقائص کی طرف مرکوز نہیں کرائی گئی ہمارے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُن ملزمین کی نسبت بھی برأت کی رائے عرض کردیں جن کی شناخت ایسے گواہان نے کی ہو جن کو بے اعتبار قرار دیا گیا ہو اور جنھیں ہم بھی قابل بھروسہ سمجھیں۔ گواہان شناخت ملزمین کی شہادت پر غور کرنے وقت یہ امر بھی ہمارے ملحوظ رہیگا کہ کسی گواہ کا جزو بیان کسی ایک ملزم کی نسبت غلط قرار پائے تو اُس کا پورا بیان مردود نہ ہونا چاہئے۔ البتہ اس کی وقعت کم ہوجائے گی۔ اس وقت کو رفع کرنے کی یہی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ ہم خود شہادت تائید الزام و شہادت صفائی پر غور کریں اور بیانات سے اُن کی صداقت اور اعتبار کی نسبت نتیجہ نکالیں۔ بروز واقعہ بمقام بیدر بلوہ ہونا اور متعدد دوکانات کا نذر آتش کیا جانا مسلمہ ہے اگرچہ کہ اُس نقصان کا اندازہ نہیں لگایا گیا جو آتش زنی سے پہنچایا گیا نہ اُن اشخاص کو شہادت میں پیش کیا گیا جنکی ملکیات جلائی گئی تھیں۔ جرائم کے ارتکاب کو تسلیم کرنے کے بعد اُن اشخاص کے تعین کا سوال رہتا ہے جنھوں نے جرائم میں حصہ لیا۔ غلیم الدین ملزم کو مجسٹریٹ ماتحت نے اور فیاض علی کو عدالت العالیہ نے اُن کی صفائی کی شہادت کو باور کرتے ہوئے بری فرمادیا ہے اور اُن کی شناخت کی نسبت پولیس کے جن گواہان نے شہادت دی تھی اور اُن کے افعال کا بطور خاص تعین کیا تھا۔ اُن کے بیانات کو وقعت نہیں دی گئی مگر صراحتاً شہادت تائیدی پر دو قدح کرکے انہیں بے اعتبار نہیں قرار دیا ہے۔ گو ایک طرح سے اس سے یہ نتیجہ بالکلیۃً آیہ نکلتا ہے کہ اس حد تک شہادت تائید الزام ناقابل بھروسہ ہے مگر انہیں صراحتاً بے اعتبار قرار نہ دینے سے دیگر ملزمین کی نسبت شہادت پر غور کرنے سے ہم ممنوع نہیں ہوسکتے۔ شہادت تائید الزام میں دو گواہان غلام جیلانی کانسٹبل اور عمر خان ہیڈ کانسٹبل ایسے ہیں جنھوں نے (۱۷ - ۱۸) ملزمین کی شناخت کی ہے۔ غلام جیلانی کا بیان ہے کہ وہ بوقت واقعہ

سرکار عالی بنام شیخ امیر

نقب کی سراغ باری کے سلسلہ میں تعلیم صدیق شاہ کے پاس تھا۔ وہاں پر سیٹیوں کی آواز آئی۔ آواز سنکر وہ اُس مقام کی طرف روانہ ہوا جدھر سے سیٹیوں کی آواز آئی تھی۔ راستہ میں بابا میاں نے اس سے کہا ایک ہندو نے مسلمان لڑکے پر گولی چلائی ہے وہاں سے گواہ اپنے مکان کو آیا اور ڈریس پہنکر عثمان گنج پہنچا جہاں چغتائی کی دوکان کے سامنے مجمع جمع تھا۔ اس کے پہنچنے کے بعد کہتا ہے کہ پیروکار صاحب نے مجمع کو منتشر ہونیکا حکم دیا اور مجمع نے منتشر ہونے سے انکار کیا مجمع میں سے کسی نے کہا کہ آج ہولی کا دن ہے آگ لگاؤ پہلے وٹھلداس کی ملگی کو آگ لگی مگر یہ کہتا ہے کہ آگ کیسے لگی معلوم نہیں۔ دوسری دوکانوں کو تیل چھڑک کر آگ لگاتے ہوئے بعض ملزمین کو دیکھنا بیان کرتا ہے۔ گواہ نے آگ بجھانے کی کوشش کی کس طرح کی اس کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ دس پندرہ منٹ بعد اعظم گنج میں روشنی نظر آئی۔ پھر گواہ اُدھر چلا گیا۔ کہتا ہے کہ تھوڑی دیر بعد پیروکار صاحب ہیڈ کوارٹر صاحب جگدیش سنگھ اور چند کانسٹبلان باپوراؤ دیسکھ کے مکان سے آرہے تھے جہاں آگ لگائی تھی۔ غلام جیلانی نے اکثر ضمنی واقعات سے جس سے اُس کو واقف ہونیکا موقع مل سکتا تھا۔ لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ غلام جیلانی اور عمر خاں نے حسین خاں کو چغتائی کے بنگلہ پر دیکھا کہ وہ بندوق سے فائر کرنا چاہتا تھا کہ لکڑی پھینک کر مارنے سے رُک گیا۔ عمر خاں اس مقام پر جمعدار پولیس محمد حنیف کانسٹبلاں کی موجودگی بیان کرتا ہے مگر غلام جیلانی کا نام نہیں لیتا۔ غلام جیلانی نے اپنے ابتدائی اور جرحی بیانات میں جو اختلافات ہوئے تسلیم کر کے اُنہیں سہو پر محمول کیا ہے۔ غلام جیلانی جس نقب کی سراغ براری کے لئے متعین کیا گیا تھا اور جہاں سے وہ مقام بلوہ پر پہنچا تھا اس کی رپورٹ اُس نے پھر کسی سے کیا نہ کسی عہدہ دار پولیس نے اس سے نقب کی واردات کے بارے میں کچھ دریافت کیا۔ یہ گواہ واقعہ بلوہ کے کچھ دن بعد نشہ کی حالت میں اپنے درجہ سے معطل کیا گیا تھا۔ کہتا ہے کہ بحالی کے بعد اُس کا بیان کوتوالی میں ہوا۔ گواہ کا یہ بیان کہ اُس نے عثمان گنج میں ۷۔۸ ملزمین کے نام نوٹ کر لئے تھے اور بقیہ کے نام پل پر نوٹ کئے قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتا۔ عمر خاں جمعدار اپنے گھر پر تھے جب اُسے سالار شریف کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی بلا ڈریس وہ دواخانہ پہنچے اور انسپکٹر صاحب کے ساتھ عثمان گنج گئے اس کا بیان ہے کہ ملگی نمبر (۲۶۴) پر تاج الدین اور بہادر علی کے ساتھ پہنچا اُس وقت ملگی کے پاس صرف یہی دو ملزمین تھے جنہوں نے تیل چھڑکا اور آگ لگائی۔ دو کانسٹبلان بہادر خاں اور مظہر علی دس بارہ قدم پر آگ بجھانے میں مصروف تھے مگر وہ تاج الدین بہادر علی کا نام نہیں لیتے یہ امر بعید از قیاس ہے کہ قریب کی ملگی کو آگ لگائی جائے اور وہاں کوئی مجمع نہ ہو اور یہ گواہان عمر خاں کا وجود بیان کریں نہ بہادر علی اور تاج الدین کو آگ لگاتے دیکھیں۔ عمر خاں کہتا ہے کہ واقعہ بلوہ اور آتش زنی کے بعد وہ سیدھا اپنے گھر رات کے دس بجے چلا گیا

شیخ امیر بنام سرکار عالی

دوسرے دن صبح ہی اسٹیشن ہوز پہنچا یہ جمعدار کو ترائی ہے اُس کو چاہیے تھا کہ واقعہ کے بعد ہی اسٹیشن ہوز پہنچکر واقعات کا اظہار کرتا اُس کا بیان واقعہ کے تیسرے دن قلمبند کیا گیا ہے۔ غرض ان دونوں گواہان کے بیانات پر بالاستعاب نظر ڈالنے سے اُن کے بیانات قابل اعتبار نہیں قرار پاتے۔ موقع پر ممکن ہے کہ یہ پہنچ گئے ہوں مگر شناخت کی حد تک ان کی شہادت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ تاج الدین[۱] ۔ عثمان خاں[۲] ۔ ضمیر الدین[۳] وسید جلال[۴] کی نسبت۔ انہی دو کانسٹبلان کی شہادت ہے۔ بہادر علی کے مقابلہ میں عمر خاں کی شہادت ہے جس کو ہم باور نہیں کرتے۔ مگر شیخ محبوب کانسٹبل نے کہا ہے کہ اُس نے بہادر علی ملزم کو بھیا لال کی گرنی کی طرف چلو کہتے سنا۔ بھیا لال کی گرنی پر کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اس لئے یہ جزو بیان باور بھی کیا جائے تو مُضر نہیں ہوسکتا۔ ابراہیم خاں[۵] ولد فتح خاں کی نسبت غلام جیلانی کانسٹبل کے بیان کے علاوہ جس کو ہم باور نہیں کرتے صرف اشرف الدین کانسٹبل کا بیان ہے کہ اُس نے مجمع کو اشتعال دلایا مع سالار شریف کے واقعہ سے خود مشتعل تھا۔ اس منفرد گواہ کا بیان سزادہی کے لئے ناکافی ہے۔ بہادر علی[۶] کے مقام واقعہ پر غیر موجودگی کی نسبت جو گواہان صفائی پیش ہوئے ہیں وہ ایسے ہیں جن کا اُس کے ساتھ دن رات رہنا قرین قیاس ہے۔ ان گواہان کو بمقابلہ دو کانسٹبلان نہ باور کرنے کی وجہ نہیں ہے۔

سید امام[۷] ملزم مرافع کی موجودگی صرف واقعہ سیمنٹ روڈ پر بتلائی جاتی ہے یہ امر مسلمہ چالان ہے اور شہادت سے ثابت ہے کہ فیاض علی خاں گواہ نمبر(۲) نے عثمان گنج میں حکم انتشار دیا اور یہ ملزم عثمان گنج میں موجود نہ تھا۔ لیکن باوجود اس کے دفعہ (۱۲۲) تعزیرات کے تحت ہی سزا دی گئی ہے۔

صرف منظہر علی گواہ نمبر(۱۱) اور بہادر شاہ خاں گواہ نمبر(۱۴) واقعہ آتشزدگی سیمنٹ روڈ کے وقت اس ملزم کا صرف آگ لگاتے وقت موجود رہنا بتلاتے ہیں۔ آتشزنی سے متعلق خاص افعال نہیں بتلائے گئے ہیں۔ منظہر علی کانسٹبل گواہ نمبر(۱۱) کا بیان ہے کہ دو تین سو آدمی تھے اُن کے نام کا خیال نہیں۔ گنج میں جو آدمی تھے اُن کے نام نہیں بتلا سکتا میں گنج کے واقعہ کو دیکھا ہی نہیں۔ برخلاف اس کے عمر خاں گواہ نمبر(۸) کہتا ہے کہ یہ گواہ اور بہادر شاہ خاں گواہ نمبر(۱۴) گنج میں آگ بجھانے میں شریک تھے۔

شنکر درزی کی دوکان میں جو لوگ تھے اندھیرے کی وجہ شناخت نہ کئے جاسکے باوجود اس کے ملزم کی شناخت قابل غور ہے اس کو یہ تسلیم ہے کہ ایک فوجداری مقدمہ میں ریمانڈ جیل ہوا تھا۔

بہادر خاں گواہ نمبر(۱۴) بھی پولیس کانسٹبل ہے مجمع سے کسی اور کی شناخت نہیں کرتا صرف سید امام ملزم کی شناخت قابل بھروسہ متصور نہیں ہوسکتی۔ دو چار روز تک اس واقعہ کی اطلاع امین صاحب کو

شیخ امیر
بنام
سرکار عالی

نہ دینا کہتا ہے -

سید امام کی شہادت صفائی یہ ہیں :-

(۱) گوڑپا گواہ مالی پٹیل کہتا ہے کہ سید امام ہولی کے روز فتح پور گاؤں میں تھے دوسرے روز صبح میں گئے -

(۲) فخرالدین گواہ کہتا ہے کہ ہولی کے روز ملزم گوڑپا مالی پٹیل گواہ نمبر (۱) کے پاس دعوت میں گئے شام میں کھانا کھائے -

غرض ان ملزمین کی شناخت کی نسبت جو شہادت پیش ہوئی ہے وہ خالی از شبہ نہیں ہے - ہماری رائے میں ان ملزمین کو شبہ کا فائدہ ملنا چاہئے - لہذا

ہم بکمال ادب بارگاہ خسروی میں عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں کہ ملزمین تاج الدین[۱] عثمان خاں[۲] ضمیر الدین[۳] - ابراہیم خاں[۴] ولد فتح خاں - سید جلال[۵] - بہادر علی[۶] اور سید امام[۷] کے مرافعے منظور اور وہ بری فرمائے جائیں اور بقیہ ملزمین کے مرافعے نامنظور فرمائے جائیں -

نگرانی فوجداری اجلاس منفردہ

باجلاس آنریبل پنڈت سری پت راؤ صاحب رکن

۱۳۵۳ف
نمبر مقدمہ ۲۱۷/۱۳۵۳ف
منفصلہ ۸ مہر

کاڑپا وغیرہ　　نگرانی خواہاں　　بنام　　ورنیپا نابالغ بولایت سدما　　طرف ثانی

دفعہ (۶۲) قانون شہادت - بیلف کی رپورٹ نسبت قبضہ دہانی -

تجویز ہوئی کہ تحت دفعہ (۶۲) قانون شہادت بیلف کی رپورٹ قبضہ دہانی ایک سرکاری دستاویز ہے اور اس سے بادی النظر میں شہادت اس کی ملتی ہے کہ قبضہ دیا گیا - البتہ فریق ثانی اس کی تردید کرسکتا ہے -

منجانب نگرانی خواہاں پنڈت لکشمن راؤ صاحب گانو ایڈوکیٹ -

منجانب طرف ثانی مولوی سید ضمیر علی صاحب ایڈوکیٹ -

فیصلہ :- مباحث وکلاء فریقین سماعت ہوئے - ایک نقض امن کی کارروائی ہے - فریق اول نگرانی علیہ نے عدالت نگرانی عنہا میں درخواست نقض امن اس بیان سے پیش کی کہ بصیغۂ تعمیل ڈگری اس کو اراضی پر قبضہ مل چکا جس کے بعد فریق ثانی اس کے قبضہ میں مانع و مزاحم ہو رہا ہے جس کی وجہ سے کشت و خون کا احتمال ہے - عدالت نے

نگرانی بنارامنی تجویز مولوی وجیہ الدین صاحب منصف گنگاوتی مورخہ ۱۰ امرداد ۱۳۵۳ف -

کاشیا بنام ورنیا

بعد اطمینان نقص امن اراضیات کو زیر نگرانی سرکار لے لیا اور فریقین کو بیانات تحریری داخل کرنیکا حکم دیا۔ فریقین کی جانب سے بیانات تحریری اور ثبوت دستاویزی میں عدالتی تجاویز بعیغہ دیوانی کے نقول پیش کئے گئے۔ اس قدر مواد شل پر عدالت نے فریقین کی بحث سماعت کرکے تجویز صادر کی کہ بلیف کی رپورٹ سے قبضہ طرفثانی نگرانی علیہ کا ثابت قرار پاتا ہے۔ لہذا اس کا قبضہ لائق برقراری ہے۔ بالآخر حکم صادر کیا کہ اراضیات اس کے حق میں واگذاشت کئے جائیں۔ تجویز مذکور کی ناراضی سے یہ نگرانی پیش ہے۔ لائق وکیل صاحب نگرانی خواہ کی بحث یہ ہے کہ عدالت نے بلا تحقیقات مقدمہ کا فیصلہ صادر کیا جو صحیح نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عدالت نے فریقین کی شہادت لسانی قلمبند نہیں کی لیکن جو امر اس نگرانی میں غور طلب ہے وہ یہی ہے کہ آیا بصیغۂ تعمیل نگرانی علیہ کو عدالت دیوانی سے قبضہ ملا یا نہیں مقدمہ (۳۱) دکن لا رپورٹ ص ۹۸ ویرے پلی رامنا وغیرہ بنام لنگو بائی رامیا وغیرہ یہ طے فرمایا گیا ہے تحت دفعہ (۶۲)

> قانون شہادت بلیف کی رپورٹ قبضہ دہانی ایک سرکاری دستاویز ہے اور اس سے بادی النظر میں شہادت اسکی ملتی ہے کہ قبضہ دیا گیا۔ البتہ فریق ثانی اس کی تردید کرسکتا ہے۔ اس نظیر کے لحاظ سے اس بحث کی نگرانی خواہ کیلئے ضرور گنجائش ہے کہ اگر نگرانی علیہ قبضہ دہانی کی حد تک کوئی ثبوت پیش کرنا نہیں چاہتا تو کم ازکم اس کو تردید کا موقع ملنا چاہیئے۔

لیکن نگرانی خواہ کی جانب سے ایک نقل تجویز عدالت منصفی گنگاوتی مورخہ ۱۰ امرداد ۱۳۵۳ف پیش ہوئی ہے جس کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدیون نگرانی خواہ نے عدالت دیوانی میں درخواست پیش کی تھی۔ حکمنامہ قبضہ دہانی کی تعمیل اس وجہ سے خلاف ضابطہ عمل میں آئی ہے کہ جائداد پر وکیل صاحب ڈگریدار کا قبضہ کرادیا گیا۔ حالانکہ حکمنامہ میں ان کا نام درج نہیں ہے اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ عدالت دیوانی نے نگرانی خواہ نے یہ تسلیم کرلیا کہ قبضہ تو ڈگریدار کا ہوا۔ لیکن بے ضابطہ ہوا۔ پس باغراض تصفیہ امر متنازعہ یہ امر باطمینان تمام ثابت قرار پاتا ہے کہ بصیغۂ تعمیل ڈگریدار کو قبضہ ملا۔ ممکن ہے کہ عدالت دیوانی سے طریقۂ تعمیل پر بیضابطگی کے عنوان کے تحت کوئی اعتراض ہو سکے۔ لیکن باغراض فوجداری واقعی قبضہ نگرانی علیہم بلاکسی شک وشبہ کے ثابت قرار پاتا ہے جس کے مدنظر اب نگرانی خواہ کو تردید کا موقعہ دینا بے سود ہے۔ لائق وکیل صاحب نگرانی خواہ نے نظیر جلد ملاحظہ مندرجہ (۲۳) دکن لا رپورٹ ص ۲۴۱۔ لنگا نارائن بنام چناڑی کشن راؤ کا حوالہ دیا۔ نظیر مذکور مقدمہ ہذا کے واقعات کے لحاظ سے متعلق نہیں ہے۔ نظیر مذکور کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک فریق نے یہ عذر کیا تھا کہ بصیغۂ تعمیل عدالت دیوانی سے قبضہ ملنے کے بعد اس نے ڈگریدار کو بیدخل کردیا ہے۔ اس کے متعلق تحقیقات کرنیکا حکم صادر فرمایا گیا۔ اس نگرانی میں اس قسم کا کوئی ادعاء نگرانیخواہ نے اپنے بیان تحریری میں نہیں کیا۔ بوجوہ صدر حکم ہوا کہ نگرانی نامنظور۔ تجویز تحت بحال رہے۔

مرافعہ فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل پنڈت رامچندر نائک صاحب و آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۲۹۵۲۸ ۱۳۵۱ف و ۱۹۲ تا ۱۹۵

منفصلہ ۲۴ م ۱۳۵۱ف اردی بہشت

امیر الدین وغیرہ مرافعان بنام سرکار عالی ذریعہ پولیس پائیگاہ نواب سلطان الملک بہادر } مرافعہ علیہ

حفاظت خود اختیاری کا تصفیہ پولیس کو نہ کرنا چاہیئے۔ حفاظت خود اختیاری کا عذر بغیر ادعاء کئے بھی اُٹھایا جا سکتا ہے حفاظت خود اختیاری کو شہادت تائید الزام سے ثابت کیا جانا۔ گواہ کا اعتبار ملزم کے بیان کی بناء پر ساقط نہ کیا جانا۔ دفعات (۷، و ۱۲۵) تعزیرات سرکار عالی - ایک ہی جرم ثابت قرار دیکر علٰحدہ علٰحدہ سزاؤں کا دیا جانا - بیان ملزم گواہ کے اعتبار کو ساقط نہیں کر سکتا۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جہاں دو پارٹیوں میں تصادم ہوگیا ہو اور حفاظت خود اختیاری کا عذر ہو تو ایسی صورت میں پولیس کو چاہیئے کہ دونوں پارٹیوں کے مقدمات کو عدالت کے روبرو پیشکردے تاکہ وہ اس کا تصفیہ کرسکے کہ کس پارٹی کو مستثنیات عامہ میں سے کسی کا نفع دیا جاسکتا ہے یا نہیں - (پولیس کو اس امر کا تصفیہ نہ کرنا چاہیئے کہ کس پارٹی کا عمل حفاظت خود اختیاری کے تحت آتا ہے اس امر کا تصفیہ کرنا عدالت کا کام ہے)۔ ایڈیٹر

(۲) قانوناً ایسے واقعات کو ثابت کرنے کا بار جس سے ملزم کسی استثناء مندرجۂ قانون سے مستفید ہوسکے خود اسی کے دوش پر ہوتا ہے ۔لیکن ملزمین کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسے واقعات کو علٰحدہ شہادت صفائی پیش کرکے ہی ثابت کریں اگر ایسے واقعات خود شہادت تائید الزام ہی کے بعض اجزاء سے ظاہر و ثابت ہوسکتے ہوں تو ملزم کی جانب سے عدالت کو بجا طور پر توجہ دلائی جاسکتی ہے ۔نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ملزم نے خود اپنے بیانات میں عدالت کے روبرو ایسے واقعات کا ادعاء صاف و صریح طور پر کیا ہو۔ ایڈیٹر

(۳) ملزمین کے ایسے بیان کو جو کہ انہوں نے کسی گواہ کے متعلق بعد واقعہ پولیس میں کیا ہو۔ گواہ کے بیان کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے لئے کافی وجہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۴) اگر کسی گواہ کا بیان کسی ایک جز میں مجروح ہوگیا ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ اس کا بقیہ تمام بیان بھی ساقط الاعتبار قرار دیا جائے۔

مرافعہ بنا راضی تجویز مولوی محمد عبدالعزیز خاں صاحب ناظم پائیگاہ مورخہ ۲۹ ؍ آبان سنہ ۱۳۵۰ف۔

امیرالدین
بنام
سرکار عالی

(۵) ہماری رائے میں دفعہ (۷) و (۱۳۵) تعزیرات سرکار عالی میں اس کی ممانعت نہیں ہے کہ ایک ہی الزام جملہ ملزمین کے خلاف عائد کر کے اُن کے افعال کی شدت و خفت کے اعتبار سے سزائیں تجویز کی جائیں۔ ایسی حالت میں وکیل سرکار کی اس بحث سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ عدالت تحت کا جملہ ملزمین کے مقابلہ میں ایک ہی الزام عائد کرنے کے بعد ملزمین کی ذمہ داری کی بنا اس طرح تفریق کرنا کہ کسی ملزم کو زیادہ سزا دیجائے اور کسی کو کم درست نہیں ہے۔

منجانب مرافعان مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایڈوکیٹ و مولوی احمد عبداللہ صاحب المسدوسی وکیل۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد قادر حسین صاحب سعید وکیل پائیگاہ۔

فیصلہ:- فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت ہوئے اور روئداد مثل پر غور کیا گیا۔ ملزمین کا چالان عدالت فوجداری حصہ ۲ ضلع الند شریف میں بجرائم قتل عمد و بلوہ و ضرب پیش ہوا تھا جس نے اپنے جرائم کی فرد مرتب کر کے مقدمہ سپرد سشن کیا لائق ناظم صاحب سشن ظفرآباد پائیگاہ نواب سلطان الملک بہادر نے بجرم قتل انسان مستلزم السزا، مختلف میعاد کی قید کی سزائیں ملزمین کے حق میں تجویز کی ہیں جن کی ناراضی سے ہر ایک ملزم نے علحدہ علحدہ مرافعہ کیا ہے۔ منجانب سرکار بھی ازدیاد سزا کی ایک نگرانی جملہ ملزمین کے مقابلہ میں پیش ہوئی ہے اور چونکہ مقدمہ ایک ہی ہے۔ اس لئے ان تمام مرافعوں اور نگرانی کا فیصلہ ہم ایک ہی تجویز کے ذریعہ کرتے ہیں۔ واقعات مقدمہ منجانب چالان یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ بتاریخ ۵ ۔ فروردی ۱۳۵۰ف مطابق ۹ ۔ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ تقریباً (۶) بجے صبح جبکہ امام قاسم کے علم کی سواری درگاہ شریف الند سے انصاری محلہ میں (جس کو شہادت میں آثار محلہ بھی کہا گیا ہے) ہو کر جارہی تھی ایک قصاب لالن نامی تلوار پھینک رہا تھا جیسا کہ عام طور پر محرم میں کیا جاتا ہے۔ اتفاقاً اس تلوار کا چرپٹہ سراج الدین عرف صاحب جانی کی انگلیوں کو لگا جس کی وجہ سے سراج الدین مذکور کے بھائی اور طرفدار آمادہ فساد ہوئے۔ لیکن پولیس کی بروقت توجہ اور انتظام سے معاملہ رفع دفع ہوگیا اس کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد جبکہ سواری ابھی اسی محلہ میں تھی کہا جاتا ہے کہ سراج الدین مذکور اور ملزمین حاضر اجلاس اپنے گھروں سے لاٹھیوں اور برچھے سے مسلح ہو کر عاشور خانہ قصابان کے پاس آئے جہاں لالن اور اس کے برادران اور نیز دیگر اشخاص الاوہ کے پاس مرثیہ خوانی کر رہے تھے یکایک ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس حملہ میں سیف ملزم نے لالن کے بھائی اسمٰعیل کو برچھے سے ایک زخم پہنچایا جس کے صدمہ سے وہ دوسرے دن بتاریخ ۶ ۔ فروردی ۱۳۵۰ف دواخانہ گلبرگہ شریف میں انتقال کر گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی واردات میں لالن گواہ نمبر (۳) عبدالقادر گواہ نمبر (۵)۔ عبدالکریم گواہ نمبر (۶) اور عبدالرحیم گواہ نمبر (۷) بھی متضرر ہوئے۔

امیرالدین
بنام
سرکار عالی

جو اسمٰعیل صاحب مقتول کے حقیقی بھائی تھے ۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملزمین میں سے بھی سیفن صاحب امیر الدین ۔ فخرالدین اور فقیر احمد کو ضربات پہنچے ۔ پولیس مقامی نے ابتداءً ایک پرچہ اسمٰعیل صاحب مقتول اور لالن عبدالقادر وغیرہ کے ضربات کے متعلق ملزمین کے مقابلہ میں اور ایک پرچہ سیفن صاحب وامیرالدین وغیرہ ملزمین کے ضربات کے متعلق عبدالقادر مستغیث مقدمۂ ہذا اور ایک شخص عثمان نامی کے مقابلہ میں چاک کیا ۔ لیکن بعد میں مہتمم صاحب کوتوالی کے حکم پر یہ قرار دیا کہ مستغیثین نے جو ضربات ملزمین کو پہونچائے وہ حفاظت خود اختیاری کے حق کے نفاذ میں تھے اور اس لئے نتیجہ میں اس نے صرف ملزمین مرافعان کے خلاف چالان پیش کیا جس میں سراج الدین کو جس کی انگلیوں پر انصاری محلہ میں چوٹ آیا تھا اور نیز خواجہ صاحب ولالن کو مفرور بیان کیا گیا ۔ سراج الدین ملزم ابتک فرار ہے ۔ البتہ خواجہ صاحب ملزم بعد میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ضمیمہ چالان پیش ہو کر بھی سپرد سشن ہوا اور جملہ چھ ملزمین کے مقابلہ میں وہاں تحقیقات ہوئی اور انہی کے مرافعے ہمارے سامنے اس وقت زیر تجویز ہیں ۔ منجملہ ان ملزمین کے امیرالدین اور فخرالدین سراج الدین مفرور کے حقیقی بھائی اور رکن الدین صاحب متولی درگاہ اللہ کے بیٹے ہیں ۔

منجانب ملزمین جو بحث کی گئی ہے اس میں زیادہ زور اس امر پر دیا گیا ہے کہ کوتوالی نے مستغیثین کو حفاظت خود اختیاری کے حق کا نفع دینے میں غلطی کی ہے ۔ دراصل اس حق کے مستحق خود ملزمین تھے کیونکہ صورت واقعہ وہ نہیں جو کوتوالی نے بیان کی ہے بلکہ واقعہ یہ تھا کہ اولاً لالن صاحب مستغیث نے بلا وجہ سراج الدین مفرور کو تلوار سے متضرر کیا اور جب پولیس نے معاملہ کو رفع دفع کر دیا اور ملزمین انصاری محلہ سے اپنے مکانات کو جا رہے تھے تو راستہ میں محلہ گاؤ قصاباں میں جملہ مستغیثین نے ان پر دوبارہ حملہ کر دیا اور انہیں سخت ضربات پہونچائے اس نوبت پر اگر ان سے بھی کچھ ضربات مقتول یا مستغیثین کو پہنچ گئے تو وہ حق حفاظت خود اختیاری کے نفاذ میں سمجھے جائیں گے اور وہ مستثنیات میں داخل ہو کر کسی مواخذہ کے متوجب قرار نہیں پائیں گے ۔ اس بحث کی تائید میں لالن ایڈوکیٹ صاحب اور وکیل صاحب ملزمین نے زیادہ تر استدلال اس پرچہ اطلاع واردات کے مضمون پر کیا ہے جو سیفن ملزم کی فریاد پر بمقابلہ عثمان وقادر صاحب سکنا والنہ تحت دفعہ (۳۲۴) تعزیرات چاک ہوا تھا اور جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے اس کے علاوہ اسی پیغنامہ ضربات کے اندراجات پر بھی استدلال کیا ہے جو فخرالدین ملزم کے ضربات کا کوتوالی متعلقہ نے مرتب کیا ہے ان کی بحث یہ ہے کہ چونکہ ان دستاویزات میں منجانب ملزمین واقعہ کی وہی صورت بیان کی گئی ہے جس کی صحت وہ اب ہم کو باور کرانا چاہتے ہیں اور جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور چونکہ یہ دستاویزات واقعہ کے بعد اس قدر قریب زمانہ میں مرتب ہوئیں کہ ملزمین کے لئے صورت واقعہ کو تبدیل کر کے کسی مصنوعی واقعہ کے بیان کرنے کا موقعہ نہ تھا ۔

امیرالدین
بنام
سرکار عالی

اسس سلئے ان کی بحث کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

اس بحث کی روشنی میں اور نیز روئداد مشمولہ مثل کے مدنظر اس امر میں تو کوئی شبہ معلوم نہیں ہوتا کہ بمقام اللہ شریف محلہ گاؤ قصابان میں بتاریخ ۵ ر فروردی ۱۳۵۰ ف کوئی واقعہ ملزمین اور مستغیثین کے مابین ہوا جس میں مستغیثین کی پارٹی کے پانچ اشخاص متضرر ہوئے جس میں سے ایک شخص بعد میں فوت ہوگیا۔ دوسری طرف ملزمین کی پارٹی کے بھی چار اشخاص کو ضرر پہنچنا بیان کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں امر تصفیہ طلب صرف یہ رہجاتا ہے کہ کس پارٹی کو اس واردات میں قابل مواخذہ قرار دیا جاسکتا ہے اور آیا کس پارٹی کو حق حفاظت خود اختیاری سے مستفید کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں پولیس کے لئے بہتر طریقہ یہ تھا کہ دونوں پارٹیوں کے مقدمات کو عدالت کے روبرو پیش کردیتی تاکہ وہ اس کا تصفیہ کرسکتی کہ کس پارٹی کو مستثنیات عامہ میں سے کس کا نفع دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بحالت موجودہ صورت یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اگر ملزمین کی جوابدہی ثابت قرار پائے اور عدالت اس نتیجہ پر پہونچے کہ اس واردات میں ظلم و زیادتی مقتول و مستغیثین ہی کی جانب سے ہوئی اور ملزمین نے جو کچھ کیا وہ حق حفاظت خود اختیاری کے مفاد میں تھا تو وہ ملزمین کو تو بری کرنے پر مجبور ہوگی۔ لیکن چونکہ مستغیثین کی پارٹی کا کوئی فرد اس کے ساتھ ملزم کی حیثیت سے نہیں ہے۔ اس لئے وہ ان میں سے کسی کے خلاف کوئی تجویز صادر کرنے کی مجاز نہ ہوگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ باوجود ایک سنگین واردات وقوع پذیر ہوجانے کے جس میں دونوں جانب کے افراد زخمی ہوئے ایک متنفس بھی اس کی سزا نہ پاسکیگا اور یہ امر انسداد جرائم کے حق میں جس قدر مضر ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

بہرحال ہمیں روئداد مشمولہ مثل کی بناء پر اس کا تصفیہ کرنا کہ آیا شہادت پیش شدہ سے ایسے واقعات ثابت ہیں جن کی بناء پر ملزمین کو حق حفاظت خود اختیاری کا نفع دیا جاسکے۔ قانوناً ایسے واقعات کے ثابت کرنیکا بار جس سے ملزم کسی استثناء مندرجہ قانون سے مستفید ہوسکے خود اسی کے دوش پر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں لائق وکیل صاحب ملزمین کی اس بحث سے اتفاق ہے کہ ملزمین کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسے واقعات کو علحدہ شہادت صفائی پیش کرکے ہی ثابت کریں۔ حتیٰ کہ یہ بھی بہت زیادہ ضروری نہیں ہے کہ ملزمین نے خود اپنے بیانات میں عدالت کے روبرو ایسے واقعات کا ادعاء صاف و صریح طور پر کیا ہو۔ بلکہ اگر ایسے واقعات خود شہادت تائید الزام ہی کے بعض اجزاء سے ظاہر و ثابت ہوسکتے ہوں تو ان کی جانب سے عدالت کو بجا طور پر توجہ دلائی جاسکتی ہے۔ اس نظریہ کے تحت ہم شہادت تائید الزام میں نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بجانب چالان آٹھ گواہ رویت کے پیش ہوئے ہیں جن میں سے لالن گواہ نمبر (۳) عبدالقادر گواہ (۵) عبدالکریم گواہ ۶ اور عبدالرحیم گواہ ۷ خود متضرر رہیں۔ انکے علاوہ

امیرالد... بنام سرکارعا...

احمد علی گواہ م۸ ۔ عثمان علی گواہ م۱۰ عبداللہ جاگیردار عرف ابولال گواہ م۱۱ اور عبداللہ ولد محی الدین گواہ م۱۲ دیگر اشخاص ہیں۔ ان گواہوں کے بیانات میں ہمیں لائق وکیل صاحب ملزمین کسی ایسے جزو کی طرف توجہ نہ دلا سکے جس سے یہ ثابت ہو کہ ملزمین کا حق حفاظت خود اختیاری کا ادعا صحیح ہے بلکہ ان کی بحث یہ ہے کہ ان میں سے گواہان م۲ و ۵ و ۶ و ۷ نہ صرف متضررین بلکہ مقتول کے حقیقی بھائی اور اس طرح غیر آزاد ہیں اور چونکہ واقعہ کو اسی طرح بیان کرنے سے جس طرح منجانب کوتوالی بیان کیا گیا ہے ان کی غرض وابستہ ہے اس لئے اس بارہ میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا انکی یہ بحث اپنے اندر ایک حدتک قوت رکھتی ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ صرف اسی قدر ہے کہ گواہوں کے بیانات پر کافی احتیاط کے ساتھ غور کرنا پڑیگا مگر اس کا یہ نتیجہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان واقعات کو ثابت قرار دیدیا جائے جس کا بار ثبوت ملزمین کے دوش پر ہے۔ بہرصورت ان چار گواہوں کے غیر آزاد ہونیکا کچھ نہ کچھ اثر ہمارے دل پر ضرور ہے اور اگر تجویز کا انحصار تنہا انہی کے بیانات پر ہوتا تو ممکن تھا کہ ہم کو واقعات بیبنہ چالان کے ثابت قرار دینے میں کچھ پس و پیش نہ ہوتا۔ لیکن ان کے بیانات کی تائید میں چار اور علیٰحدہ بیانات مثل میں موجود ہیں۔ ان چاروں میں سے عبداللہ ولد محی الدین صاحب گواہ م۱۲ مقتول و متضررین کا ماموں ہے اور اسپر بھی وکیل صاحب ملزمین نے غیر آزادی کا اعتراض کر کے اس کے بیان کو نظر انداز کرنے کی استدعا کی ہے۔ ہماری رائے میں اول تو یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جہاں کہیں کسی گواہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس کی مقتول یا کسی متضرر سے کوئی قرابت ہے تو محض اسی وجہ سے اس کے بیان کو ساقط الاعتبار قرار دیدیا جائے۔ دوسرے اگر اس قرابت کو کسی درجہ میں اس کے بیان کو مشتبہ قرار دینے کی دلیل بھی قرار دیا جائے تو مثل میں تین گواہ اور ایسے باقی رہتے ہیں۔ جنپر کوئی قوی اعتراض کیا جانا مشکل ہے اور جن کے بیانات سے چاروں متضررین اور گواہ م۱۲ کے بیان کی تائید ہوتی ہے یہ تین گواہ احمد علی گواہ م۸۔ عثمان علی گواہ م۱۰ اور عبداللہ گواہ م۱۱ ہیں۔ احمد علی گواہ م۸ کے غیر آزاد ہونے کے متعلق کوئی ایسی بحث منجانب ملزمین نہیں کی گئی جس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہو۔ عثمان علی گواہ م۱۰ کے متعلق یہ بحث کی گئی کہ جو پرچہ اطلاع واردات ملزمین کی مدعیت سے اسی واقعہ کے متعلق بروز واقعہ چاک ہوا ہے۔ اس میں اس شخص کا نام بزمرۂ ملزمین شریک ہے جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں وہ پرچہ عبدالقادر اور ایک شخص عثمان نامی کے مقابلہ میں چاک ہوا ہے اور وکیل صاحب سرکار کی بحث یہ ہے کہ کسی مواد مشمولہ مثل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ عثمان یہی گواہ م۱۰ ہے۔ پرچہ میں اس عثمان کی کوئی ولدیت درج نہیں ہے نہ کسی شہادت سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ پرچہ گواہ م۱۰ ہی کے مقابلہ میں چاک ہوا تھا گواہ نمبر (۱۰) کا پورا نام عثمان علی ہے اور یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر پرچہ میں اسی شخص کو ملزم قرار دیا گیا تھا تو علی کے لفظ کو متروک

کرنے کی کیا وجہ تھی ۔اس لئے محض اس قیاس کی بنا پر کہ شاید وہ شخص جس کے خلاف یہ پرچہ چاک ہوا تھا یہی گواہ ہو اس کے حلفی بیان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ۔علاوہ ازیں وہ پرچہ محض ملزمین کے بیان پر چاک کیا گیا تھا اور اگر ملزمین کے ایسے بیان کو جو انہوں نے کسی گواہ کے متعلق بعد واقعہ پولیس میں کیا ہو ۔گواہ کے بیان کے ساقط الاعتبار قرار دینے کی وجہ قرار دیدیا جائے تو ملزمین کے لئے یہ آسان ہو جائے گا کہ ہر مقدمہ میں تمام گواہان رویت کے متعلق پولیس میں کوئی فریاد کر دیا کریں تا کہ محض اسی وجہ کو گواہوں کے ساقط الاعتبار قرار دینے اور ملزمین کو بری کرنے کے لئے کافی قرار دیدیا جائے ۔یہاں حالت یہ ہے کہ نہ کوتوالی متعلقہ نے اس پرچہ کے چاک کرنے کے بعد عبدالقادر اور عثمان کے مقابلہ میں کوئی چالان پیش کیا نہ ملزمین نے ان کے خلاف کوئی استغاثہ پیش کیا نہ مقدمۂ ہذا میں کوئی شہادت ایسی پیش کی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ عثمان علی گواہ ملا کی حیثیت کسی اعتبار سے بھی ملزم کی قرار دیجاسکتی ہے یا اس کو مقدمۂ ہذا کے مستغیثین کا حامی و مددگار سمجھا جا سکتا ہے تیسرا آزاد گواہ عبداللہ جاگیردار گواہ ملا ہے اس کی آزادی پر بجانب ملزمین یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جو درخواست محکمۂ عطیات میں امیرالدین و فخرالدین کے والد رکن الدین صاحب متولی درگاہ اللہ کے خلاف پیش ہوئی تھی اسس میں اس شخص کا بھی نام ہے ۔اس درخواست کی محض ایک نقل عدالت میں پیش کی گئی ہے اور ہم نے اس کو دیکھا ہے ۔اس میں جس نام کو اس گواہ کا بتایا جاتا ہے وہ زیادہ تو حبیب اللہ پڑھا جاتا ہے اور اگر اس کو عبداللہ پڑھا بھی جاسکے تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ عبداللہ یہی گواہ ملا ہے بالخصوص جبکہ درخواست سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عبداللہ نام کے کئی اشخاص کے نام ملے ہوئے ہیں ۔غرض ان تین گواہوں کے غیر آزاد ہونے کے قوی وجوہ ہمارے روبرو بیان نہیں کئے گئے اور ہم کوئی وجہ ایسے نہیں پاتے جن کی بنا پر ان کے بیانات کو ساقط الاعتبار قرار دیدیں ۔

لائق وکیل صاحب ملزمین نے جملہ (۸) گواہان رویت کے بیانات ہمارے سامنے تفصیل کے ساتھ پڑھے اور جتنے اعتراضات وہ کر سکتے تھے انہوں نے ان پر کئے ۔جس قدر اختلافات انہوں نے ان کے بیانات میں بتانے کی کوشش کی وہ ہماری رائے میں اس قدر جزوی ہیں کہ ان کی طرف توجہ کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ایسے جزوی اختلافات ہمیشہ سچے گواہوں میں بھی ہو جاتے ہیں جن کی وجہ زیادہ تر حافظہ کا قصور ۔مشاہدہ کا اختلاف یا بیان کرنے کی قدرت میں تفاوت ہوا کرتی ہے ۔البتہ اس کا اعتراض توجہ کے قابل ہے اور اس کی وجہ سے ہمیں مقدمہ پر کافی غور کرنا پڑا اس امر سے انکار کرنا مشکل ہے کہ بعض ملزمین کو بھی اس واردات میں ضربات آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ ضربات اُن کی مخالف پارٹی ہی نے ان کو پہنچائے ہوں گے اور گو گواہان رویت جس طرح مقتول و متضررین کے ضربات کو دیکھ سکتے تھے

امیر الدین بنام سرکار عالی

اسی طرح وہ ملزمین کے ضربات کو بھی دیکھ سکتے تھے۔ لیکن بجز عبد اللہ ولد محی الدین گواہ نمبر (۱۲) کے ان میں سے کوئی ملزمین کے ضربات کے متعلق کچھ بیان نہیں کرتے بلکہ دریافت کئے جانے پر بھی ان سے لاعلمی کا اظہار کر دیتے ہیں ان کے اس طرز عمل سے وکیل صاحب ملزمین کو یہ بحث کرنے کی گنجائش ہے کہ گواہ واقعہ کے بعض اجزاء کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لئے ملزمین کے مقابلہ میں ان پر بالکلیہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ہم وکیل صاحب ملزمین کی اس بحث کی قوت کو ایک حد تک محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے جو حالات ہیں ان کے اعتبار سے ہم سمجھتے ہیں کہ کسی مقدمہ میں بھی ایسے گواہوں کا دستیاب ہونا آسان نہیں ہے جو مقدمہ کے ہر پہلو پر راست راست بیان من و عن کرنے پر آمادہ ہوں اگر ہم گواہوں کے بیانات کو اس آلہ معیار سے جانچنے کی کوشش کریں کہ آیا وہ اپنے بیان کے کسی جزو میں بھی متزلزل ہوئے ہیں یا نہیں تو ہمیں اندیشہ ہے کہ اکثر مقدمات میں ہم صحیح انصاف نہ کر سکیں گے یہی وجہ ہے کہ نہ صرف ہماری عدالت العالیہ میں بلکہ برٹش کے بھی اکثر ہائیکورٹس میں تجربہ کار اراکین نے یہ اصول قرار دیا کہ اگر کسی گواہ کا بیان کسی ایک جزو میں مجروح ہو گیا ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ اس کا بقیہ تمام بیان بھی ساقط الاعتبار ہے۔ اس مقدمہ میں ہمیں اس میں شبہ نہیں ہے کہ مقتول اور مستغیثین کو جو ضربات پہنچے ہیں وہ ملزمین یا ان کی پارٹی کے افراد کے ہاتھوں پہنچے ہیں۔ لائق وکیل صاحب ملزمین نے بھی اس کے خلاف کچھ زیادہ بحث کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اپنا زیادہ زور حفاظت خود اختیاری کے حق پر صرف کیا۔ اس حق کا بار ثبوت ظاہر ہے کہ ملزمین کے دوش پر تھا۔ اس لئے اگر گواہان رویت نے اس بارہ میں ملزمین کی تائید میں بیان دینے سے پہلو تہی کی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ ہم گواہوں کے جملہ بیانات کو ساقط الاعتبار قرار دیدیں اور بغیر ملزمین کے اپنے بار ثبوت سے سبکدوش ہوئے ان واقعات کو ثابت قرار دیدیں جن سے وہ حق حفاظت خود اختیاری سے مستفید ہو سکیں۔ ان گواہوں کے بیانات پر اس عدالت نے بھروسہ کیا ہے جس کے روبرو وہ پیش ہوئے تھے اور جملہ حالات کے مدنظر ہمیں بھی اس کی اس رائے سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی

اس مقدمہ میں ایک یہ بحث بھی منجانب ملزمین کی گئی کہ اس کا ثبوت موجود نہیں ہے کہ جس نعش کا پوسٹ مارٹم امتحان کیا گیا وہ اسمٰعیل صاحب مقتول ہی کی نعش تھی یہ بحث معلوم ہوتا ہے کہ عدالت سشن میں بھی کی گئی تھی اور اس نے تفصیل کے ساتھ اس پر غور کر کے اسے ناقابل لحاظ قرار دیا ہے اس بارہ میں بھی ہمیں عدالت موصوف کی رائے سے اتفاق ہے۔ اس بحث کی گنجائش وکیل صاحب ملزمین کو اس وجہ سے ملگئی کہ پنچنامہ نعش کا کوئی گواہ حاضر نہ ہو سکنے کی وجہ سے پیش نہیں ہوا اور ڈاکٹر صاحب جنہوں نے نعش کا پوسٹ مارٹم امتحان کیا ہے۔ مقتول سے واقف نہ تھے نیز پنچنامہ ضربات میں جو بمقام الندہ مرتب ہوا۔ اس میں مقتول کے ہاتھ کی (ulna) ہڈی کے ٹوٹنے کا تذکرہ

میرالدین
بنام
سرکار عالی

نہیں ہے۔ ڈاکٹر غلام نبی صاحب اسسٹنٹ سرجن دواخانہ گلبرگہ شریف کا بیان عدالت سپرد کنندہ میں بطور گواہ ۱۲ کے قلمبند ہوا ہے۔ انہوں نے مقتول کو زندہ حالت میں بھی دیکھا تھا۔ کیونکہ مقتول وہاں زندہ ہی رجوع ہوا تھا اور وہیں بتاریخ ۶ ؍ فروردی ۱۳۵۰ف وہ فوت ہوا ہے۔ انہیں ڈاکٹر صاحب نے نعش کا پوسٹ مارٹم امتحان بھی کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک شخص محمد اسمٰعیل نامی بتاریخ ۵ ؍ فروردی ۱۳۵۰ف دواخانہ گلبرگہ شریف میں رجوع ہوا اور اس نے اپنی سکونت الند کی بتائی تھی۔ اس کی کمر پر ایسی نوعیت کا ایک زخم تھا جیسا کہ اس پنچنامہ ضربات میں درج ہے جو بتاریخ ۵ ؍ فروردی ہی الند میں اسمٰعیل صاحب مقتول کے ضربات کا ہوا تھا۔ یہ شخص اسی دواخانہ میں ۶ ؍ فروردی ۵۰ف کو انہیں ضربات سے فوت ہوگیا جو اس کے جسم پر اس کے رجوع ہونے کے وقت تھے اور اسی کی نعش کا انہوں نے پوسٹ مارٹم امتحان کیا۔ مقتول کا معائنہ زندہ حالت میں الند کے میڈیکل افسر ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے بھی ۵ ؍ فروردی ہی کو کیا تھا۔ ان کا بیان عدالت سپرد کنندہ میں بطور گواہ ۱۱ کے ہوا ہے اور انہوں نے بھی مقتول کے کمر کے زخم کی وہی کیفیت بیان کی ہے جو ڈاکٹر غلام نبی صاحب نے بیان کی ہے۔ ان واقعات سے اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جس نعش کا پوسٹ مارٹم ہوا وہ اسی اسمٰعیل صاحب کی تھی جو بمقام الند اس واردات میں زخمی ہوا تھا۔ لیکن اگر اس میں کوئی شبہ باقی بھی رہا ہو تو وہ عبد القادر گواہ ۵ کے بیان سے رفع ہو جاتا ہے جو مقتول کا بھائی تھا اور ابتداء سے آخر تک اس کے ہمراہ رہا۔

لائق وکیل صاحب ملزمین کے ان اہم مباحث کا تصفیہ کرنے کے بعد ہمیں اب اسپر غور کرنا ہے کہ آیا ملزمین کی پیشکردہ شہادت سے ان کے حق حفاظت خود اختیاری کی بحث کی تائید ہوتی ہے۔ ان کی جانب سے صفائی میں تین گواہ پیش ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے لائق وکیل صاحب نے ہمارے روبرو صراحت سے بیان کر دیا کہ ان کو ان کے بیانات پر استدلال کرنا نہیں ہے۔ اسپر بھی ہم نے ان کے بیانات پر ایک نظر ڈالی ہے۔ لائق ناظم عدالت سشن نے بھی ان کے بیانات پر تبصرہ کیا ہے اور جو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس سے نہ شہادت تائیدی الزام کی تکذیب ہوتی ہے نہ ملزمین کے حفاظت خود اختیاری کا حق ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں بھی ان کی اس رائے سے اتفاق ہے۔ اس شہادت سے یہ امر تو ثابت ہوتا ہے کہ ملزمین و مستغیثین میں بروز واقعہ کوئی تصادم ہوا۔ لیکن جن حالات میں اسمٰعیل صاحب مقتول کی کمر کو ضرر پہنچا۔ گواہان صفائی بیان کرتے ہیں وہ ہماری رائے میں زیادہ قرین قیاس نہیں ہے باقی رہا ملزمین کی یہ بحث کہ ان کے حق حفاظت خود اختیاری کے ادعاء کو اس بناء پر ثابت قرار دیدیا جائے کہ اس ابتدائی پرچہ سے جو قادر صاحب اور عثمان کے مقابلہ میں چاک ہوا ہے اور اس پنچنامہ سے جو فخر الدین ملزم کے ضربات کا پولیس نے مرتب کیا اس کی صحت کا قیاس ہوتا ہے تو ہم اس بحث سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ اول تو ان بیانات کو جو ملزمین نے کوتوالی کے روبرو کئے ہوں اس وقت بطور اصل شہادت

میر علی
بنام
سرکار عالی

(Substantive evidence) کے استعمال نہیں کیا جاسکتا دوسرے مجردان بیانات کو اس قدر وقعت نہیں دیجاسکتی کہ انکی بناء پر آٹھ گواہان رویت کے صاف وصریح بیانات کو نظرانداز کردیا جائے ۔

ان جملہ حالات کے مدنظر ہماری رائے میں واقعہ کی وہی صورت ثابت ہے جو منجانب تائید الزام بیان کیگئی ہے اور ملزمین کی مجرمیت میں کوئی شبہ نہیں ہے انکی سپردگی بجرم قتل عمد عمل میں آئی تھی لیکن اس جرم سے ان کو عدالت تحت نے صراحت کے ساتھ بری کردیا ہے ۔ منجانب سرکار اس جزوی برأت کی ناراضی سے کوئی مرافعہ ان کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا گیا اس لئے ہمیں اسپر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جرم کی نوعیت قتل عمد کی ہے یا نہیں منجانب سرکار ازدیاد سزا کی ایک نگرانی اس بیان سے پیش کی گئی ہے کہ عدالت تحت کا ملزمین کی ذمہ داریوں میں اس طرح تفریق کرنا کہ کسی ملزم کو زیادہ سزا دے اور کسی کو کم درست نہیں تھا ۔ اپنی بحث کی تائید میں لائق وکیل صاحب سرکار نے دفعہ (۷) اور دفعہ (۱۲۵) تعزیرات پر استدلال کیا ہے ۔ ہماری رائے میں انکی بحث اس وقت صحیح ہوتی جبکہ عدالت تحت نے مختلف ملزمین کے مقابلہ میں مختلف جرائم ہی ثابت قرار دئے ہوتے یا جرم مثبتہ کی پاداش میں جو سزا اس نے کسی ملزم کے حق میں تجویز کی ہے وہ کس طرح خلاف قانون ہوتی ۔ لیکن جب کہ عدالت موصوف نے جملہ ملزمین کے مقابلہ میں یکساں طور پر قتل انسان مستلزم سزا کا جرم ہی عائد کیا ہے اور جو سزائیں اس نے ملزمین کے حق میں تجویز کی ہیں وہ قانوناً جائز بھی ہیں تو وکیل صاحب سرکار کے لئے اس بحث کا موقع نہیں ہے ۔ ہماری رائے میں دفعہ (۷) و (۱۲۵) تعزیرات میں اس کی ممانعت نہیں ہے کہ ایک ہی جرم جملہ ملزمین کے خلاف عائد کرکے ہر ملزم کے حق میں اس کے افعال کی شدت وخفت کے اعتبار سے سزا تجویز کی جائے ۔ نتیجہ ہماری تجویز کا یہ ہے کہ نہ ملزمین کے مرافعہ قابل منظوری قرار پاتے ہیں نہ سرکار کی نگرانی ۔ اس لئے

حکم ہوا کہ

مرافعہ جات ملزمین اور سرکار کی نگرانی ہر دو نامنظور ۔ اس کی ایک ایک نقل ہر ایک مثل میں بطور تجویز کے شریک کردی جائے ۔ مثل باقیات سے خارج اور داخل دفتر ہو ۔ مال کے متعلق حسب تجویز عدالت ماتحت عمل کیا جائے ۔

نگرانی فوجداری جلسہ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی میر سیادت علیخاں صاحب ارکان

دا ۱۳۰۸ ف
نمبر مقدمہ ۲۵۶ ۱۳۵۶ ف
منفصلہ ۱۱ امرداد
فروردی ۱۳۵۶ ف

چنتمبر وغیرہ نگرانیخواہان بنام سرکار عالی طرفثانی

دفعہ (۴۸۴) ضابطۂ فوجداری نے ایک مستقل چارہ کار وضع کیا ہے ۔ ملزمین کی برأت پر مال کی نسبت کیا حکم دیا جانا چاہئے

نگرانی بنارائی تجویز مولوی غازی الدین احمد صاحب ناظم عدالت ضلع ناندیر مورخہ ۸ آبان ۱۳۵۵ ف

پیتمبر
بنام
سرکار عالی

دفعہ (۴۹۱) ضابطۂ فوجداری -

تجویز ہوئی کہ (۱) دفعہ (۴۸۸) ضابطۂ فوجداری کا منشاء صرف اس قدر نہیں ہے کہ جس عدالت میں اصل مقدمہ کا مرافعہ یا نگرانی زیر تجویز ہو وہی اس دفعہ کے تحت عمل کر سکتی ہے - اس دفعہ نے ایک مستقل چارہ کار وضع کیا ہے - مثلاً دغا کے مقدمہ میں ملزمین کو رہا کر کے اگر عدالت نے مال کی نسبت یہ حکم دیا ہو کہ مال ضبط کر لیا جائے تو ایسی صورت میں گو اصل مقدمہ میں کوئی چارہ کار اختیار نہ کیا گیا ہو تو بھی حصول مال کی نسبت فریقین اس دفعہ کے تحت کارروائی کر سکتے ہیں -

(۲) اگر دغا کے مقدمہ میں ملزم کو بری کر دیا گیا ہو تو اس رقم کی نسبت جو کہ ملزم کے قبضہ سے برآمد کی گئی ہے یہ قرار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ دھوکہ دیکر حاصل کی گئی ہے - اسی رقم کو ضبط کیا جا کر سرکار میں جمع کیا جانا یا اس کو مال مشتبہ قرار دیا جا کر فریقین کو اپنے ثبوت پیش کرنے کا حکم دیا جانا صحیح نہ ہوگا - اس کی نسبت عدالت صرف ایک ہی حکم دے سکتی ہے کہ یہ رقم جس کے قبضہ سے برآمد کی گئی ہے اسی کے حوالہ کر دیجائے -

منجانب نگرانی خواہاں مولوی باقر حسین صاحب ایڈوکیٹ و مولوی سید سعید حسن صاحب رضوی و مولوی سید نظیر حسن صاحب رضوی وکلاء
منجانب فریق ثانی مولوی ممتاز مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب مومن کرو وکلاء سرکار
و پنڈت گوبند راؤ صاحب اردھاپور کر وکیل منجانب مستغیث کیشو راؤ -

فیصلہ:- وکلاء فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت کئے گئے - عدالت ابتدائی میں چالان اس بیان سے پیش کیا گیا تھا کہ ملزمین نے اس کو یہ دھوکہ دیا اگر ان کو پانچ ہزار روپیہ کے کلدار نوٹ دئے جائیں تو وہ ویسے ہی اور نوٹ بنا کر مستغیث کے حوالہ کر دیں گے - چنانچہ مستغیث نے سو سو روپیہ کے کلدار نوٹ ملزمین کے حوالہ کئے اور انہوں نے اپنا عمل شروع کیا - لیکن دوران عمل میں چالاکی سے چند کاغذات کو جلا کر مستغیث کو یہ باور کرایا کہ اس کے دئے ہوئے نوٹ غلطی سے جل گئے اور اسپر وہ مستغیث کے نقصان کی بجائے کسی دوسرے طریقہ سے ادا کر دیں گے - پولیس نے تین ہزار نو سو روپیہ کے کلدار نوٹ بھی ملزمین سے برآمد کر کے عدالت میں اس بیان سے پیش کئے ہیں کہ یہی ان نوٹوں میں سے کچھ ہیں جو ملزمین نے بذریعہ دغا مستغیث سے حاصل کئے - عدالت ابتدائی نے بعد تحقیقات ملزمین کو الزام منسوبہ سے رہا کیا - لیکن جو نوٹ اس کے روبرو پیش کئے گئے تھے ان کو بحق سرکار ضبط کرنے کی تجویز کر دی - اس آخری جز میں اس کی تجویز کا منشاء یہ تھا کہ یہ نوٹ مستغیث کی ملکیت ہونا ثابت نہیں - لیکن چونکہ خود اس کی نیت

بمقدمہ
سام
سرکار عالی

صاف تھی اور وہ جعلی نوٹ بنوانا چاہتا تھا اس لئے یہ نوٹ اس کو نہیں دئے جا سکتے۔ اس تجویز کی نگرانی عدالت العالیہ میں کی گئی جہاں سے یہ طے ہوا کہ عدالت تحت میں چارہ کار ضابطہ اختیار کیا جائے۔ اس تجویز کا منشاء غالباً یہی تھا کہ دفعہ (۴۸۸) ضابطہ فوجداری نے ایک مستقل چارہ کار عطا کیا ہے اور مرافعہ یا نگرانی جو کچھ بھی ہو وہ اس عدالت میں ہونی چاہئے۔ جہاں عدالت ابتدائی کی تجاویز کا عموماً مرافعہ ہوتا ہے۔ برٹش انڈیا کے تمام ہائیکورٹ اس پر متفق ہیں کہ وہاں کے ضابطہ کی دفعہ (۵۲۰) جو ہمارے ضابطہ کی دفعہ (۴۸۸) کی مماثل ہے۔ اس کا منشاء صرف یہ نہیں ہے کہ جس عدالت میں مرافعہ یا نگرانی اصل مقدمہ کا زیر تجویز ہو وہی اس دفعہ کے تحت عمل کر سکتی ہے بلکہ دفعہ (۴۸۸) نے ایک مستقل چارہ کار وضع کیا ہے۔ برٹش انڈیا میں اس بارہ میں کچھ اختلاف ہے کہ یہ چارہ کار جو دفعہ (۴۸۸) نے وضع کیا ہے کس عدالت میں اختیار کیا جا سکتا ہے اور ذیلم اراکین متفقہ جن کے روبرو یہ نگرانی سابق پیش ہوئی تھی ان کی بھی رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ دفعہ (۴۸۸) نے ایک مستقل چارہ کار عطا کیا ہے جو عدالت تحت میں استعمال کیا جانا چاہئے وہ تجویز تمام عدالتہائے تحت کے لئے قابل پابندی تھی اور ہم بھی اس مقدمہ میں اس تجویز سے اختلاف نہیں کر سکتے۔ اس تجویز کے بعد فریقین نے عدالت ضلع میں مرافعہ رجوع کئے اور مستغیث نے مرافعہ کے علاوہ ایک نگرانی بھی پیش کی عدالت ضلع نے مرافعہ یہ تجویز کر کے خارج کر دیا کہ عدالت ابتدائی کی تجویز کا مرافعہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ مستغیث کی نگرانی میں یہ تجویز کی کہ حکم رہائی ناقابل تنسیخ ہے اور مال کے متعلق جو تجویز ہوئی ہے اس میں اس قدر ترمیم ہونی ضروری ہے کہ اس مال کو مشتبہ قرار دیا جا کر فریقین کو اپنا اپنا ثبوت پیش کرنے کا موقع دیا جائے اور بالآخر اس کا تصفیہ کیا جائے کہ کس کو یہ مال دیا جانا چاہئے۔ اس مال کے ضبط سرکار کئے جانے کی جو تجویز ہے وہ لائق تنسیخ ہے۔ اس تجویز کی ناراضی سے اب ہمارے روبرو نگرانی پیش ہوئی ہے اور صاحب ملزمین نامنظوری مرافعہ کی ناراضی سے بھی نگرانی پیش ہوئی ہے ہم نے ان دونوں نگرانیوں کی یکجائی بحث سماعت کی اور یکجائی تجویز صادر کی جاتی ہے۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہماری رائے میں عدالت ضلع کو مرافعہ میں تجویز صادر کرنی چاہئے تھی۔ لیکن چونکہ عدالت ضلع کی رائے ہمیں مستغیث کی نگرانی سے معلوم ہوئی ہے اس لئے اب ہمیں مرافعہ کو عدالت تحت میں تجویز کے لئے واپس کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہمیں بصیغہ نگرانی ہر وہ تجویز صادر کرنے کا اختیار ہے جو ہمیں قرین معدلت معلوم ہوتی ہے۔ عدالت ابتدائی کی تجویز ہم نے سماعت کی اس کا منشاء صاف اور صریح الفاظ میں یہ ہے کہ ان ملزمین کے مقابلہ میں جرم منسوبہ ثابت نہیں ہے۔ اس تجویز کو عدالت ضلع نے بھی بحال رکھا اور مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے ہمیں بھی اس میں دست اندازی کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ عدالت ابتدائی کی تجویز سے

ستمبر
۱۹
کارعالی

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُن نوٹوں کے نمبروں کا جو اندراج مستغیث کے نوٹ بک میں ہے وہ فرضی اور مصنوعی ہے۔ ان حالات میں یہ امر بہت غور طلب ہے کہ ان نوٹوں کو ملک مستغیث کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ عدالت ابتدائی اس سے متاثر معلوم ہوتی ہے کہ ہنمنت راؤ صاحب وکیل نے جن کو وہ قابل بھروسہ سمجھتی ہے۔ یہ بیان کیا کہ مستغیث ان سے پانچہزار روپیہ حالی لے گیا تھا اور اس کی شہادت بھی موجود ہے کہ حالی نوٹوں کے کلدار نوٹ بنوائے گئے صحت واقعہ بھی عدالت ابتدائی کی رائے میں ناثابت نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود ہماری رائے میں ان نوٹوں کو جو سلسلہ طور پر ملزمین کے پاس سے برآمد ہوئے مستغیث کی ملک قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ممکن ہے کہ مستغیث ہنمنت راؤ صاحب سے حالی نوٹ لایا ہو اور اس نے ان کے کلدار نوٹ بنوائے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو کسی شخص نے اسی طرح دھوکا دیا ہو جیسے کہ استغاثہ کا بیان ہے۔ لیکن دو عدالتوں کی یہ متفقہ تجویز ہے کہ دھوکا دینے والے ملزمین چالان شدہ نہ تھے تو جو رقم ملزمین کے قبضہ سے برآمد کی گئی اس کی نسبت یہ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ بذریعہ دغا حاصل کی گئی ہے اور جبتک یہ ثابت نہ ہو کہ وہ رقم جو برآمد ہوئی ہے کسی جرم کے ذریعہ سے حاصل کی گئی یا اس کے تعلق سے کسی جرم کا ارتکاب ہوا اس وقت تک نہ اس رقم کی ضبطی کا حکم دیا جاسکتا ہے نہ اس کو مال مشتبہ قرار دیا جاسکتا ہے اس رقم کی بابتہ صرف یہی حکم دیا جاسکتا تھا کہ جس کے قبضہ سے وہ برآمد ہوئی ہے اس کے حوالہ وہ رقم کردیجائے۔ کوتوالی کا ادعا یہ تھا کہ یہ نوٹ دونوں ملزمین کے قبضہ سے برآمد ہوئے ہیں۔ پیتمبر ملزم کو اپنے قبضہ سے کسی نوٹ کے برآمد ہونے سے انکار ہے۔ لیکن اس کا بیان ہے کہ یہ تمام نوٹ شیورتن ملزم کے ہیں شیورتن کا بیان یہ ہے کہ پولیس والوں نے اسے سخت تکالیف دیں اور ضرر پہنچا کر پانچہزار حالی کے نوٹ طلب کئے جو اس نے بمشکل تمام فراہم کئے اور کوتوالی نے ان نوٹوں کے کلدار نوٹ سو سو کے بنوائے اس بیان کے اعتبار سے یہ تمام نوٹ شیورتن ملزم کے رقم سے بنوائے گئے اور چونکہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ ان نوٹوں کے تعلق سے ملزمین کسی جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس لئے ان نوٹوں کا مستحق ہماری رائے میں شیورتن ملزم ہی ہے۔ لہذا

حکم ہوا کہ

نگرانی مستغیث و نگرانی ملزم اس طرح ترمیماً منظور کہ اس رقم کا حقدار صرف شیورتن کو قرار دیا جاتا ہے اس کو یہ رقم ادا کی جائے گی۔ اس تجویز کی ایک نقل دوسری مثل متعلقہ میں شریک رہے۔

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی میر سیادت علیخاں صاحب ارکان

الالاری وینکٹا		نگرانی خواہ		بنام		سرکار عالی		طرفثانی

دفعہ (۴۳۶) ضابطۂ فوجداری - نگرانی میں دوسرا چارہ کار حاصل ہونے کی صورت میں غور نہ کیا جانا - دفعہ (۴۸۸) ضابطۂ فوجداری

تجویز ہوئی کہ جبکہ کسی فریق کو عدالت ماتحت کے کسی حکم کے خلاف تحت دفعہ (۴۸۸) ضابطۂ فوجداری چارہ کار حاصل ہو اور اس نے اس کا استعمال نہ کر کے راست عدالت العالیہ میں نگرانی داخل کردی ہو تو ایسی حالت میں نگرانی پر کوئی غور نہیں کیا جا سکتا۔

بجانب نگرانی خواہ پنڈت سدا شیو راؤ صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکلا۔

بجانب طرفثانی مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب مورم کر وکلا۔

فیصلہ - ایک سرقہ کے مقدمہ میں عدالت تحت نے مال کے متعلق جو حکم دیا ہے اس کی ناراضی سے یہ نگرانی راست عدالت العالیہ میں پیش کی گئی ہے بجانب وکیل سرکار ابتدائی عذر یہ کیا جاتا ہے کہ ابتدائی چارہ کار تحت دفعہ (۴۸۸) مجموعۂ ضابطۂ فوجداری اختیار کیا جانا چاہئے تھا - راست عدالت العالیہ میں نگرانی قابل سماعت نہیں ہے - برٹش انڈیا کے تمام ہائیکورٹ اس پر متفق ہیں کہ وہاں کی دفعہ (۴۳۰) کا جو ہمارے یہاں کی دفعہ (۴۸۸) کے مماثل ہے یہ منشاء نہیں ہے کہ جس عدالت کے روبرو بھی نگرانی یا مرافعہ یا تصحیح کا مقدمہ تجویز کے لئے پیش ہو اس کو اختیار مندرجہ دفعہ مذکور حاصل ہے بلکہ دفعہ (۴۸۸) کا مقصد مرافعہ یا نگرانی کا اختیار عدالتہائے مافوق کو دیتا ہے اس تعبیر کے لحاظ سے اولاً عدالت ضلع یا سشن میں چارہ کار اختیار کیا جانا چاہئے جو اس کا تصفیہ کرے گی۔ عدالت العالیہ کی پیروی میں جو وقت گذرا ہے اس کا وہاں کے مرافعہ یا نگرانی پر کیا اثر ہو سکتا ہے - لہذا

حکم ہوا کہ

نگرانی اس بنا پر خارج کی جاتی ہے کہ چارہ کار محکومہ دفعہ (۴۸۸) کو اختیار نہیں کیا گیا ہے -

نگرانی فوجداری جلسۂ منعقدہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی میر سیادت علیخاں صاحب ارکان

کے لیس موری		نگرانی خواہ		بنام		سرکار عالی		طرفثانی

دفعہ (۱۳۱) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کی وجہ عدالت العالیہ کے اختیارات بھی متاثر ہوتے ہیں - دفعہ (۱۳۱) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کی وجہ عدالت العالیہ کے اختیارات خاص پر کوئی اثر نہ ہونا - عدالت العالیہ اختیارات کا استعمال کن صورتوں میں کیا جا سکتا ہے - عدالت خاص کے احکام میں عدالت العالیہ کی دست اندازی

---

۵ - نگرانی بنا راضی تجویز مولوی سید ریاض احمد صاحب منصف تعلقہ مضورہ آباد مورخہ ۱۹ اردی بہشت ۱۳۵۵ ف
۶ - نگرانی بنا راضی تجویز مسٹر چگل ونکٹ راما ریڈی صاحب ناظم عدالت خاص مورخہ ۲۹ مرداد دی بہشت ۱۳۵۵ ف -

کی جا سکتی ہے ۔ عدالت خاص کو خاص الزامات کی حد تک محدود کیا جا سکتا ہے ۔ دفعات (۸ و ۹) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی ۔ دفعہ (۱۰۸) قانون شہادت ۔ شریک جرم کی شہادت کی تائید ہونیکا لزوم ۔

...لیسیا مولوی ... بنام سرکار عالی

تجویز ہوئی کہ (۱) دفعہ (۱۳) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے الفاظ پر نظر ڈالتے ہوئے اس بحث کو قبول نہیں کیا جا سکتا کہ اس دفعہ کی وجہ دیگر عدالتوں کے اختیارات تو متاثر ہوتے ہیں لیکن اُس سے عدالت العالیہ کے اُن اختیارات پر کوئی اثر نہیں پڑا جو اُسکو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۵۲۹) کے علاوہ دوسری دفعات کی رو سے حاصل ہیں مثلاً اختیارات نگرانی تحت دفعہ (۴۳۴) ضابطہ فوجداری وغیرہ ۔

(۲) دفعہ (۱۳) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے الفاظ میں جو وسعت رکھی گئی ہے اُس کے لحاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ واضعان قانون کا منشاء یہی تھا کہ عدالت خاص کے احکام کو بجز اُن صورتوں کے جن کی صراحت فقرہ جات (الف و ب) میں کی گئی ہے ہر اُس دست اندازی سے محفوظ رکھا جائے جس کا اختیار کسی عدالت کو مجموعہ ضابطہ فوجداری نے یا کسی دوسرے قانون نافذ الوقت نے عطا کیا ہے ۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس دفعہ کی وجہ عدالت العالیہ کے وہ اصلی اور ذاتی اختیارات بھی سلب ہو جائیں گے جو اپنے وجود کے لئے کسی واضعان قانون کے محتاج نہیں ہیں ۔

(۳) عدالت العالیہ کے خاص اختیارات سے تمام مقدمات میں معمولاً استمداد نہیں کیجا سکتی ان اختیارات کو صرف اُسی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے جبکہ عدالت العالیہ کو یہ محسوس ہو کہ کوئی شدید ترین بے انصافی ہو گئی ہے مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ جس عدالت نے سزا تجویز کر دی ہے اُس کو مقدمہ کی تحقیقات کا اختیار ہی نہیں تھا یا سزا مجوزہ حدود معینہ قانون سے متجاوز ہے یا عدالت نے کسی صاف و صریح قانون کی بیّن طور پر خلاف ورزی کی ہے تو عدالت العالیہ انصاف کرنے اور قانون پر عمل کرانے کی غرض سے اپنے خاص اختیارات کو استعمال کرنے میں پس و پیش نہ کریگی ۔ معمولاً نگرانیوں میں مسائل شہادت کو بھی بعض حالات میں غور کیا جا سکتا ہے اور معمولی قانونی فروگذاشتوں کی بھی اصلاح کی جا سکتی ہے ۔ لیکن اپنے اس خصوصی اختیارات کے استعمال کے وقت [illegible] اس پر

غور کریں گے کہ آیا عدالت خاص کی تجویز خلاف اختیار تو نہیں ہے اور مقدمہ کی تحقیقات میں قانون کی کوئی ایسی صاف و صریح خلاف ورزی تو نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے شدید بے انصافی ہوئی ہو۔

(۴) ہماری رائے ہے کہ ہم اپنے خصوصی اختیارات کی رو سے عدالت خاص کی کارروائی پر نظر ڈال سکتے ہیں اور اگر ہمیں یہ محسوس ہو کہ اُس کی تجویز کسی قانون کے صریح حکم کے بالکلیہ مغائر یا اسکی وجہ سے کوئی شدید بے انصافی ہوگئی ہے تو ہم خاص حالات میں اس کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

(۵) عدالت العالیہ کے خاص اختیارات کا اُس وقت استعمال نہیں کیا جا سکتا جبکہ کوئی قانونی عذر پہلے وقت عدالت العالیہ میں اُٹھایا گیا ہو اور عدالت تحت کو اسپر غور کرنیکا موقع ہی نہ ملا ہو۔

(۶) ہم اس بحث سے متفق نہیں ہیں کہ تحت دفعات (۸ و ۹) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی صدر اعظم بہادر کو کسی عدالت خاص کے قائم کرنیکا اختیار نہیں ہے جو کہ تمام جرائم کی نہیں بلکہ خاص خاص جرائم کی سماعت کا ہی اختیار رکھتی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جبکہ حکمہ کو اسکا اختیار ہو کہ وہ عدالت خاص کو تمام جرائم کی سماعت کا اختیار دے اُس کو بدرجۂ اولیٰ اسکا اختیار حاصل ہے کہ اُس عدالت کو صرف بعض قسم کے جرائم کی سماعت کا اختیار عطا کرے اگر تمام جرائم کی تحقیقات کا اقتدار دینا اندرون اختیار صدر اعظم بہادر بابِ حکومت تھا تو یہ کیف کوئی قوت نہیں رکھتی کہ منجملہ تمام جرائم کے بعض جرائم کی سماعت کا اختیار دینا صدر اعظم بہادر بابِ حکومت کے اختیار سے خارج ہے۔

(۷) قانون شہادت سرکار عالی کی دفعہ (۱۰۸) نے برٹش انڈیا کی مماثل دفعہ (۱۳۳) سے اختلاف کرکے یہ واضح اور قطعی حکم دیا ہے کہ تاوقتیکہ شریک جرم کی گواہی کی تائید اور شہادت سے نہ ہو سزا تجویز نہیں کی جا سکتی۔

منجانب نگرانی خواہ پنڈت بی رام کشن راؤ صاحب ایڈوکیٹ۔

منجانب طرفثانی مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و مسٹر گوپال راؤ صاحب مددگار و کلاء سرکار۔

فیصلہ :- عدالت خاص سے جس کی تشکیل تحت دفعات (۸ و ۹) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی ہوئی بیان کیجاتی ہے

کے لیس مرتی بنام سرکار عالی

(۸) نفر ملزمین کے حق میں بجرم دفعہ (۱۳۸) تعزیرات سزائیں ہوئی ہیں اور اُن سب نے ہمارے روبرو علٰحدہ علٰحدہ نگرانیاں پیش کی ہیں جن مقدمات میں یہ سزائیں تجویز ہوئی ہیں اُن کی تحقیقاتیں عدالت خاص میں علٰحدہ علٰحدہ ہوئی تھیں اور ان مقدمات کے واقعات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن چونکہ ان تمام نگرانیوں میں اہم ترین بحث مشترک تھی کہ عدالت خاص کی تجویز کی ناراضی سے عدالت العالیہ کو نگرانی کی سماعت کا اختیار ہے یا نہیں۔ اس لئے ہم نے ان جملہ نگرانیوں کی بحث ایک ہی سلسلہ میں سماعت کی اور چونکہ ہماری رائے یہ ہے کہ سہولت اسی میں ہے کہ ان سب کا فیصلہ ایک ہی تجویز کے ذریعہ کیا جائے۔ اس لئے ہم ایک ہی تجویز ان سب نگرانیوں میں صادر کرتے ہیں جس کی ایک ایک نقل تمام اشلہ متعلقہ میں بطور تجویز کے شریک کر دیجائے گی۔

لائق ایڈوکیٹ سرکار کا ابتدائی عذر ان تمام نگرانیوں میں یہ ہے کہ دفعہ (۱۳) دستور العمل تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے احکام کے لحاظ سے ان مقدمات میں نہ مرافعہ ہو سکتا ہے نہ بصیغۂ نگرانی عدالت العالیہ عدالت خاص کی تجویز میں دست اندازی کر سکتی ہے۔ وکلاء ملزمین کو یہ تسلیم ہے کہ ان مقدمات میں قانوناً مرافعہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت موجود نہیں ہے جن کا حوالہ دفعہ محولہ بالا کی ضمن (۲) کے فقرہ جات (الف و ب) میں دیا گیا ہے۔ لیکن ان کو اس پر اصرار ہے کہ اس دفعہ نے عدالت العالیہ کے اختیار نگرانی کو سلب یا محدود نہیں کیا ہے۔ دفعہ (۱۳) کی ضمن (۲) کے ابتدائی حصہ میں وہ صورتیں بتائی گئی ہیں جنہیں اُن اشخاص کو جن کے حق میں عدالت خاص نے سزا تجویز کی ہو عدالت العالیہ میں مرافعہ کرنے کا حق ہوتا ہے اور اُس کے دفعہ مذکور نے یہ حکم دیا ہے کہ:-

"لیکن باوجود ان احکام کے جو مجموعۂ مذکور یا کسی اور قانون نافذ الوقت یا کسی ایسے حکم میں درج ہوں جو قانون کا اثر رکھتا ہو جس کو خواہ کسی حاکم مجاز نے صادر کیا ہو کسی عدالت خاص کے حکم سزا کے خلاف کوئی مرافعہ نہ ہو سکیگا اور نہ کوئی عدالت اس امر کی مجاز ہوگی کہ حکم سزائے مذکور کی نظر ثانی کرے یا کسی عدالت خاص سے کوئی مقدمہ منتقل کرے یا عدالت خاص کی کسی کارروائی میں کوئی مداخلت کرے یا مجموعۂ مذکور کی دفعہ (۵۲۹) کے تحت کوئی حکم نافذ کرے یا کسی عدالت خاص کی کسی کارروائی سے متعلق کسی قسم کا اختیار سماعت استعمال کرے"

وکلاء ملزمین کی اس عبارت کے متعلق دو بحثیں ہیں ان کی پہلی بحث یہ ہے کہ اس دفعہ کے الفاظ "اور نہ کوئی عدالت اس امر کی مجاز ہوگی" کا منشاء یہ نہیں ہو سکتا کہ عدالت العالیہ کو بھی ان امور کا مجاز نہیں رکھا گیا انکی حجت یہ ہے کہ گو عدالت العالیہ کی حیثیت بھی عدالت ہی کی ہو لیکن اُسکے خصوصی امتیاز کی بنا پر یہ کہنا مشکل ہے کہ

جن امور کی ممانعت دیگر عدالتوں کو کی گئی وہ ممانعت عدالت العالیہ سے بھی متعلق ہے۔ اُنہوں نے یہ بحث کی کہ اگر واضعان قانون کا یہ منشاء ہوتا کہ عدالت العالیہ کے اختیارات کو بھی سلب کیا جائے تو اس عبارت کو اس طرح لکھا جاتا کہ" اور عدالت العالیہ یا کوئی دوسری عدالت اس امر کی مجاز نہ ہوگی"۔ ہم اُن کی اس بحث کو تسلیم کرنیکے لئے تیار نہیں ہیں۔ واضعان قانون کا منشاء اُن کے الفاظ سے بھی اخذ کیا جاسکتا ہے اور اگر الفاظ کسی ایک منشاء کی جانب واضح طور پر اشارہ کرتے ہوں تو اس منشاء کو محض اس وجہ سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ وکلاء ملزمین کے خیال میں وہ منشاء کسی دوسرے الفاظ میں بہتر طریقہ سے ظاہر ہوسکتا تھا۔ دفعہ (۱۳) کے جو الفاظ ہم نے اوپر نقل کئے ہیں اُن میں دفعہ (۵۲۹) مجموعہٗ ضابطہٗ فوجداری کے اختیار کو صاف و صریح الفاظ میں سلب کہا گیا ہے دفعہ مذکور کا اختیار بجز عدالت العالیہ کے کسی دوسری عدالت کو حاصل نہ تھا اس لئے اُس اختیار کو سلب کرنے کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں ہیں کہ عدالت العالیہ کے کم از کم ایک اختیار کو تو سلب کرنا ضرور مقصود تھا۔ ان حالات میں یہ بحث کسی طرح لائق التفات نہیں ہے کہ دستور العمل کے دفعہ (۱۳) سے دیگر عدالتوں کے اختیارات تو متاثر ہوں لیکن اُس سے عدالت العالیہ کے اُن اختیارات پر کوئی اثر نہیں پڑا جو اُس کو مجموعہٗ ضابطہٗ فوجداری کی دفعہ (۵۲۹) کے علاوہ دوسری دفعات کی روسے حاصل ہیں۔

وکلاء ملزمین کی دوسری بحث یہ ہے کہ دفعہ (۱۳) میں صرف نظر ثانی کرنے۔ مقدمہ منتقل کرنے۔ عدالت خاص کسی کارروائی میں مداخلت کرنے حکم تحت دفعہ (۵۲۹) ضابطہٗ فوجداری صادر کرنے یا عدالت خاص کی کسی کارروائی سے متعلق کسی قسم کا ظلمید سماعت استعمال کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اُس میں اختیارات نگرانی کے استعمال کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور جو اختیار کسی عدالت کو کسی قانون میں بالصراحت عطاء کیا گیا ہو وہ اُس وقت تک سلب نہیں ہوسکتا تھا جبتک اُس کی وضاحت اُسی قدر صراحت کے ساتھ کسی دوسرے قانون میں نہ کی جائے ان کی حجت یہ ہے کہ مجموعہٗ ضابطہٗ فوجداری سے لفظ "نگرانی" کو ایک اصطلاح قرار دیکر دفعہ (۴۳۶) میں عدالت العالیہ کے اختیارات نگرانی کی تفصیل وضع کی ہے وہ اختیارات اُس وقت تک متاثر نہیں ہوسکتے جبتک کہ کسی قانون میں اختیارات نگرانی کے متعلق بالصراحت کوئی حکم نہ دیا گیا ہو۔ دفعہ (۱۳) میں گو نظر ثانی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے لیکن نگرانی کے اختیارات کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا اُن کو اس پر اصرار ہے کہ نظر ثانی اور نگرانی مترادف الفاظ نہیں ہیں اور نظر ثانی کی ممانعت کو نگرانی کی ممانعت قرار نہیں دیا جاسکتا دفعہ کے الفاظ "یا عدالت خاص کی کسی کارروائی میں کوئی مداخلت کرے" کے متعلق وکلاء ملزمین کی بحث یہ ہے کہ اُس سے صرف وہی کارروائی مراد ہے جو عدالت خاص

کے بیس مورتی بنام سرکار عالی

میں فی الوقت چل رہی ہو اور اس ممانعت کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ جو کارروائی کسی عدالت خاص میں زیر دوران ہو اس میں کوئی عدالت کوئی مداخلت نہیں کر سکتی لیکن اس حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب عدالت خاص سے آخری حکم صادر ہو کر اُس عدالت کی کارروائی ختم ہو جائے تو عدالت العالیہ اُس آخری حکم کے تعلق سے ہی اپنے اُن اختیارات نگرانی کو استعمال نہیں کر سکتی جن کی صراحت مجموعۂ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (۳۶۴) میں کی گئی ہے۔ دفعہ (۱۳) کے آخری الفاظ " یا کسی عدالت خاص کی کسی کارروائی سے متعلق کسی قسم کا اختیار سماعت استعمال کرے " کے متعلق وکلاء ملزمین کی بحث یہ ہے کہ " فیصلہ " اور " کارروائی " دو مختلف اور غیر مترادف الفاظ ہیں اور کارروائی کے متعلق جو حکم ہو لازمی نہیں ہے کہ فیصلہ بھی وہی حکم ہے۔ وکلاء ملزمین کے یہ مباحث کافی غور طلب معلوم ہوتے ہیں بالخصوص اس لئے کہ اس دفعہ میں نظر ثانی اور کارروائی کے دو الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں جن کی اس قانون میں کوئی تعریف نہیں کی گئی ہے۔ دستور العمل کی دفعہ (۲) میں یہ حکم ہے کہ اُس کی مستعملہ اصطلاحات کے معنی وہی ہوں گے جو معنی قانون تعبیر و اطلاق قوانین میں اُن کے معین کئے گئے ہیں۔ قانون تعبیر و اطلاق قوانین نشان (۳) بابتہ ۱۳۰۸ف کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں اصطلاحوں کی تعریف اُس قانون میں بھی نہیں کی گئی ہے اس لئے قیاس یہی ہوتا ہے کہ دستور العمل کی دفعہ (۱۳) میں نظر ثانی کے الفاظ کو بطور کسی خاص اصطلاح کے استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اُن کے اُسی مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے جو عام طور پر اردو زبان میں مروج ہے اس دفعہ کے الفاظ میں جو وسعت رکھی گئی ہے اُس کے لحاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ واضعان قانون کا منشاء یہی تھا کہ عدالت خاص کے احکام کو بجز اُن صورتوں کے جن کی صراحت فقرہ جات (الف و ب) میں کی گئی ہے ہر اُس دست اندازی سے محفوظ رکھا جائے جس کا اختیار کسی عدالت کو مجموعۂ ضابطۂ فوجداری نے یا کسی دوسرے قانون نافذ الوقت نے عطاء کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دفعہ میں الفاظ کا استعمال زیادہ احتیاط کے ساتھ نہیں کیا گیا۔ لیکن دفعہ کو غور سے پڑھنے کے بعد ہمیں واضعان قانون کے اس منشاء میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا۔

وکلاء ملزمین کی اس سلسلہ میں آخری بحث یہ ہے کہ اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دستور العمل کی دفعہ (۱۳) نے اُن اختیارات کو سلب کر لیا ہے جو قانون نے عدالتوں کو عطاء کئے ہیں تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ عدالت العالیہ اپنے اُن اختیارات کو بھی استعمال نہیں کر سکتی جو اُس کو کسی قانون کی جانب سے عطاء ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس بناء پر حاصل ہیں کہ وہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ ہماری رائے ہے کہ اُن کی اس بحث میں کافی قوت ہے۔ دفعہ (۱۳) کی جو عبارت ہم نے اوپر نقل کی ہے اُس کے ابتدائی الفاظ ہی سے یہ واضح ہے کہ اُنہی اختیارات کو متاثر کرنا مقصود تھا جو مجموعۂ ضابطۂ فوجداری یا کسی اور قانون نافذ الوقت یا کسی ایسے حکم میں درج ہوں جو قانون کا اثر رکھتا ہو جس کو خواہ کسی حاکم مجاز نے صادر کیا ہو

کے لیس مورتی
بنام
سرکار عالی

عدالت العالیہ قدیم زمانہ سے متعدد مقدمات میں یہ طے کرتی رہی ہے کہ جوڈیشل معاملات میں اُس کے اختیارات قوانین نافذہ کے معین کئے ہوئے حدود میں محدود نہیں بلکہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہونے کی وجہ سے وہ ایسے معاملات میں شدید اور واضح بے انصافیوں کی اصلاح کرنے کے لئے ہر قسم کے اختیارات کو استعمال کرسکتی ہے خواہ اُن اختیارات کی صراحت کسی قانون میں کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ غالباً اسی نظائر کے پیش نظر منشور خسروی مدظلہ العالی میں یہ ارشاد ہمایونی ہوا ہے کہ " ہر داد خواہ کو اس امر کے وسائل حاصل ہیں کہ وہ اپنے حقوق کی مکمل تحقیق و تطبیق بتدریج عدالتوں میں کرا سکے اور دادرسی کو پہنچکر اپنے حقوق سے مستفید ہو اور باطمینان تمام زندگی بسر کرسکے "۔ بمصداق کلام الملوک ملوک الکلام ان مختصر الفاظ میں منشور سے پہلے کی عدالتی کیفیت کا مکمل نقشہ کھینچ دیا گیا ہے اور الفاظ "مکمل تحقیق و تطبیق" اور "بتدریج" کو استعمال فرماکر اس امر کو واضح فرمادیا گیا ہے کہ کوئی بے انصافی اُس زمانہ میں بھی ایسی نہ تھی جس کی دادرسی نہ ہوسکتی ہو اور کیا ٹھکانا ہے۔ الفاظ کی جامعیت و مانعیت کا کہ غالباً عدالت العالیہ کے اُس زمانہ کے اُن نظائر کو جنکی جانب اوپر اشارہ کیا گیا ہے بنظر استحسان ملاحظہ فرمانے کی وجہ سے ہی اس موقع پر اس جانب اشارہ تک نہیں فرمایا گیا کہ دادرسی ہر حال میں قانون نافذہ کے حدود کے اندر ہی ہوتی ہے یہ صورت حال عدالت العالیہ کو منشور خسروی عطا فرمائی جانے سے پہلے کی ہے اور منشور کے ان الفاظ ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ظل سبحانی مدظلہ العالی نے عدالت العالیہ کے اُن نظائر پر اظہار خوشنودی فرمایا ہے جن میں اُس نے یہ طے کیا تھا کہ اُس کے اختیارات اُن قوانین کے حدود میں محدود نہیں ہیں جو اُس وقت تک نافذ کئے جاچکے تھے بلکہ وہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہونے کی حیثیت سے ہر بے انصافی کا ازالہ ہر مناسب طریقہ سے کرسکتی ہے۔ منشور خسروی کے عطا فرماتے وقت حضرت اقدس و اعلیٰ نے یہ محسوس فرمایا کہ اُس وقت عدالت العالیہ " تمام منازل اصلاح و مدارج ارتقاء طے کرکے " اُس مرتبہ پر فائز ہوگئی تھی کہ بارگاہ خسروی سے اُس کو منشور عطا فرماکر مفتخر و ممتاز فرمایا جائے۔ چنانچہ براحم خسروانہ یہ منشور عطا فرمایا گیا جس میں بکمال عطوفت شاہانہ حکام عدالت العالیہ کو ذات شاہانہ کی نیابت کے ارفع و اعلیٰ درجہ پر فائز فرمایا گیا۔ اس موقع پر بھی اس کی احتیاط فرمائی گئی کہ کوئی ایسا لفظ استعمال نہ ہو جس سے اس کا شبہ ہوسکے کہ عدالت العالیہ کے اختیارات قوانین نافذہ کے حدود میں محدود ہیں۔ منشور کی دفعہ (۱۶) میں گو یہ ارشاد عالی ہوا کہ عدالت العالیہ قوانین نافذہ مجلس وضع قوانین سرکار عالی کی پابندی کریگی۔ لیکن اسکی جانب اشارہ تک نہیں فرمایا گیا کہ تمام دنیا کے متمدنہ ممالک میں عدلیہ کے اعلیٰ ترین محکمہ کی ذات کے ساتھ جو اختیارات بطور جزو لاینفک کے وابستہ سمجھے جاتے ہیں اور جن کو عدالت العالیہ بھی ہمیشہ سے استعمال کرتی رہتی تھی جیسا کہ اُن نظائر کے پڑھنے سے معلوم ہوگا جس کا حوالہ ہم ابھی دیں گے اُن سے اس منشور کے بعد عدالت العالیہ محروم

کے لیس موری بنام سرکار عالی

ہوجائیگی بنظر خسروی کے عطاء فرمانیکا مقصد عدالت العالیہ کی بنیاد کو مستحکم کرنے اور مقام نیابت عطاء فرماکر اس کے اختیارات میں اضافہ فرمانیکا تھا نہ کہ اُن اختیارات کو لے لینے کا جن کو وہ پہلے سے استعمال کرتی آئی تھی یہ امر تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ جس محکمہ کو حضرت جہاں پناہی مدظلہ العالی کی نیابت کے ممتاز و معزز درجہ پر سرفراز فرمایا گیا ہو اُس کے معدلت گستری کے اختیارات کسی محدود دائرہ کے اندر مقید ہوں اور باوجود یہ دیکھنے کے کہ کسی معاملہ میں کوئی شدید بے انصافی ہوئی ہے وہ شخص متضرر کو دادرسی عطاء کرنے کی صلاحیت اپنے اندر محض اس وجہ سے نہ پائے کہ قانون کے واضح الفاظ میں ایسا اختیار اُس کو نہیں دیا گیا ہے۔ سرچشمہ عدل وانصاف کی نیابت کا درجہ اس امر کا مقتضی ہے کہ ہر قسم کی بے انصافی کے رفع کرنے کا عام اختیار عطاء فرمادیا گیا ہے خواہ اُس کی صراحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور یہ اصلی اور ذاتی اختیارات اُس وقت تک سلب نہیں ہوسکتے جبتک کسی قانون میں بالتصریح اُس کو بیان نہ کردیا جائے کہ یہ خاص اختیارات بھی استعمال نہ کئے جائیں گے دفعہ (۱۳) کی جس عبارت کو ہم نے اوپر نقل کیا ہے اُس کے ابتدائی الفاظ ہی سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اُن اختیارات کو متاثر کرنا مقصود تھا جو عدالتوں کو عام طور پر قوانین کے ذریعہ عطاء کئے گئے ہیں اس لئے اس عبارت سے عدالت العالیہ کے اصلی اور ذاتی اختیارات سلب نہیں ہوسکتے جو اپنے وجود کے لئے کسی واضح قانون کے محتاج نہیں ہیں۔ عدالت العالیہ کے ان اصلی اور ذاتی اختیارات کے متعلق اتنے مقدمات میں تفصیل سے بحث کی جاچکی ہے کہ اس وقت ان پر کسی تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ مثال کے طور پر حبیب الرحمٰن بنام جی بنابگیر کیں نارائن اور شمو بائی کے مقدمات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے جو دکن جلد (۲۹) ص ۱۶۲۔ دکن جلد (۳۵) ص ۱۵۳ ونظائر عثمانیہ جلد (۲۹) ص (۱) و دکن جلد (۳۶) ص ۴۲۸ پر طبع ہوئے ہیں اور جن میں اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے قانون مصالحت قرضہ کی دفعہ (۲۷) میں بھی مرافعہ ونگرانی کی تقریباً ایسی ہی ممانعت ہے جیسی کہ دستور العمل تحفظ مالک محروسہ سرکار عالی کی دفعہ (۱۳) میں ہے۔ لیکن مقدمہ ساہو بدریا بنام شیخ عبدالرحیم مندرجہ دکن جلد (۳۳) ص ۴۱۳ اجلاس کامل نے یہ قرار دیا کہ عدالت العالیہ اپنے اصلی اختیارات کو استعمال کرسکتی ہے اگر لائق وکیل سرکار کی حجت کو تسلیم کرلیا جائے تو عجیب صورت حال پیدا ہوجائیگی۔ عہدہ داران سرکار عالی کی کوئی جماعت خواہ اُس کا تقرر جائز طریقہ پر دستور العمل کی دفعہ (۸) کے بموجب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اگر عدالت خاص کے اختیارات استعمال کرنے لگے تو کوئی عدالت اسپر غور کرنے کی مقتدر نہ ہوگی کہ اُس عدالت کا قیام اور اُس کے ارکان کا تقرر قانون کے مطابق ہوا ہے یا نہیں نہ اسپر غور کرسکے گی کہ اُس نے اُنہی مقدمات کی تحقیقات کی ہے یا نہیں جن کی وہ بطور جائز تحقیقات کرسکتی تھی یہ تک دیکھنے والا بھی کوئی محکمہ نہ ہوگا کہ جن جرائم کو اُس نے ثابت قرار دیا ہے ان کی پاداش میں جو سزا تجویز ہوئی ہے آیا وہ قانون کے

گنے ایسن نوری بنام سرکار عالی

مطابق بھی ہے یا نہیں - ہماری رائے میں دستور العمل کا یہ منشاء ہرگز نہ تھا کہ جو عدالت خود کو صحیح یا غلط طور پر عدالت خاص تصور کرنے لگے اُس کو اس قدر مطلق العنان بنادیا جائے کہ بجز اُن خاص خاص صورتوں کے جن کا ذکر دفعہ (۱۳) کی ضمن (۲) کے فقرہ جات (الف و ب) میں کیا گیا ہے عدالت العالیہ اپنے خاص اختیارات کے نفاذ میں بھی اُس کی تجاویز پر کسی حیثیت سے بھی نظر نہ کرسکے - ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عدالتوں کے محض قانونی اختیارات مرافعہ و نگرانی کو سلب کرنیکا مقصد یہی ہے کہ عدالت العالیہ کے ذاتی و اصلی اختیارات برقرار ہیں تاکہ اُن کے نفاذ میں وہ بیّن واضح اور شدید بے انصافیوں کی اصلاح کرسکے - ظاہر ہے کہ عدالت العالیہ کے ان خاص اختیارات سے تمام مقدمات میں معمولاً استمداد نہیں کی جاسکتی - ان اختیارات کو صرف اُسی صورتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے جب کہ عدالت العالیہ کو یہ محسوس ہو کہ کوئی شدید ترین بے انصافی ہوگئی ہے یہ معلوم ہو جائے کہ جس عدالت نے سزا تجویز کردی ہے اُس کو مقدمہ کی تحقیقات کا اختیار ہی نہ تھا یا سزا مجوزہ حدود معینۂ قانون سے متجاوز ہے یا عدالت نے کسی صاف و صریح قانون کی بیّن طور پر خلاف ورزی کی ہے تو عدالت العالیہ انصاف کرنے اور قانون پر عمل کرانے کی غرض سے اپنے خاص اختیارات کو استعمال کرنے میں پس و پیش نہ کرے گی - معمولاً نگرانیوں میں موازنۂ شہادت تک بھی بعض حالات میں غور کیا جاسکتا ہے اور معمولی قانونی فروگذاشتوں کی بھی اصلاح کی جاسکتی ہے لیکن اپنے ان خصوصی اختیارات کے استعمال کے وقت ہم صرف اسی پر غور کریں گے کہ آیا عدالت خاص کی تجویز خلاف اختیار تو نہیں ہے اور مقدمہ کی تحقیقات میں قانون کی کوئی ایسی صاف و صریح خلاف ورزی تو نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے شدید بے انصافی ہوئی ہو -

عدالت خاص کا ماتحت عدالت العالیہ ہونا خود دفعہ (۱۳) کے مضمون سے بھی ظاہر ہے کیونکہ جن صورتوں میں اُس کی تجویز کو قابل مرافعہ قرار دیا گیا ہے اُن میں مرافعہ کی سماعت کا اختیار عدالت العالیہ ہی کو دیا گیا ہے - اس سمجھنے کا امکان نہیں ہے کہ عدالت خاص نے اگر ایسی سزا تجویز کی ہو جس سے دفعہ (۱۳) کی ضمن (۲) کے فقرہ جات (الف و ب) متعلق ہوں تب تو وہ عدالت العالیہ کی ماتحت ہو جائے گی لیکن اگر اُس نے دوسری قسم کی سزا تجویز کی ہو تو وہ عدالت العالیہ کی ماتحتی سے خارج ہو جائے گی - اس لئے ہماری رائے ہے کہ ہم اپنے خصوصی اختیارات کی رو سے عدالت خاص کی کارروائی پر نظر ڈال سکتے ہیں اور اگر ہمیں محسوس ہو کہ اُس کی تجویز کسی قانون کے صریح حکم کے بالکلیہ مغائر ہے یا اس کی وجہ سے کوئی شدید بے انصافی ہوگئی ہے تو ہم خاص حالات میں اُس کی اصلاح کرسکتے ہیں -

الیس موتی بنام سرکارعالی

عدالت خاص کے اختیارات سماعت کے متعلق منجانب ملزمین یہ اعتراض کیا گیا کہ اُس کا قیام ہی قانون کے مطابق نہیں ہوا ہے۔ وکلاء ملزمین کی بحث یہ ہے کہ دستور العمل کی دفعات (۸ و ۹) کا نتیجہ یہ ہے کہ صدر اعظم باب حکومت ایسی ہی عدالت خاص قائم کر سکتے ہیں جس کو تحت دفعہ (۹) ہر جرم کی سماعت کا اختیار ہو خواہ اُس کا ارتکاب دستور العمل کے نفاذ سے قبل ہوا ہو یا اُس کے بعد جس عدالت خاص کی تجاویز کی ناراضی سے یہ نگرانیاں پیش ہوئی ہیں اُس کا قیام اعلان نشان (۲۲) مورخہ ۱۳ اسر دے ۱۳۵۵ف کے ذریعہ عمل میں آیا ہے جس کی رو سے عدالت مذکور کو صرف مخصوص قسم کے جرائم کی سماعت کا اختیار دیا گیا ہے۔ وکلاء ملزمین کے اعتراض کا منشاء یہ ہے کہ ایسی عدالت خاص کا قائم کرنا صدر اعظم کے اختیار میں نہیں ہے جس کو تمام جرائم کی نہیں بلکہ صرف خاص خاص جرائم کی سماعت کا اختیار ہو۔ ہمیں اس بحث میں کوئی قوت نہیں معلوم ہوتی۔ عدالتہائے خاص کی تشکیل کا اختیار دستور العمل کی دفعہ (۸) میں دیا گیا ہے اور ہمارے روبرو یہ بحث نہیں کی گئی کہ اُس دفعہ کی کسی طرح بھی خلاف ورزی ہوئی ہے نہ اس کا ادعاء کیا گیا کہ قیام عدالت خاص کا حکم صدر اعظم باب حکومت کا صادر کردہ نہیں ہے نہ یہ کہا گیا کہ عدالت خاص کے اراکین میں سے کوئی اُن شرائط کی تکمیل نہیں کرتا جو دفعہ (۸) میں بیان کی گئی ہیں دفعہ (۹) اُس عدالت خاص کے اختیارات سماعت کے لئے وضع کی گئی ہے جس کی تشکیل تحت دفعہ (۸) عمل میں آئی ہو اور اُس میں صدر اعظم باب حکومت کو بذریعہ عام یا خاص حکم یہ ہدایت کرنے کا مجاز کیا گیا ہے کہ عدالت خاص ہر جرم کی سماعت کرنے کی مجاز ہوگی خواہ اُس کا ارتکاب دستور العمل کے نفاذ کے قبل ہوا ہو یا اس کے بعد اس عبارت سے صدر اعظم بہادر باب حکومت کے اختیارات کا وسیع کرنا مقصود تھا اور وہ عدالت خاص کو تمام جرائم کی سماعت کا مقتدر بھی کر سکتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ صدر اعظم باب حکومت عدالت خاص کو خاص خاص قسم کے جرائم کی تحقیقات کا اختیار نہیں دے سکتے۔ کل میں جز بہر حال داخل ہوتا ہے اور جس حکمہ کو اس کا اختیار ہو کہ وہ عدالت خاص کو تمام جرائم کی سماعت کا اختیار دے اُس کو بدرجۂ اولیٰ اس کا اختیار حاصل ہے کہ اُس عدالت کو بعض قسم کے جرائم کی سماعت کا اختیار عطا کرے اگر تمام جرائم کی تحقیقات کا اقتدار دینا اندرون اختیار صدر اعظم باب حکومت تھا تو یہ بحث کوئی قوت نہیں رکھتی کہ منجملہ تمام جرائم کے بعض جرائم کی سماعت کا اختیار دینا صدر اعظم باب حکومت کے اختیار سے خارج ہے۔ ہمارے روبرو اسبارہ میں کوئی بحث نہیں کی گئی کہ جن جرائم کی تحقیقات ان مقدمات میں عدالت خاص نے کی ہے ان کی سماعت کا اختیار اُس کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے ہماری رائے میں عدالت خاص کے اختیار سماعت کے متعلق کوئی اعتراض درخور اعتناء نہیں ہے متعدد مقدمات میں یہ بحث کرنے کی کوشش کی گئی کہ ان مقدمات کے جرائم ناقابل دست اندازی پولیس تھے

اور محکمۂ سرکار سے تفتیش کا جو حکم تحت دفعہ (۱۵۷) مجموعۂ ضابطۂ فوجداری کو توالی کو دیا گیا ہے وہ قانون کے مطابق نہیں ہے۔ لیکن ہم نے اس بحث کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ اگر اس حکم میں کوئی قانونی سقم تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اُس سے عدالت کا اختیار سماعت متاثر نہیں ہوتا اور ہر حال میں یہ امر ایسا نہیں ہے جس کی بناء پر ہم اپنے خصوصی اختیار کو استعمال کرنا ضروری سمجھیں۔ بعض مقدمات میں دوسری قانونی بحثیں کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ لیکن چونکہ ہمیں معلوم ہوا کہ وہ مباحث عدالت تحت میں بالکل اُٹھائے نہیں گئے تھے اور پہلی مرتبہ اُن کو یہیں اُٹھانے کی کوشش کیجا رہی تھی اس لئے ہم نے اجازت نہیں دی۔ وکلاء ملزمین نے یہ کہکر اُن مباحث پر اصرار کیا کہ قانونی عذر ہر نوبت پر کیا جا سکتا ہے۔ عام حالات کے لحاظ سے یہ اصول غلط نہیں ہے اور اگر ان مقدمات کی سماعت عام نگرانیوں کی طرح سے ہو رہی ہوتی تو ہم اس نوبت پر بھی اُن مباحث کی سماعت سے انکار نہ کرتے۔ لیکن چونکہ ان مقدمات کی سماعت ہم اپنے بالکل غیر معمولی اختیارات کے تحت کر رہے ہیں اس لئے اُن قانونی مسائل کا تصفیہ بھی ہم کرنا قرین عدالت نہیں سمجھتے جن کے تصفیہ کا موقع عدالت ابتدائی کو نہیں ملا۔ اس بحث کی بھی کوشش کی گئی کہ شہادت پیش شدہ سے جرائم منسوبہ ثابت نہیں ہیں اور گواہان استغاثہ ناقابل اعتبار ہیں۔ لیکن ہم نے اس کی اجازت نہیں دی۔ البتہ احمد رضا، سید معین الدین اور سید صادق علی کے مقدمہ میں ہم اس بحث کی اجازت دینے پر مجبور ہوئے کہ جو سزائیں اس مقدمہ میں تجویز ہوئی ہیں وہ محض شریک جرم کے بیانات پر مبنی ہونے کی وجہ سے بالکلیہ خلاف قانون ہیں۔ قانون شہادت سرکار عالی کی دفعہ (۱۰۸) نے برٹش انڈیا کی مماثل دفعہ (۱۳۳) سے اختلاف کر کے یہ واضح اور قطعی حکم دیا ہے کہ تاوقتیکہ شریک جرم کی گواہی کی تائید اور شہادت سے نہ ہو سزا تجویز نہیں کیجا سکتی اور عبد الرزاق کے مقدمہ مندرجۂ دکن لاء رپورٹ جلد (۱۲) ص ۱۶۳ میں جوڈیشل کمیٹی نے اس کی صراحت کر دی ہے کہ اس دفعہ میں شریک جرم سے کیا مراد ہے اس لئے اگر ملزمین کی یہ بحث لائق منظوری قرار پائے کہ اس مقدمہ میں شریک جرم کے بیانات کی کوئی تائید دوسری شہادت سے نہیں ہوئی ہے تو تجویز سزا کی بنیاد ہی مسمار ہو جائے گی اور تجویز قانون کے صاف و صریح اور قطعی حکم کے خلاف ہونے کی وجہ سے لائق تنسیخ قرار پائیگی۔ عدالت تحت کی تجویز کا منشاء یہ ہے کہ گواہان نمبر (۴ و ۵ و ۶) کو شریک جرم نہیں کہا جا سکتا اور اُن کے بیانات سے رشوت دینے والوں کے بیانات کی تائید ہو جاتی ہے۔ لیکن وکیل ملزمین کی بحث یہ ہے کہ ذیعلم مجوزین کے ذہن میں چونکہ شریک جرم صحیح تصور نہیں تھا اس لئے انہوں نے ان شہود کو شریک جرم کی تعریف سے خارج فرما دیا ہے۔ لائق وکیل سرکار کو چونکہ ہمارے عمل سے یہ محسوس ہو گیا تھا کہ اہم قانونی مباحث کی اجازت بھی شاید نہ دیں گے۔ اس لئے بوقت بحث اُنہوں نے شہادت پر نظر نہیں ڈالی تھی

مئے بیس مورتی بنام سرکار عالی

لیکن چونکہ یہ بحث ہمیں تجویز سزاؤں کی بنیاد ہی کو متزلزل کرنے والی معلوم ہوئی۔ اس لئے ہم نے اُن کو اس مسئلہ پر تیار ہونیکا موقع دیا کہ گواہان متذکرۂ صدر قانونی نقطۂ نظر سے شریک جرم ہیں یا نہیں۔ دوسرے روز لائق وکیل سرکار نے یہ تسلیم کرلیا کہ ان ہر سہ گواہان نے اس رقم کے مہیا اور فراہم کرنے میں کوئی نہ کوئی حصہ ضرور لیا ہے جو بطور رشوت کے دیجانی قرار پائی تھی اور اس طرح رشوت دہندگان کی اس قدر مدد کی ہے کہ بغیر ان کی مدد کے رشوت لینے یا دینے کے جرم کا ارتکاب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ رشوت دہندگان کو عبدالرزاق کے مقدمہ محولۂ بالا میں جوڈیشل کمیٹی نے بالصراحت معین جرم اور اس لئے شریک جرم قرار دیا ہے اس واسطے جو اشخاص اُن معینان جرم کی بالارادہ مدد کریں وہ مجموعہ تعزیرات کی دفعہ (۶۵) کی توضیح چہارم کے اعتبار سے معین جرم اور اس لئے شریک جرم قرار پائیں گے۔ لائق ایڈوکیٹ سرکار کی بحث بحوالۂ مقدمات ملک معظم بنام ٹھاما رنبد کلکرنی مندرجۂ انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد (۲۶) ص ۱۹۳ و دیا پا کامکھان وغیرہ بنام ملک معظم مندرجۂ کریمنل لا جرنل جلد (۳۶) ص ۹۶۸ یہ ہے کہ رشوت کے مقدمات میں رشوت دہندگان کے بیانات کی تائید کے لئے خفیف سی شہادت بھی کافی ہو سکتی ہے یہ دونوں مقدمات بمبئی ہائیکورٹ کے ہیں اور ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں کہ برٹش انڈیا کے قانون شہادت کی دفعہ (۱۳۳) میں واضح طور پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر بغیر کسی تائیدی شہادت کے محض شریک جرم کی شہادت پر بھی سزا کی تجویز کردیجائے تو وہ تجویز خلاف قانون نہ ہوگی۔ برٹش انڈیا میں شریک جرم کے بیان کی تائید پر جو اصرار کیا جاتا ہے وہ کسی صریح حکم مندرجۂ قانون کی بناء پر نہیں بلکہ قانون فوجداری کے عام اصول کی بناء پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر کسی مقدمہ میں وہاں یہ بھی طے کردیا جائے کہ بعض خاص قسم کے مقدمات میں تائیدی شہادت پر اصرار کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو وہ تصفیہ وہاں کے قانون شہادت کی دفعہ (۱۳۳) کے بالکل مطابق ہوگا۔ بریں ہمہ جن مقدمات کا حوالہ لائق وکیل سرکار نے دیا ہے اُن میں بھی تائیدی شہادت کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور اس پر غور کیا گیا ہے کہ رشوت کے مقدمات میں کس قدر تائید ہونیکی ضرورت ہے۔ ہمارے یہاں کے قانون شہادت کی صورت بالکل جدا ہے۔ اُس کی دفعہ (۱۰۸) کی رو سے کسی مقدمہ میں خواہ وہ کسی جرم کے متعلق ہو محض شریک جرم کے بیان کی بناء پر سزا کی تجویز ہو ہی نہیں سکتی۔ تاوقتیکہ اس کی تائید دوسری شہادت سے نہ ہوتی ہو اور جوڈیشل کمیٹی نے عبدالرزاق کے مقدمہ میں یہ طے فرمایا ہے کہ ایک شریک جرم کا بیان دوسرے شریک جرم کے بیان کی تائید میں اغراض دفعہ مذکور کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ گواہان نمبر (۴ و ۵ و ۶) کو شرکار جرم تسلیم کرلینے کا نتیجہ یہی ہے کہ مقدمہ میں ایک گواہ بھی ایسا باقی نہیں رہتا جس سے دیگر شرکاء جرم کے بیانات کی تائید ہو سکے اور سزا کی تجویز دفعہ (۱۰۸) کے قطعی حکم کے بالکلیہ خلاف ہو جاتی ہے اس طرح ہم سمجھتے ہیں کہ ان تین ملزمین کے مقدمہ میں دفعہ (۱۰۸)

صاف وصریح حکم کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے شدید بے انصافی ہوگئی ہے ۔ اس لئے ہمارے واسطے اپنے خاص اختیارات کا استعمال ضروری ہوگیا ہے ۔ بقیہ مقدمات میں ہمیں ان خصوصی اختیارات کے استعمال کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ۔ اس لئے

حکم ہوا کہ

شہاب الدین ولد حسین صاحب کا مرافعہ نمبری (۱۳۶۷) بابتہ ۱۳۵۵ف و محمد اسمٰعیل ولد عبدالعزیز کی ہر دو نگرانیاں نمبری (۱۵۳۱) بابتہ ۱۳۵۵ف و (۱۰۳) بابتہ ۱۳۵۶ف کے ۔ یس مورتی ولد کے سوامی نائیڈو کی نگرانی نمبری (۷۸۸) بابتہ ۱۳۵۵ف اور عبدالقادر ولد محمد قاسم و مرزا اسمٰعیل بیگ ولد مرزا محی الدین بیگ کے مرافعہ جات نمبری (۱۳۶۶) و (۱۳۶۸) بابتہ ۱۳۵۵ف نامنظور کئے جاتے ہیں ۔

ملزمین احمد رضا ولد سید علی رضا و سید معین الدین ولد سید مظفر حسین اور سید صادق علی ولد میر احمد غوث کے مرافعہ جات نمبری (۹۰) تا (۹۲) بابتہ ۱۳۵۶ف بھی نامنظور کئے جاتے ہیں لیکن انہی تین ملزمین کی نگرانیاں نمبری (۱۴۲۲) تا (۱۴۲۴) بابتہ ۱۳۵۵ف منظور کی جاتی ہیں اور ان کے حق میں جو سزائیں بذریعہ تجویز مورخہ ۷ مہر ۱۳۵۵ف عدالت خاص سے تجویز ہوئی ہیں وہ منسوخ کر کے انہیں الزامات منسوبہ سے بری کیا جاتا ہے ۔ اس تجویز کی ایک ایک نقل تمام اشلہ متعلقہ میں بطور تجویز کے شریک کر دی جائے اور جملہ مقدمات نمبر سے خارج اور اشلہ داخل دفتر ہوں ۔

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و مولوی میر باسط علی خاں صاحب ارکان

سرکار عالی نگرانی خواہ بنام محمد دلاور علیخاں طرفثانی

دفعہ (۲۵۴) ضابطۂ فوجداری ۔ جیوری کی مدد سے تحقیقات کی صورت میں شریک جرم کی شہادت کے نسبت توجہ دلائی جانی چاہئے ۔ دفعہ (۱۰۸) قانون شہادت ۔ شریک جرم کی شہادت کے لئے وعدہ معافی کا لزوم نہیں ہے ۔ دفعہ (۱۶۶) ضابطۂ فوجداری ۔ بیان دوران تفتیش جس کی نسبت صرف قیاس کیا جاتا ہو نا قابل ادخال شہادت ہے ۔

تجویز ہوئی کہ (۱) جہاں کسی مقدمہ کی تحقیقات جیوری کی مدد کے ساتھ کی جا رہی ہو وہاں عدالت کا یہ فرض ہے کہ جیوری کو وہ اس بات کی ہدایت دے کہ شریک جرم کی شہادت پر کس طور پر غور ہونا چاہئے

(۲) قانون شہادت کی دفعہ (۱۰۸) نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ کسی ملزم کے مقابلہ میں اس کا شریک جرم گواہی دینے کا مجاز ہوگا ۔ وہاں اس کی بابتہ اشارہ بھی نہیں ہے کہ ہمارے

نگرانی بنا راضی تجویز آنریبل مولوی احمد محی الدین صاحب انصاری حاکم ابتدائی دکن عدالت العالیہ مورخہ یکم اردی بہشت ۱۳۵۶ف ۔

سرکار عالی
بنام
محمد دلاور علی خان

صرف وعدہ معافی دئے جانے کی صورت میں ہی ہوتی ہے ۔

(۳) دفعہ (۱۶۲) ضابطۂ فوجداری کے تحت کسی گواہ کے ایسے بیان کو تو دیکھا جاسکتا ہے جوکہ بدوران تفتیش پولیس نے قلمبند کیا ہو مگر اس دفعہ نے کسی ایسے قیاس کردہ بیان سے اثر لینے کی اجازت نہیں دی ہے جو بیان تو پیش نہ ہوا ہو مگر اُس کی نسبت کسی دوسری کارروائی کو دیکھکر قیاس کیا جاتا ہو کہ اس طرح کا بیان ہوا ہوگا ۔

(۴) دفعہ (۲۷۳) نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر فوجداری مقدمہ میں ملزم کے جوابات پر لحاظ کیا جائیگا یہ ملزم کے نفع کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور اُس کے خلاف بھی ۔ ایسی صورت میں جبکہ مقدمہ جیوری کی مدد سے چلایا جارہا ہو تو جیوری کو اس کی طرف توجہ دلائی جانی چاہئے ملزم کے کسی بیان سے یا ملزم کی لاعلمی کے اظہار سے کیا قیاسات کئے جاسکتے ہیں اور اگر کوئی قیاس اُس کے خلاف کیا جاسکتا ہو تو ملزم نے اُس کی کیا تردید شہادت صفائی سے کی ہے وغیرہ ۔

منجانب نگرانی خواہ مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب وکلاء سرکار
منجانب طرفثانی مولوی سید محمد اسمٰعیل صاحب ایڈوکیٹ ۔

فیصلہ :- وکلاء فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت کئے جا چکے ہیں ۔ مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ ملزم کا چالان بجرم قتل عمد پیش ہوا تھا اور اسی جرم میں مقدمہ سپرد سشن ہوا ۔ عدالت العالیہ کے اجلاس ابتدائی پر مقدمہ کی تحقیقات بذریعہ جیوری عمل میں آئی جس کے بعد نو اہالیان جیوری کے منجملہ (۶) نے ملزم کو مجرم قرار دیا ہے ۔ لیکن باقی تین نے اس کی بے جرمی کی رائے قائم کی ۔ ذیعلم رکن ابتدائی کو چونکہ جیوری کی غالب رائے سے اختلاف تھا اس لئے اُنہوں نے یہ تجویز کی کہ حسب دفعہ (۴۳۴) ضابطۂ فوجداری مقدمہ سپرد جلسۂ متفقہ کیا جاتا ہے ۔ جہاں سے حکم آخر صادر ہوگا ۔ اس تجویز کی رو سے یہ مقدمہ ہمارے روبرو پیش ہوا اور ہم نے پوری روئداد پر غور کر لیا ہے ۔

جن مقدمات کی تحقیقات بذریعہ جیوری ہو رہی ہو اُن میں اگر عدالت کو جیوری کے غلبہ آراء سے اختلاف ہو تو مجموعۂ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (۴۳۱) کی ضمن (۳) نے یہ حکم دیا ہے کہ جیوری برخاست کر دیجائیگی اور دفعہ (۴۳۴) نے وہ ضابطہ بتایا ہے جسپر جیوری کے برخاست ہونے کے بعد عمل کیا جائے گا اس دفعہ کی حاجیہ ترمیم سے پہلے حکم یہ تھا کہ جیوری کے برخاست ہونے کے بعد مقدمہ کی تجویز دوسری جیوری کے ذریعہ عمل میں آئیگی ۔ بجز اس کے کہ عدالت کی رائے مکرر تجویز کی نہ ہو ۔ صورت آخر الذکر میں عدالت اپنی رائے فرد قرار داد جرم پر تحریر کریگی

سرکار عالی بنام محمد دلاور علی

اور ایسی تحریر برأت کا اثر رکھے گی۔ اس طرح اس دفعہ کی ترمیم سے پہلے اختلاف کی صورت میں جیوری کا برخواست کرنا لازمی تھا اور ایسی برخاستگی کی صورت میں اگر عدالت کی رائے مکرر تجویز کی نہ ہو تو اسکو اس کا اختیار تھا کہ اُس کا اندراج فرد قرارداد جرم میں کردے جس کا اثر ملزم کی برأت کا تھا دفعہ (۲۴۴) کی ترمیم کے بعد بھی یہ احکام ضابطہ میں بجنسہٖ باقی ہیں کیونکہ ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ البتہ دفعہ (۲۴۴) کی اضافہ شدہ ضمن (۲) سے عدالت العالیہ کے جلسۂ ابتدائی کو ایک مزید اختیار دیا ہے۔ جو عدالت سشن کے اُس اختیار کے مماثل ہے جس کا ذکر دفعہ (۲۴۴) میں ہے۔ یعنی یہ کہ مقدمہ کو جلسۂ متفقہ کے سپرد کردے۔ اس طرح قانون کی موجودہ صورت میں جیوری کے علیٰحدہ آراء سے اگر عدالت کو اختلاف ہو تو اجلاس ابتدائی عدالت العالیہ کے لئے تین راستے کھلے ہوئے ہیں۔

(۱) اول یہ کہ جیوری کو برخاست کرکے مقدمہ کی تجویز دوسری جیوری کے ذریعہ کرے۔

(۲) دوئم یہ کہ جیوری کو برخاست کردے اور فرد جرم میں اسکا اندراج کردے کہ اُس کی رائے مکرر تجویز کی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ملزم بری ہو جائے گا۔

(۳) سوم یہ کہ مقدمہ کو جلسۂ متفقہ کے سپرد کردے۔

اگر جیوری کی رائے یہ ہو کہ ملزم مجرم ہے اور عدالت کی رائے یہ ہو کہ وہ بے جرم ہے اور عدالت کو اپنی رائے پر بمقابلہ جیوری کی رائے کے پورا پورا وثوق ہو تو معمولاً صورت دوئم اختیار کی جاتی ہے تاکہ ملزم بلا معقول وجہ کے مزید کشاکشی میں مبتلا نہ ہو۔ لیکن اگر عدالت کو اپنی رائے میں کسی طرح کا تذبذب ہو تو اُس کے لئے قانون نے صورت ہائے اول و سوئم بھی مہیا کردی ہیں۔ مقدمہ ہذا میں ذیعلم رکن ابتدائی نے صورت سوئم کو اختیار کیا ہے اور مقدمہ کو جلسۂ متفقہ کے سپرد کردیا ہے۔ مقدمہ میں اجلاس ابتدائی پر استغاثہ کی جانب سے (۱۸) گواہوں کے بیانات قلمبند کرائے گئے جن میں سے صرف ایک گواہ یعنی رزاق علی گواہ نمبر (۶) نے رویت کی شہادت ادا کی ہے اور اگر اس کا بیان صحیح ہے تو بوقت واقعہ بجز ملزم و مقتول اور اُس گواہ کے کوئی چوتھا شخص واقعہ کو دیکھنے والا نہ تھا۔ ذیعلم حاکم عدالت نے جیوری کو جو ہدایات دی ہیں۔ اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس گواہ کے متعلق ممدوح کی رائے یہ تھی کہ اُس کی بابتہ تین قیاسات کا امکان ہے۔ اول یہ کہ وہ محض واقعہ کا گواہ ہے جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ملزم کے ساتھ شریک جرم ہے اور تیسرے یہ کہ وہ اصل مباشر جرم ہے اور ملزم صرف واقعہ کا گواہ ہے۔ جیوری نے ان ہر سہ امکانات پر ایک گھنٹہ تک غور کیا اور بالآخر (۲) ارکان جیوری نے بمقابلہ تین ارکان کے ملزم و نیز گواہ دونوں کے متعلق رائے ظاہر کی۔ یہ رائے کیا تھی یہ

سرکار عالی
بنام
محمد دلاور علیخاں

قتل سرزد ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ لیکن فریقین کے وکلاء (جو وہی وکلاء ہیں۔ جنھوں نے اجلاس ابتدائی پر پیروی کی تھی) اسپر متفق ہیں کہ جیوری کا غلبۂ آراء یہ تھا کہ ملزم اور گواہ دونوں مجرم ہیں۔ اسپر اجلاس سے جیوری کو ہدایت دیگئی کہ وہ صرف ملزم کے متعلق اظہار رائے کریں اس لئے اُنھوں نے پھر (۱۵) منٹ تک غور کیا اور بالآخر (۶) ارکان جیوری نے ملزم کی مجرمیت کی رائے دی۔ اسپر عدالت نے جو تجویز فرمائی ہے اُس میں یہ جملہ اس گواہ کے متعلق موجود ہے کہ قوی شبہ اُس کے متعلق یہ پایا جاتا ہے کہ وہ بھی واردات قتل میں شریک جرم ہے۔ اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیوری کا غلبۂ آراء اور حاکم عدالت دونوں اس امر پر متفق تھے کہ یہ گواہ شریک جرم ہے ان حالات میں عدالت کا فرض تھا کہ جیوری کو اسبارہ میں ہدایت دیتی کہ شریک جرم کی شہادت پر کس طرح غور ہونا چاہئے اور تجویز سزا کے لئے اُس کے بیان کی کس قدر تائید ہونی ضروری ہے۔ بنظر کی موجودہ صورت کے مدنظر اس بحث کا امکان نہیں ہے کہ بغیر وعدہ معافی کے شریک جرم کی شہادت قابل توجہ ہی نہیں ہے قانون شہادت کی دفعہ (۱۰۸) نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ کسی ملزم کے مقابلہ میں اُس کا شریک جرم گواہی دینے کا مجاز ہوگا اس کی بابت اشارہ بھی نہیں کیا کہ یہ مجازیت صرف وعدہ معافی دئے جانے کی صورت میں ہوتی ہے۔ ان حالات میں رزاق علی خاں گواہ کے بیان پر اسی طرح تنقید ہونی چاہئے جیسی کہ معمولی گواہوں پر ہوتی ہے اگر وہ جھوٹا قرار پائے تو اس پر غور ہونا چاہئے کہ دوسری شہادت مشمولۂ مثل سے ملزم کی مجرمیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اگر شریک جرم سچا قرار پائے تو دفعہ (۱۰۸) کا یہ حکم ہے کہ اُس کی بنا پر پھر بھی سزا تجویز نہ ہوسکیگی۔ بجز اس کے کہ اُس کی تائید اور شہادت سے ہوتی ہو۔ ان حالات میں جب عدالت کی یہ رائے قائم ہوگئی تھی کہ رزاق علی گواہ شریک جرم ہے اور وہ ہدایات میں اس جانب اشارہ بھی کر چکی تھی تو اُس کو چاہئے تھا کہ جیوری کو یہ بتا دے کہ اُس کے بیان پر کس نقطۂ نظر سے غور ہونا چاہئے اور اگر وہ اُس کے بیان پر بھروسہ نہیں کرتی تو اُس کو کیا عمل کرنا چاہئے اور اگر اعتبار کرتی ہے تو اُس کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ ہر حال میں اُس کو دیگر شہادت کے اہم اجزاء کی جیوری کو توجہ دلانی چاہئے تھی تاکہ اگر جیوری رزاق علی کے بیان پر اعتبار کرتی تو وہ اسپر غور کرنیکے قابل ہوتی کہ دوسری شہادت سے اُس کے بیان کی کس قدر تائید ہوتی ہے اور اگر وہ اس کے بیان پر بھروسہ نہ کرتی تو اسپر غور کرسکتی کہ بقیہ شہادت ملزم کی مجرمیت کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ ہم نے عدالت کی ہدایات جیوری پر غور کیا لیکن ہمیں اُن میں شہادت پر اس طرح کی تنقید نظر نہ آئی نہ اُن میں یہ بتایا گیا ہے کہ شریک جرم کی شہادت کی کس قدر تائید ہونی قانوناً ضروری ہے۔ اس طرح ہماری رائے ہے کہ اس مقدمہ میں جیوری کو جو ہدایات

سرکار عالی
بنام
محمد دلاور علیخاں

دی گئی ہیں وہ ناکافی ہیں اس لئے جیوری مقدمہ پر صحیح نقطۂ نظر سے غور نہیں کرسکی۔

عدالت نے جو اختلافی نوٹ تحریر فرمایا ہے اُس میں بھی اس نقطۂ نظر سے غور نہیں فرمایا گیا ہے۔ ذیعلم رکن ابتدائی کے دل پر یہی اثر معلوم ہوتا ہے کہ رزاق علی خاں ایک آزاد اور غیر جانبدار گواہ نہیں ہے اور اُس کے شریک جرم ہونیکا قوی شبہ ہے اس لئے بغیر تائیدی شہادت کے اس کے بیان پر سزا تجویز نہیں ہوسکتی۔ لائق وکیل سرکار کی بحث یہ ہے کہ اگر بفرض غلط اس گواہ کو شریک جرم قرار بھی دیدیا جائے تب بھی اُس کے بیان کے مختلف اجزاء کی تائید گواہان نمبر (۷-۸-۹-۱۰-۱۴ و ۱۷) سے ہوتی ہے۔ اس لئے جبتک ان گواہوں کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے وجوہ نہ لکھے جائیں۔ رزاق علی خاں کے بیان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ فاضل مجوز نے سرسری طور پر گواہ کی صداقت بیانی پر بھی شبہات کئے ہیں لیکن جبکہ وہ جیوری کے غلبۂ آراء سے اختلاف فرما رہے تھے تو ان کو اپنی رائے کے لئے واضح دلائل تحریر فرمانے چاہئیے تھیں۔ ہمیں یہ مباحث اہم معلوم ہوتے ہیں۔ لائق حاکم ابتدائی نے اس گواہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُس نے پولیس اور عدالت میں مختلف بیانات دئے ہیں لیکن غالباً موصوف کی توجہ اس جانب مبذول نہیں کرائی گئی کہ دفعہ (۱۶۶) مجموعۂ ضابطۂ فوجداری نے اُن بیانات کو جو گواہوں نے بدوران تفتیش کئے ہوں ناقابل ادخال شہادت قرار دیا ہے۔ دفعہ مذکور نے صرف اس کی اجازت دی ہے کہ "جب کوئی ایسا شخص بطور گواہ پیش کیا جائے جس کا بیان اس طرح قلمبند کیا گیا ہو تو عدالت ملزم کی استدعا پر اُس کو دیکھ سکیگی"۔ اس کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ صرف وہ بیان دیکھا جاسکتا ہے جو اس طرح قلمبند ہوا ہو عدالت تحت نے کسی ایسے قلمبند شدہ بیان کا حوالہ نہ اپنی تجویز میں دیا ہے نہ جیوری کی ہدایات میں دیا ہے۔ البتہ کوتوالی کے ایک مراسلہ سے جو عدالت سپرد کنندہ کے نام جاری ہوا ہے۔ عدالت نے یہ قیاس کرلیا ہے کہ غالباً گواہ نے کوتوالی کے روبرو وہی بیان کیا ہوگا۔ جو اُس مراسلہ میں درج ہے۔ ہماری رائے میں دفعہ (۱۶۶) نے ایسے قیاس کردہ بیان سے اثر لینے کی اجازت نہیں دی ہے۔ بالخصوص جبکہ مغلش نے صراحت سے یہ بیان کردیا ہو کہ وہ مراسلہ اُس گواہ کے بیان پر مبنی نہ تھا۔ اس بارہ میں جس قدر بھی ہدایات عدالت نے جیوری کو دی ہیں وہ ہماری رائے میں دفعہ (۱۶۶) کے منشاء کے خلاف ہیں۔ البتہ اگر کیس ڈائری میں گواہ کا کوئی بیان درج ہے تو اُس کی جانب جیوری کو توجہ دلائی جاسکتی ہے۔ غرض ہماری رائے یہ ہے کہ مقدمہ عدالت ابتدائی میں واپس کئے جانے کے قابل ہے کہ جیوری کو قانون کے مطابق ہدایات دیجاکر اس کی رائے حاصل کی جائے اور پھر باظہار وجوہ تجویز مطابق قانون صادر کیجائے۔ جیوری کو تمام واقعات مقدمہ پر توجہ دلاکر اُس سے یہ کہا جائے کہ وہ اسبارے

سرکار عالی
بنام
محمد دلاور علیخاں

میں رائے قائم کرے کہ یہ گواہ شریک جرم ہے یا نہیں - وکلار فریقین نے جیوری کی جس پہلی رائے سے ہمیں مطلع کیا ہے اُس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غلبۂ آراء اس طرف ہے کہ یہ گواہ شریک جرم ہے - بہر صورت جیوری کو یہ سمجھا دیا جائے کہ اگر وہ گواہ کو شریک جرم تصور نہیں کرتی تو اس کے بیان پر اُسی طرح غور کیا جائے گا جس طرح معمولی گواہوں پر غور ہوتا ہے - اگر اُس کو سچا باور کیا جاتا ہے تو اس کی بنار پر سزا ر تجویز ہو سکتی ہے - لیکن اگر اس کو جھوٹا سمجھا جائے تو اسپر غور کرنا پڑیگا - دوسری شہادت تجویز سزا ر کے لئے کافی ہے اگر اُس کو شریک جرم تجویز کیا جائے تب بھی اُس کے بیان پر اُسی طرح غور ہو گا جس طرح معمولی گواہوں کے بیانات پر ہوتا ہے - البتہ اُس صورت میں اگر وہ بالکل سچا بھی قرار پائے تو اس کے بیان پر سزا ر کی تجویز نہ ہو سکیگی تاوقتیکہ جیوری کی رائے میں اُس کی تائید دوسری شہادت مشمولہ مثل سے نہ ہوتی ہو - اس غرض کے لئے جیوری کو مقدمہ کی تمام شہادت پر توجہ دلانی پڑیگی اور یہ بتانا پڑیگا کہ تجویز سزا ر کے لئے شریک جرم کے بیان کی کس قدر تائید ہونی قانوناً ضروری ہے -

لائق رکن ابتدائی کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اہالیان جیوری بالکل عام اشخاص ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر قانون کے ابتدائی اصولوں سے بھی واقف نہیں ہوتے نہ اُن کو انصاف رسانی کا کوئی تجربہ ہوتا ہے اس لئے وہ تمام امور کے لئے حاکم عدالت کی ہدایات کے محتاج ہوتے ہیں جو امور حاکم عدالت کو اپنے تجربہ کی وجہ سے بالکل واضح اور بدیہی معلوم ہوتے ہوں ممکن ہے کہ اہالیان جیوری کے ذہن میں وہ نہ ہوں تاوقتیکہ اُن کو اُس کی طرف توجہ نہ دلائی جائے - اس لئے جیوری کی ہدایات حتی الامکان مکمل ہونی ضروری ہیں اور کسی امر کو اس امید میں نہ چھوڑا جانا چاہیئے کہ وہ اس قدر واضح ہے کہ جیوری اُس سے خود ہی واقف ہو گی - ہدایات میں یہ ضروری ہے کہ جیوری کی توجہ مقدمہ کے ہر پہلو پر دلائی جائے اور انہیں یہ تبلادیا جائے کہ اگر وہ کسی ایک نظریہ کو قبول کریں تو اُنہیں کس طرح عمل کرنا چاہیئے -

چونکہ ہماری رائے یہ ہے کہ اس مقدمہ میں ہدایات ناکافی ہیں اور عدالت کے اختلافی نوٹ سے بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید فاضل حاکم عدالت نے بھی صحیح نقطۂ نظر سے مقدمہ پر غور نہیں فرمایا ہے - اس لئے ہم مقدمہ کو قابل واپسی سمجھتے ہیں - چونکہ پوری شہادت پر جیوری کو توجہ نہیں دلائی گئی نہ اُس پوری شہادت پر عدالت نے کوئی اظہار رائے فرمایا ہے - اس لئے ہم یہ مناسب تصور نہیں کرتے کہ بغیر اُس عدالت کی رائے کے جس کے روبرو گواہ پیش ہوئے تھے خود اس شہادت کے قابل بھروسہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق کوئی تصفیہ کر دیں اس لئے ہم اس مقدمہ کو اجلاس ابتدائی پر واپس کرتے ہیں تاکہ وہاں حسب اشارات صدر جملہ امور کی تکمیل کی جاکر مقدمہ میں

سرکار عالی
بنام
محمد اللہ و علیخاں

کوئی تجویز ہو سکے - مقدمہ کے جن پہلوؤں پر غور کرنے کی ہم نے ہدایت کی ہے اُن کی بابتہ صحیح رائے قائم کرنیکے لئے اگر کوئی مزید شہادت ضروری ہو تو عدالت اُس کو بھی طلب کر سکیگی یا اگر کوئی فریق اُس کی ضرورت بتائے تو عدالت فریقین کی بحث سماعت کر کے طلبی شہادت کے بارے میں اپنے اختیار تمیزی کو استعمال کر سکے گی - اس مقدمہ کے خاص حالات کے لحاظ سے ہمیں جیوری اور عدالت دونوں اس امر میں بظاہر ایک حد تک متفق معلوم ہوتے ہیں کہ ارتکاب جرم کے وقت ملزم موقعہ واردات پر موجود تھا اس لئے وہ مقدمہ کے واقعات سے واقف ہے - الحاصل ان میں اس سے اثر لیا جا سکتا ہے کہ وہ باوجود علم کے مقتول کے قتل کے متعلق کوئی روایت بیان کرتا ہے یا نہیں مجموعہ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (۲۷۳) نے یہ حکم دیا ہے کہ ملزم کے جوابات پر اُس مقدمہ میں لحاظ کیا جائے گا اور اس کی صراحت نہیں کی کہ ایسا لحاظ ملزم کے خلاف نہیں بلکہ صرف اُس کے نفع کے لئے کیا جائے گا جیوری کو اس طرف بھی توجہ دلائی جانی چاہئے اگر اُس کی رائے میں ملزم باوجود واقف ہونے کے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے اور کوئی امر بیان کرنا نہیں چاہتا تو اُس کا کیا اثر لیا جا سکتا ہے اور ملزم کی موقعہ پر موجودگی کی وجہ سے اگر کوئی قیاس اُس کے خلاف کیا جا سکتا ہے تو اُس کی کیا تردید ملزم نے شہادت صفائی سے کی ہے - اس بارہ میں کلکتہ ہائیکورٹ نے بمقدمہ ہری نارائن بنام ملک معظم مندرجہ کلکتہ لا جرنل جلد (۴۶) ص ۳۶۸ بر ص ۳۸۹ جو کچھ لکھا ہے اُس کی جانب ہم فاضل رکن ابتدائی کی توجہ مبذول کراتے ہیں - ملزم اگر اب بھی کوئی مزید شہادت صفائی پیش کرنا چاہے یا واقعہ کی کوئی توجیہ کرنا چاہے تو عدالت اپنے صوابدید کے مطابق اُس کی اجازت دے سکتی ہے یا اُس سے انکار کر سکتی ہے - لہذا

حکم ہوا کہ

مقدمہ باجلاس ابتدائی عدالت العالیہ پر اس غرض سے واپس کیا جاتا ہے کہ اُن امور کی تکمیل کر کے جن کی جانب اوپر اشارہ کیا گیا ہے مقدمہ میں تجویز مطابق قانون صادر کی جائے۔

سنہ ۱۳۵۳ ف
نمبر مقدمہ ۶۱
ذریعہ
فرمان مبارک مورخہ
۱۷ ماہ رمضان المبارک
سنہ ۱۳۶۵ ہجری
۱۲ ماہ مہر سنہ ۱۳۵۵ ف
سزائے حبس دوام منظور فرمائی گئی۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر پریزیڈنٹ و آنریبل مولوی محمد عبدالحمید جال صاحب و آنریبل مولوی سید قمر حسن صاحب ارکان

سرکار عالی مرافع بنام **گیانبا وغیرہ** مرافعہ علیہم

گواہوں کے منجملہ کچھ پیش نہ کئے جانے کا کوئی اثر نہ ہونا - گواہوں کے سقوط اعتبار کے اصول -

سرکار عالی
بنام
گیانبا

تجویز ہوئی کہ اگر قتل کے مقدمہ میں جبکہ متعدد گواہان رویت پیش کردئے گئے ہوں تو پھر
کسی ایک گواہ کے پیش نہ کئے جانے سے ملزم کے مفید کوئی اثر نہیں لیا جاسکتا۔

منجانب مرافع مولوی احمد شریف صاحب اڈوکیٹ سرکار۔

منجانب مرافعہ علیہ پنڈت گوپال راؤ صاحب اڈوکیٹ۔

فیصلہ:۔ گیانبا۔ کونڈیبا وہیڑا و نرایا ولد بھاگیا کے لئے صدر عدالت نے نارائن کو قتل کرڈالنے کی پاداش میں حبس دوام کی سزا تجویز کی تھی۔ عدالت العالیہ نے تصحیحاً اشخاص مذکورۂ بالا کے لئے صدر عدالت کی مجوزہ سزا کے بجائے سزائے موت تجویز کردی ہے۔ جہانتک ملزمین کے مقابلہ میں قتل کے الزام کے ثبوت کا تعلق ہے صدر عدالت اور عدالت العالیہ دونوں متفق ہیں۔ دونوں عدالتوں نے رویت کے تینوں گواہوں کو معتبر قرار دیا ہے اور یہ طے کیا ہے کہ نارائن کی موت کے باعث وہ ضربات ہوئے جو اشخاص مذکورۂ بالا نے تلواروں اور کلہاڑی سے نارائن کو عمداً پہنچائے۔ ان متفقہ تجاویز کے بعد اثبات جرم کا مسئلہ کسی تفصیلی تنقید کا محتاج نہیں رہتا۔ پھر گواہوں کے بیانات پر ملزمین کے اڈوکیٹ کے مباحث کی روشنی میں غور کرلیا گیا۔ صدر عدالت اور عدالت العالیہ کی رائے سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ملزمین کے اڈوکیٹ نے ایک گواہ چاند صاحب کے پیش نہ کئے جانے پر بہت زور دیا۔ مراد مثل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی رویت کا ایک گواہ تھا۔ اڈوکیٹ کی اس بحث میں کوئی خاص قوت نہیں ہے خصوصاً جبکہ رویت کے تین گواہ پیش کردئے گئے ہیں اور یہ نہیں تبلایا جاتا کہ کافی ثبوت پیش کردینے کے بعد بھی چاند صاحب کا پیش ہونا ضروری تھا۔ اس میں شک نہیں کہ چاند صاحب گواہ میں اتنی خصوصیت ضرور تھی کہ اُس نے واقعہ کے بعد اس کی اطلاع کوتوالی ٹپیل کودی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنی اس اطلاع میں صرف ان تین آدمیوں کو مرتکب جرم بیان کیا تھا جن کے تعلق سے یہ رائے قلمبند کی جارہی ہے اُس نے اُن دو آدمیوں کا نام نہ لیا تھا جن کا ان تین کے ساتھ چالان ہوا تھا اور جن کو صدر عدالت نے بری کردیا۔ اُن دو آدمیوں کی برأت سے چاند صاحب کی شہادت میں جو خصوصیت بیان کی جاتی ہے وہ زائل ہوگئی۔ صدر عدالت نے اپنی تجویز میں وجہ تحریک جرم کا ذکر کیا ہے۔ عدالت العالیہ نے ان وجوہ کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔ مبینہ وجوہ تحریک جرم میں اور جرم کی سنگینیت میں کوئی تناسب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ عدالت العالیہ نے حبس دوام کی سزا کو سزائے موت میں بدل دیا۔ حالات کے لحاظ سے ایسا کرنے میں عدالت العالیہ حق بجانب معلوم ہوتی ہے۔ پس ہماری رائے یہ ہے کہ ملزمین اُس سزا کے مستحق ہیں جو عدالت العالیہ نے اُن کیلئے تجویز کی ہے

۱۳۵۳ف
نمبر مقدمہ ۲۱
منفصلہ ۷ بہ
شہریور ۱۳۵۳ف

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے بشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی اراکین

سرکار عالی — مرافع — بنام — لچھمی نرسیا — مرافعہ علیہ

دفعہ (۲۳۳) ضابطۂ فوجداری قتل عمد کے مقدمہ سے متعلق نہیں ہے۔

تجویز ہوئی کہ (۱) دفعہ (۲۳۳) ضابطۂ فوجداری کے احکام اُن جرائم سے متعلق ہیں جن میں عدالت سشن سے باختیار خود کوئی سزا و قابل نفاذ تجویز کی جاسکتی ہے۔ قتل عمد کے مقدمے سے یہ بحث اس وجہ سے متعلق نہیں ہوسکتی کہ اس جرم کے لئے سزائے حبس دوام سے کمتر سزا نہیں دیجاسکتی اور یہ سزا بھی محتاج منظوری ہے۔

منجانب مرافع مسٹر دامودر ریڈی صاحب کونسل سرکار۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی سید سعید حسن صاحب رضوی وکیل۔

فیصلہ:- ملزم پر الزام یہ ہے کہ اُس نے بتاریخ (۱۱) بہمن ۱۳۵۲ف شب کے (۱۱) بجے یا قریب بلدہ حیدرآباد کے محلہ گولی پورہ میں وردھارادو ہمسایہ کو جنبیہ سے ایسے شدید ضربات پہنچائے کہ وہ جانبر نہ ہوسکا۔ بالزام قتل عمد مقدمہ کی تحقیقات عدالت العالیہ کے صیغہ ابتدائی میں بذریعہ جیوری عمل میں آئی۔ جیوری نے متفقہ طور سے یہ قرار دیا کہ ملزم ہی واردات کا ذمہ دار ہے۔ نوعیت جرم کی حد تک اہلیان جیوری کی رائے میں اختلاف رہا۔ پانچ اہلیان جیوری نے یہ قرار دیا کہ جرم قتل عمد کا ارتکاب ہوا ہے اور چار اہلیان جیوری کی یہ رائے ہوئی کہ قتل انسان مستلزم السزا کی نوعیت قرار پاتی ہے۔ رکن ابتدائی نے غالب رائے سے اتفاق کرتے ہوئے مثل عدالت العالیہ میں تحت دفعہ (۲۳۴) ضابطۂ فوجداری تجویز آخر کے لئے روانہ کردی۔ ایک مفصل فیصلہ کے ذریعہ جلسۂ متفقہ نے ملزم کو مرتکب جرم قتل عمد تجویز کیا مگر اُس کی کم عمری کے مدنظر سزائے حبس دوام و ضبطی پر اکتفا کیا۔ یہی فیصلہ تنقیح طلب ہے۔ استغاثہ کی روئداد بہت صاف ہے۔ دو گواہ مسمیان بروہال پنڈت گواہ نمبر (۱۴) و سریرام پنڈت گواہ نمبر (۱۵) رویت کی شہادت ادا کرتے ہیں اور متعدد گواہ یہ کہتے ہیں کہ مقتول نے قبل از مرگ اس ملزم کا مارنا بیان کیا تھا۔ وجہ تحریک جرم یہ بیان کی جاتی ہے کہ ملزم کی داشتہ نرسی کو مقتول نے سخت سست کہا۔ جس پر ملزم طیش میں آیا اور جنبیہ سے پے در پے وار کر بیٹھا۔

مرافعہ بنا راضی تجویز جلسۂ متفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۴ مہر ۱۳۵۲ف۔

سرکار عالی بنام پچھی نرسیا

اس کا ثبوت بھی پیش ہوا ہے کہ مسماۃ نرسی سے ملزم کی آشنائی تھی۔ بیان گواہ ملا ..... ملزم کو انکار ہے متعدد گواہوں کے بیانات صفائی میں کرائے گئے ہیں۔ اس شہادت صفائی سے یہ صورت واردات قائم کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مقتول نے ملزم کے بھائی مسمی رنگا چاری کو شب واردات اپنے مکان پر دعوت میں بلایا تھا دعوت میں سیندھی تھی اور گوشت بھی تھا۔ مقتول نے ملزم کے بھائی کو زیادہ سیندھی پینے پر اصرار کیا انکار پر مقتول نے جنبیہ سے وار کر دیا۔ اسپر ملزم کے بھائی نے بھی جنبیہ سے مقتول پر وار کئے اور اسی حملہ سے مقتول ہلاک ہوا ہے۔ جلسۂ متفقہ عدالت العالیہ کی تجویز میں تفصیل سے اس قصہ کی شہادت پر تبصرہ کیا گیا ہے اور قصہ کو خلاف عقل اور ناثابت تجویز کیا گیا ہے۔ مقتول برہمن تھا جو سیندھی نہیں پیتے اور گوشت نہیں کھاتے۔ فاضل مجوزین عدالت العالیہ کی یہ رائے غیر صحیح نہیں ہے کہ معمولی طور سے یہ قرین عقل نہیں ہوسکتا کہ مقتول اپنے مکان میں ملزم کے بھائی کو جو زرگر ہے دوستانہ میں سیندھی اور گوشت کی دعوت دیتا۔ ایسے غیر معمولی واقعات کی شہادت قوی ہونی چاہیے تجویز میں یہ استدلال بھی آیا ہے کہ اگر اس واقعہ میں اصلیت تھی کہ ملزم کے بھائی نے مقتول پر حملہ کیا تھا تو ملزم کی گرفتاری کے وقت سے ہی احتجاج ہونا چاہیے تھا اس کی توضیح نہیں کیجا سکی کہ گواہوں کو یا مقتول کو اس میں کیا دلچسپی تھی کہ ملزم کے بھائی کو ترک کر کے ملزم سے واردات کو منسوخ کرتے رہے۔ اسبارہ میں بھی شہادت صفائی ہے کہ مقتول نے قبل از مرگ ملزم کا نام نہیں لیا تھا اور گواہ رویت بمقام واردات پر نہ تھے اس شہادت کو باور نہیں کیا گیا ہے۔ بہرحال جلسۂ متفقہ کی تجویز سے واضح ہے کہ دونوں جانب کی شہادت پر غور کیا گیا ہے اور توازن کر کے شہادت صفائی کو شہادت استغاثہ پر ترجیح نہیں دی گئی ہے۔ جیوری نے بھی یہی رائے قائم کی ہے فوجداری مقدمات میں جوڈیشل کمیٹی سے جہاں صرف موازنۂ شہادت کی بحث ہو دخل نہیں دیا جاسکتا۔ اجلاس پر جن عذرات کو وکیل ملزم نے پیش کیا ہے ان کا تعلق موازنۂ شہادت سے ہے یہ قانونی عذر بھی کیا گیا ہے کہ دفعہ (۲۳۳) ضابطۂ فوجداری کا یہ مقصود ہے کہ عدالت سشن کے اختیاری سزا سے زیادہ سزا نہیں دیجا سکتی قتل عمد کے مقدمہ سے یہ بحث اس وجہ سے متعلق نہیں ہوسکتی کہ اس جرم کے لئے سزائے حبس دوام سے کمتر سزا نہیں دیجا سکتی اور تجویز سزائے حبس دوام بھی محتاج منظوری ہے۔ دفعہ مذکور کے احکام ان جرائم سے متعلق ہوں گے جن میں عدالت سشن سے باختیار خود کوئی سزا قابل نفاذ تجویز کی جاسکتی ہے۔ اس کا تصفیہ بھی جلسۂ متفقہ سے ملزم کے خلاف کیا گیا ہے۔ جلسۂ متفقہ کا یہ تصفیہ بھی صحیح ہے۔ سزائے حبس دوام دینے پر اکتفا کیا گیا ہے

پس عدالت العالیہ کی مجوزہ سزائے حبس دوام قابل منظوری ہے۔

۱۳۵۳
نمبر مقدمہ ۶۰
۱۳۵۴
منفصلہ ۶

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مسٹر وینکٹ لکشمن ریڈی صاحب و آنریبل مولوی محمد عبدالحمید خاں صاحب ارکان

سرکارِ عالی نگرانی خواہ بنام ٹھاکریا طرفثانی

دفعہ (۱۵) تعزیرات آصفیہ - قید سادہ کب دیجانی چاہئے -

تجویز ہوئی کہ دفعہ (۱۵) تعزیرات آصفیہ کے وضع کرنے سے واضعان قانون کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کے افراد کو بجائے قید معمولی کے قید سادہ دیجائے - قید سادہ کا حکم خاص حالات میں ہی دیا جاتا ہے - اس لئے کسی جرائم پیشہ ملزم کو دفعہ (۲۳) قانون اقوام جرائم پیشہ کی خلاف ورزی کی پاداش میں قید سادہ کی سزا دینا صحیح نہ ہوگا -

منجانب نگرانی خواہ مسٹر وامودر ریڈی صاحب کونسل سرکار و مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی محمد احمد شریف صاحب وکلاء سرکار

فیصلہ :- نگرانی علیہ شلمنٹ بنگال کا پابند شدہ ایک لمباڑہ تھا جو بلا اطلاع و بغیر اجازت ۲۲ و ۲۳ - آذر ۱۳۵۳ ف کی درمیانی شب میں فرار ہوگیا زمانہ غیر حاضری میں مرتکب سرقہ ہوا اور عدالت فوجداری تعلقہ بلند و سے سزایاب ہونے کے بعد تحت دفعہ (۲۳) قانون اقوام جرائم پیشہ عدالت فوجداری اچم پیٹھ میں پیش کیا گیا - بعد تحقیقات عدالت موصوفہ نے جرم عائدہ کو مقبولہ ملزم اور مثبتہ روئداد قرار دیکر صرف (۱۸) یوم قید سادہ کی سزا دی اور ملزم کے زمانہ ریمانڈ کو سزا میں محسوب کرنے کا حکم دیا - عدالت ضلع محبوبنگر نے حکم عدالت ابتدائی کو بے ضابطہ قرار دیا اور اشدیاد سزا کے لئے بصیغۂ نگرانی تحریک کی ہے - ہمیں اس تحریک سے اتفاق ہے - دفعہ (۱۵) تعزیرات آصفیہ ملاحظہ کی جائے تو معلوم ہوگا کہ قید سادہ کے یہ معنی ہیں کہ صرف ایسے مکان میں رکھا جانا کافی ہوگا جو سرکارِ عالی اس غرض کے لئے بحکم عام یا خاص مقرر کرے لیکن قیدی کو اختیار ہوگا کہ بتابعت ان شرائط کے جو سرکار عالی مقرر کرے اپنی خورد و نوش کا انتظام کرے اور اپنا وقت جس طور پر چاہے صرف کرے اور اپنے معمولی کاروبار سے منفعت لیتا رہے - ان شرائط کا تعین ابتک منجانب سرکار عالی نہیں ہوا ہے اس دفعہ کے مماثل تعزیرات ہند میں کوئی دفعہ نہیں ہے منشاء واضعان قانون کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان اور متمدن ممالک یورپ کی طرح اعلیٰ درجہ کے افراد کو بجائے قید معمولی کے قید سادہ دیجائے - مجوز کا مقصود یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک جرائم پیشہ لمباڑہ کیلئے ایسی قید سادہ تجویز کی جائے اور نہ تجویز میں ان خاص حالات کا اظہار کیا گیا جو اس رعایتی پہلو کے موجب ہوئے معمولاً محابس میں قید بلامشقت قید بامشقت و قید تنہائی کا نظم رہتا ہے - قید سادہ کے نفاذ میں محبس کو

تحریک مولوی افضل حسین صاحب فاروقی ناظم عدالت ضلع محبوبنگر مورخہ ۱۸ / آذر ۱۳۵۳ ف -

سرکار عالی بنام ٹھاکریا

دشواری ہوتی ہے - واقعات مظہرۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ ملزم سزا بھگت رہا ہے اس لئے سزا مجوزہ کا نفاذ بروئے دفعہ (۳۲۶) ضابطۂ فوجداری سزائے سابقہ کے اختتام پر ہوگا - مجسٹریٹ تعلقہ احمد پیٹھ کی یہ تجویز بھی غلط ہے کہ جو زمانہ دوران تحقیقات میں صرف ہوا ہے وہ سزا میں محسوب کیا جائے - ملزم کو دفعہ (۲۳) قانون اقوام جرائم پیشہ کے تحت قبل ازیں سزا نہیں ہوئی ہے اس لئے کچھ رعایت کیجاتی ہے لیکن جو سزا عدالت ابتدائی سے تجویز ہوئی ہے وہ نہ مناسب حال ہے نہ اس میں انسدادی اثر ہے -

حکم ہوا کہ

نگرانی منظور - ٹھاکریا ولد دھلپیا بپاداش دفعہ (۲۳) قانون اقوام جرائم پیشہ سہ ماہ قید بامشقت میں رہے اس سزا کا آغاز سزا مجوزہ عدالت فوجداری یلندو کے اختتام پر ہوگا -

نگرانی فوجداری جلسۂ کاملہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل رائے راج موہن لال صاحب و آنریبل مولوی میر سیادت علیخان صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۱۳۵۵/۱(۱) ف
منفصلہ ۲۶ امر فروردی ۱۳۵۶ ف

ڈی سامیل نگرانی خواہ بنام ملگی جان درگیا طرفثانی

دفعہ (۱۴۸) ضابطۂ فوجداری مشترکہ قبضہ سے متعلق نہیں ہے - نقض امن کی کارروائی میں مشترکہ قبضہ ثابت ہونے کی صورت میں کیا کارروائی ہونی چاہیئے -

تجویز ہوئی کہ نقض امن کی کارروائی میں اگر فریقین کا ادعا یہ ہو کہ وہ اراضی متنازعہ پر مشترکاً قابض ہیں یا شہادت سے عدالت اس نتیجہ پر پہنچے تو ہماری رائے ہے کہ عدالت کو تحت دفعہ (۱۴۸) ضابطۂ فوجداری عمل کرنے کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا - ایسی صورت میں عدالت نہ تو دفعہ مذکور کی ضمن (۴) کے تحت کوئی حکم دیسکتی ہے نہ ضمن (۱۱) کے تحت بلکہ اسے یہ تجویز کرنی چاہیئے کہ شہادت پیش شدہ کے لحاظ سے جس فریق کے قبضہ سے اراضی عدالت کے قبضہ میں لیجانی معلوم ہوئی ہے اس فریق کے قبضہ میں اراضی مسترد کر دیجائے - ایسی صورت میں اگر یہ ظاہر ہو کہ مشترکہ قبضہ سے اراضی حاصل کی گئی ہے تو اسی طور پر مشترکہ قبضہ میں ہی مسترد کر دیجائے گی اور آئندہ کے نقض امن کے لئے دوسرے تدابیر اختیار کئے جائیں گے جن کا ضابطہ میں ذکر ہے - ایسی صورت میں بھی تحت دفعہ (۱۴۸) ضابطہ کوئی حکم نہیں دیا جا سکتا -

نگرانی بنا راضی تجویز مولوی سید منظور الحق صاحب منصف تعلقہ میدک مورخہ ۱۶ امرداد ۱۳۵۵ ف -

ڈی سا
بنام
ملگی جا

منجانب نگرانی خواہ پنڈت سداشیو راؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ:۔ وکیل صاحب نگرانی خواہ کی بحث سماعت کی گئی۔ نگرانی علیہ کی جانب سے کوئی حاضر نہیں ہے مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ عدالت تحت میں نقض امن کا ایک مقدمہ زیر تجویز تھا اور ختم تحقیقات پر عدالت نے یہ تصفیہ کیا کہ اراضی نزاعی پر دونوں فریق کا مشترکہ قبضہ تھا۔ اس لئے عدالت تحت نے حسب ضمن (۱۱) دفعہ (۱۴۸) یہ حکم دیا کہ اراضی نزاعی بقبضۂ سرکار اس وقت تک رہے جبتک کسی عدالت مجاز سے فریقین کے حقوق کا تصفیہ نہ ہو اس تجویز کی ناراضی سے یہ نگرانی ہے۔ ذیعلم رکن اجلاس منفردہ کے روبرو بحث کی گئی یہ عدالت تحت کا حکم ضمن (۱۱) کے الفاظ کے اندر نہیں آتا۔ اس لئے وہ لائق تنسیخ ہے۔ وہاں یہ بحث بھی کی گئی کہ عدالت کا کام یہ تھا کہ مشترکہ قبضہ ثابت ہونے کی صورت میں فریقین کا مشترکہ قبضہ ہی بحال رکھے۔ ذیعلم رکن منفردہ کی رائے یہ ہوئی کہ مشترکہ قبضہ کی بحالی کا حکم دینا دراصل نقض امن کی دعوت دینا ہے اس لئے ایسا حکم قرین معدلت نہیں ہو سکتا۔ رکن ممدوح کی رائے میں چونکہ معاملہ اہم تھا اور انہوں نے یہ مناسب تصور فرمایا کہ مقدمہ کا فیصلہ جلسۂ کاملہ سے ہو۔ اس لئے اُنہوں نے مقدمہ جلسۂ متفقہ کے سپرد کیا جس نے اسے جلسۂ کاملہ کے سپرد فرما دیا۔

ہم نے مقدمہ کے حالات پر پوری طرح غور کیا اور مرحمہ دفعہ (۱۴۸) کو ملاحظہ کیا۔ اس دفعہ کی ضمن (۱) نے وہ صورتیں بتائی ہیں جن میں عدالت کو اس دفعہ کے بموجب عمل کرنیکا اختیار سماعت حاصل ہوتا ہے وہ صورتیں یہ ہیں کہ عدالت مجاز کو بوجہ معقول اطمینان ہو جائے کہ کسی اراضی یا آب کے قبضہ یا حدود کی نسبت ایسی نزاع برپا ہے کہ اس سے امن عامہ خلائق میں نقض کا احتمال ہے۔ کسی اراضی کے قبضہ کی نسبت نزاع ہونے کا مطلب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک فریق کا ادعا یہ ہو کہ اس اراضی پر اس کا قبضہ ہے اور دوسرے کا ادعا یہ ہو کہ اسپر وہ قابض ہے اگر ہر دو فریق مشترکہ قبضہ کا دعوے رکھتے ہوں یا ان کا مشترکہ قبضہ ثابت ہو جائے اور اگر کوئی نزاع اُن دونوں میں ہوں اس کی نسبت یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ نزاع اراضی کے قبضہ کے تعلق سے ہی نزاع کی بہت سی صورتیں ممکن ہیں اور جن الفاظ میں دفعہ (۱۴۸) کو وضع کیا گیا ہے اس سے ہماری رائے میں واضعان قانون کا یہی منشا تھا کہ عدالت کو اختیار مندرجۂ دفعہ مذکور ان صورتوں میں دیا جائے جبکہ ہر فریق اس کا مدعی ہو کہ وہ بلاشرکت غیرے اراضی نزاعی پر قابض ہے ہماری اس رائے کی تائید اسی دفعہ کی ضمن (۴) سے ہوتی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ بالآخر عدالت کو مقدمہ دفعہ (۱۴۸) میں کس مضمون کا حکم دینا چاہئے ضمن مذکور

ڈی سائیں
بنام
ملگی جانی ریگیا

کے متعلقہ الفاظ یہ ہیں کہ :-

"جملہ شہادت پر اگر ممکن ہو سکے تو بذریعہ تجویز یہ قرار دے کہ تاریخ حکم پر یا اس کے قبل دو ماہ کے اندر کون شخص جائداد متنازعہ پر واقعی قبضہ رکھتا تھا"۔

آخری حکم کی جو صورت ان الفاظ میں بتائی گئی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ واضعان قانون کا یہی منشاء تھا کہ اس دفعہ کے تحت ایسی صورت میں عمل کیا جا سکتا ہے جبکہ نزاع یہ ہو کہ کون فریق بلا شرکت دیگرے اراضی نزاعی پر قابض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ضمن (۱۱) کے تحت عمل کرنے کے لئے بھی واضعان قانون نے دو ہی صورتیں بتائی ہیں۔ اول یہ کہ عدالت کی رائے ہو کہ فریقین میں سے کوئی شخص قبضہ محکومہ زیر دفعہ ہذا جائداد متنازعہ میں نہ رکھتا تھا اور دوسرے یہ کہ اُس کو اطمینان نہ ہو سکے۔ کون فریق جائداد متنازعہ پر قبضہ محکومہ زیر دفعہ ہذا رکھتا تھا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ کا تعلق صرف ایسی ہی صورتوں سے ہے جبکہ دونوں میں سے کسی ایک ہی فریق کا اراضی نزاعی پر قبضہ ہو۔ اگر فریقین کا ادعا یہ ہو کہ وہ اراضی نزاعی پر مشترکہ قابض ہیں یا شہادت سے عدالت اس نتیجہ پر پہنچے تو ہماری رائے ہے کہ عدالت کو دفعہ (۱۴۸) کے تحت عمل کرنے کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ وہ ضمن (۱۱) کے تحت عمل کرے۔ اسی دفعہ (۱۴۸) کی ضمن (۵) نے وہ صورتیں بتائی ہیں جبکہ مقدمہ کے دوران میں عدالت کو یہ محسوس ہو کہ اُس کو مقدمہ کی سماعت کا اختیار باقی نہیں رہا اگر وہ صورتیں پیدا ہو جائیں اور جائداد متنازعہ عدالت کے قبضہ میں لیجا چکی ہو تو ضمن مذکور کا حکم یہ ہے کہ شہادت پیش شدہ کے لحاظ سے جس کے قبضہ سے وہ عدالت کے قبضہ میں لیگئی تھیں۔ اس کو اراضی واپس کی جائے گی۔

ہماری اس تجویز کا نتیجہ یہ ہے کہ عدالت کی یہ رائے قائم ہوتے ہی کہ فریقین اراضی نزاعی پر مشترکاً قابض ہیں عدالت کا وہ اختیار جو دفعہ (۱۴۸) نے وضع کیا ہے ختم ہو جاتا ہے اور عدالت نہ دفعہ (۱۴۸) کی ضمن (۴) کے تحت کوئی حکم دے سکتی ہے نہ ضمن (۱۱) کے تحت۔ بلکہ اُسے یہ تجویز کرنی چاہیئے کہ شہادت پیش شدہ کی بناء پر کس فریق کے قبضہ سے اراضی عدالت کے قبضہ میں لی جانی معلوم ہوتی ہے اور اُس فریق کے قبضہ میں اراضی مسترد کرے۔ اگر عدالت اُس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر دو فریق کے مشترکہ قبضہ سے اراضی بقبضہ سرکار لیگئی ہے تو دونوں فریقین کا مشترک قبضہ ہی اراضی نزاعی پر کرانا پڑیگا اور اگر عدالت کو یہ محسوس ہو کہ مشترک قبضہ سے نقض امن کا اندیشہ ہے تو نقض امن کے رفع کرلے کے لئے جو دوسری صورتیں قانون نے مہیا کی ہیں اُن کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ہم یہ تجویز کر چکے ہیں کہ دفعہ (۱۴۸) کا تعلق مشترکہ قبضہ ہونے کی صورت سے نہیں ہے اس لئے اگر یہ ثابت ہو کہ

ڈی سانبل
بنام
ملگی جان ورگیا

مشترکہ قبضہ ہونے کی وجہ سے نقض امن کا احتمال ہے تو وہ اس دفعہ کے تحت کوئی کارروائی نہ کی جاسکے ۔ لیکن انسداد نقض امن کی جو اور صورتیں قانون نے مہیا کی ہیں انکا دروازہ بند نہیں ہوتا ۔ ان کے بموجب علیحدہ کارروائی کی جاسکتی ہے ۔ بوجوہ مندرجۂ بالا ہماری رائے میں یہ نگرانی لائق منظوری ہے ۔ لہذا

حکم ہوا کہ

نگرانی منظور ۔ تجویز عدالت تحت منسوخ ۔ مقدمہ عدالت تحت میں اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ حسب اشارات صدر عمل کیا جائے ۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

س ۱۳۵۳ ف
بر مقدمہ (۱۷۱)
منظورہ ذریعہ
فرمان مبارک
مورخہ ۲ معہ
رمضان المبارک
س ۱۳۶۵ ھ
م ۱۳۵۵ ف
۳۰ شہریور

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے بشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی ارکان

سرکار عالی مرافع بنام **کرے لبپا وغیرہ ۔** مرافعہ علیہم

رپورٹ ابتدائی میں کن امور کا درج ہونا لازمی ہے ۔

تجویز ہوئی کہ (۱) رپورٹ ابتدائی کی تکمیل میں پولیس پٹیل کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اس رپورٹ میں قانون کے لحاظ سے مرتفع کا نام مستغیث یا اطلاع دہندہ کا نام نوعیت جرم ملزمین کا نام اگر مستغیث یا اطلاع دہندہ بتائیں لکھدے ۔ پولیس پٹیل سے یہ توقع کرنا کہ اس رپورٹ میں ایسے امور لکھے جنکا لکھنا قطعاً غیر ضروری تھا کسی طرح واجبی توقع نہیں کہی جاسکتی ۔

(۲) کسی گواہ کا یہ نہ بتاسکنا کہ دوسرے گواہ مقام واقعہ پر تھے یا نہیں اور تھے تو کہاں تھے ہر موقع محل کے لئے اُس گواہ کے سقوط اعتبار کا سبب نہیں بنالیا جاسکتا ۔

(۳) ہر مقدمہ کی شہادت کو اُسی مقدمہ کے ماحول کو پیش نظر رکھکر جانچنا چاہئے ۔ گواہوں کی سچائی اور جھوٹائی کو جانچنے کا ایسا کوئی اصول قائم کرنا جو کبھی نہ ٹوٹے محال ہے ۔

منجانب مرافع مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار ۔

منجانب مرافعہ علیہ پنڈت گوپال راؤ صاحب ایڈوکیٹ و پنڈت جناردن راؤ صاحب دلیپائی وکیل ۔

فیصلہ :۔ کوتوالی نے (۱) کرے لبپا ولد پرمنا (۲) کرے لبپا ولد نندپا (۳) نندپا ولد ایریا (۴) چکلی پروی امریا ولد کری لبپا (۵) ہیٹیپا ولد کری لبپا (۶) گولیا ولد کرے لبپا (۷) بھادی کٹی راجپا ولد چنپا پر

سرکار عالی بنام کرے لپیا

یکم آبان سنہ ۱۳۵۷ف کو مسمی امرپا اور اُس کی بہن پرموا کو قتل کر ڈالنے کا الزام عائد کیا اور اشخاص مذکور الصدر کا چالان عدالت منصفی میں کیا۔

مقتول امرپا کے بیٹے مسمی اپیا کو اصرار تھا اور اب بھی ہے کہ مقتولین کے قاتلین میں مذکورۂ بالا (۷) اشخاص کے علاوہ (۱) راکل پر دی اون گوڑہ (۲) بھونیا ولد ناگپا (۳) مڑپا ولد ملپا (۴) آپیا ولد گنڈپا (۵) تمنا ولد پپنا بھی ہیں۔ اس لئے اُس نے ان اشخاص کے ساتھ کوتوالی کے چالان کئے ہوئے ملزمین کو شامل کرکے جملہ (۱۲) آدمیوں کے مقابلہ میں ایک استغاثہ اُسی منصفی میں اپنے طور پر پیش کر دیا۔ چنانچہ آپیا پسر مقتول نے صدر عدالت کے سامنے بیان کیا ہے کہ "صدر عدالت میں حاضر ملزم کے سوائے بھونیا۔ مڑپیا۔ تمنا۔ مرپا کر لپیا تھے۔ اون گوڑہ سب سے کہہ رہا تھا کہ مارو .... ملزم حاضر کے سوائے بقیہ ملزم پر ہم نے استغاثہ کیا تھا"

عدالت منصفی نے ضروری شہادت قلمبند کرنے کے بعد اُن پانچ ملزمین کو جن کے مقابلہ میں صرف استغاثہ ہوا تھا بوجہ عدم ثبوت جرم سلم کر دیا۔ چالان شدہ ملزمین میں سے ملزم نمبر (۲) کرے لپیا ولد نندپا مر گیا۔ اس لئے عدالت موصوف نے چالان شدہ سات ملزمین میں کے باقی ماندہ (۶) ملزمین کو سپرد سشن کر دیا۔ عدالت سشن نے تحقیقات کی تکمیل کی اور اُس نے ملزمین کو اُن شبہات کی بنا پر بری کر دیا جو اُس کو ابتدائی رپورٹ کی نسبت ملزمین کی تعداد اور اُن کے تعین کی نسبت ہوئے۔ عدالت موصوف نے گواہوں کے بیانات میں اختلاف کو اپنی تجویز میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور اُس نے تفتیش کے نقائص پر بھی سخت نکتہ چینی کی ہے۔

صدر عدالت کے برأت کی تجویز کے خلاف سرکار کی جانب سے عدالت العالیہ میں مرافعہ ہوا۔ عدالت العالیہ نے ابتدائی رپورٹ کے استقام اور گواہوں کے بیانات کے اختلافات کو ناقابل لحاظ قرار دیکر گواہان رویت کے بیانات پر بھروسہ کیا اور سرکار کے مرافعہ کو اس طرح منظور کیا کہ راچپا ملزم نمبر (۷) کو سزائے موت کا اور بقیہ (۵) ملزمین حاضر کو سزائے حبس دوام کا مستوجب قرار دیا۔

جوڈیشل کمیٹی نے اس مقدمہ کی سماعت اپنے ضابطہ کی دفعہ (۲۶) ۲ کے تحت کی ہے۔ جوڈیشل کمیٹی کے سامنے ملزمین کے جانب سے جو بحثیں کی گئی ہیں وہ تقریباً اُسی ہی نوعیت کی ہیں جن کی بنا پر صدر عدالت نے اُن کے حق میں برأت کا حکم دیا تھا۔

سرکار عالی بنام کرے بسپا

مثل کے مواد سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس سنگین قتل میں جو الجھاؤ پیدا ہے وہ سب مقتول امریا کے بیٹے آئیا کے عمل کا نتیجہ ہے۔ اوپر اوس کے ایسے عمل کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ مزید وضاحت کیلئے اتنا اور کہدینا کافی ہوگا کہ وہ صدر عدالت کے سامنے بھی اپنے اوس بیان پر قائم رہا کہ اوس کے باپ اور بھوپی کو ملزمین حاضر کے علاوہ اور پانچ آدمیوں نے بھی مارا ہے۔ اور اوس نے استغاثہ کیا تھا اوس کو اپنے عمل کو واجبی ظاہر کرنے کیلئے اور اپنے کو قانونی ذمہ واریوں سے محفوظ کئے رہنے کے لئے صدر عدالت کے سامنے کہنا بھی یہی چاہیئے تھا۔ کوتوالی پٹیل کی رپورٹ کے اندراجات کی بناء پر جو الجھاؤ اس مقدمہ میں نظر آرہا ہے اُس کو بھی آئیا ہی کی کاوش بلا پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

روئداد کے دیکھنے سے قلب پر بلا پس و پیش یہہ اثر ہوتا ہے کہ آئیا نے یہہ رپورٹ اس خیال کے تحت ابھرا مرتب کرائی کہ قتل کے اس اچانک سانحہ سے اس طرح فائدہ اٹھایا جائے کہ وہ اوس کے ذاتی کینے کے جذبہ کے سکون کا ذریعہ بنے۔ چنانچہ آئیا یہہ کہنے کے بعد کہ بروقت واقعہ وہ رفع حاجت کر کے واپس آرہا تھا کہ اوس نے دیکھا کہ اوس کے باپ کو (۱۱) ملزمین مار رہے ہیں۔ اون کے علاوہ ایک اور تھا جو مرچکا ہے بیان کرتا ہے کہ مظہر نے اس واقعہ کی اطلاع پولیس پٹیل کو دی۔ ملزم مجھے بھی مارنے آئے تو میں بھاگ گیا۔ بدر مظہر نیچے گرا اوسی وقت میں پولیس پٹیل کے پاس بھاگا۔ پولیس پٹیل کے مکان کو گیا جو ہمارے مکان کے پاس ہی ہے۔ وہ مکان میں نہیں تھا اس لئے میں چاوڑی پر گیا وہاں پولیس پٹیل اور دفعدار پولیس بھی تھا۔ پولیس پٹیل رہنے کی جگہ چاوڑی سے الگ ہے اور ناکہ علحدہ ہے۔ مقام واقعہ سے تھانہ پولیس دس پندرہ مکان کے بعد ہے پولیس پٹیل اور دفعدار اور مظہر کے سوائے اور بہت لوگ ہمارے پیچھے ہی مقام واردات کو گئے۔ پولیس پٹیل مظہر اور ناکہ دار نعش کے پاس گئے تھے۔ ۱۱ ملزمین مارے اور ایک ملزم مار کر رہا تھا۔ ایسا پولیس پٹیل سے کہا اور نام بھی بتایا تھا۔ پولیس پٹیل نے آکر دیکھا مظہر بھی گیا تھا موقع کا معائنہ کرنے کے بعد پولیس پٹیل دفعدار ناکہ بر آئے وہاں سے رپورٹ لکھے۔ دیکھکر آنے کے بعد انہوں نے رپورٹ کی۔ پولیس پٹیل چاوڑی پر تھا وہیں سے رپورٹ ہوئی۔ پولیس پٹیل اور پٹواری بھی جنہوں نے ملکر ابتدائی رپورٹ کو لکھا شہادت میں پیش ہوچکے ہیں اون کو آئیا کے بیان کئے ہوئے واقعات تسلیم ہیں اون کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ملزمین کے نام اور اون کی تعداد کی بناء پر جو نقائص پیدا ہوئے وہ سب آئیا کے عمل اور بیان کا نتیجہ ہیں۔ پولیس پٹیل کی رپورٹ کے ترجمہ کو بہت غور سے دیکھا گیا۔ اوس میں ایک خانہ "نام ملزمین" کا اس شرط کے ساتھ ہے کہ

سرکار عالی بنام گرے بسپا

" اگر مستغیث یا اطلاع دہندہ نے دئے ہوں " اس خانہ میں ساتوں ملزمین کے نام موجود ہیں اور اُن ناموں کے آخر میں لفظ وغیرہ لکھا ہے - پولیس پٹیل اور پٹواری کے بیانات سے ظاہر ہے کہ لفظ " وغیرہ " آشپا کے بیان کے لحاظ سے بعد میں پولیس پٹیل نے بڑھایا پٹواری نے ملزمین کے نام لکھکر اس خانہ میں جو اندراج ہونا چاہئے تھا اُس کو ختم کر دیا تھا - پٹواری کا بیان ہے کہ اس خانہ میں پہلے بھاری کٹی گرے بسپا کا نام لکھا گیا تھا اس کے بعد بھاری کٹی راچپا لکھے ہیں اس وجہ سے وہ نام مشکوک ہوگیا ہے پٹیل کا بیان ہے کہ اوس نے پہلے نام پر حلقہ ڈالکر راچپا کا نام لکھدیا اور یہہ عمل اسلئے کیا کہ آشپا نے ایسا ہی کہا تھا - اس رپورٹ پر اس قسم کے اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں کہ اس میں گواہوں کے نام نہیں ہیں حالانکہ اشپا کو گواہوں کے نام معلوم تھے - اس میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے کہ پولیس پٹیل وغیرہ نے نعش دیکھنے کے بعد اس رپورٹ کی خانہ پری کی - اس میں ملزمین کے گرفتار کر لئے جانے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ رپورٹ لکھنے سے پہلے پانچ ملزمین گرفتار کر لئے جا چکے تھے - اس میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے کہ ملزمین کے کپڑوں پر خون پایا گیا - یہہ سارے اعتراضات کسی عنوان سے قابل لحاظ نہیں ہیں - پولیس پٹیل کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اس رپورٹ میں اوس کے قانون کے لحاظ سے موضع کا نام مستغیث یا اطلاع دہندہ کا نام - نوعیت جرم - ملزمین کا نام اگر مستغیث یا اطلاع دہندہ بتائے لکھدے - پولیس پٹیل سے یہہ توقع کرنا کہ وہ اس رپورٹ میں ایسے امور لکھے جنکا لکھنا قطعاً غیر ضروری تھا کسی طرح واجبی توقع نہیں کہی جا سکتی - اس رپورٹ میں ایک خانہ اور ہے جو اس مقدمہ کے لحاظ سے بالکل بیکار تھا - اس خانہ کا عنوان یہہ ہے کہ " بصورت سرقہ فہرست اشیاء حسب بیان مستغیث یا اطلاع دہندہ " یہہ سرقہ کا مقدمہ نہ تھا اس لئے اس خانہ کی خانہ پری قطعاً غیر ضروری تھی - پٹیل نے اس خانہ میں آشپا کے بیان کے لحاظ سے یہہ لکھدیا کہ آشپا نے دس بارہ آدمی پر فریاد کرکے بیان کیا کہ یرموا اور رامریا کو مار کر قتل کئے ہیں - ملزمین کے نام اس رپورٹ میں بہت صاف اور واضح طریقہ پر موجود ہیں وہ اس رپورٹ سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں سمجھنا مشکل ہے - ملزمین کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کہ اس رپورٹ میں اون لوگوں کے ناموں کی صراحت نہیں ہے جو ان کے ماسوا ہیں - اس رپورٹ کی نسبت اعتراض کیا جا سکتا ہے تو مستغیث کی طرف سے کیا جا سکتا ہے کہ پولیس پٹیل نے

سرکار عالی بنام کرے لبپا

پورے نام نہ لکھنے کی وجہ سے اُس کو اُس کے استغاثہ میں ناکامی ہوئی۔ اس رپورٹ سے فائدہ اٹھا سکتے تھے تو وہ اشخاص اٹھا سکتے تھے جن کے نام اس رپورٹ میں درج نہیں ہیں اور انہوں نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا۔ ابتدائی رپورٹ کی الجھن اس طرح دور ہو جانے کے بعد مقدمہ میں کچھ رہ نہیں جاتا۔

مقدمہ میں رویت کے چھ گواہ پیش ہوئے ہیں۔ آئیا پسر مقتول گواہ نمبر ۱ مہادیوما گواہ نمبر ۳ جو مقام واقعہ کے بالکل قریب کی رہنے والی ہے یہہ مقتول کی "ارے باپ میں مرا" کی آواز سنکر باہر نکل آئی تھی۔ اور یہہ واقعہ دیکھتی ہے کہ ملزمین حاضر امربا کو مار رہے ہیں۔ یہہ عورت جاکر پرموا کو واقعہ کی اطلاع دیتی ہے۔ پرموا واقعہ سنکر آتی ہے اور خود بھی ماری جاتی ہے۔ سنگن بسایا گواہ نمبر ۴ شور و غل کی آواز سنکر مقام واردات پر آتا اور واقعہ کو مقتولان کے مرجانے تک دیکھتا ہے۔ ان کے علاوہ رائیا گواہ نمبر ۵۔ رددریا گواہ نمبر ۶ اور کرلبسوا گواہ نمبر ۷ مقتول کی داشتہ نے رویت کی شہادت دی ہے۔ ان گواہوں میں سے آئیا گواہ نمبر ۱ اور کرلبسوا گواہ نمبر ۷ کے بیانات کو اس خیال سے نظر انداز کر دیا جائے کہ انہوں نے اپنے خاص جذبات کے تحت رویت کی شہادت دی ہے تو بھی رویت کے چار گواہ رہ جاتے ہیں اور ان گواہوں کے بیانات کو باور نہ کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ انکے بیانات بہت صاف ہیں۔ رویت کے گواہوں کے بیانات پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اُن میں ایسی اہمیت نہیں ہے کہ اونکی بنا پر یہہ تصور کر لیا جائے کہ گواہوں نے نفس واقعہ کے تعلق سے دروغ بیانی کی۔ کسی گواہ کا یہہ نہ بتا سکنا کہ دوسرے گواہ مقام واقعہ پر تھے یا نہیں اور تھے تو کہاں تھے ہر موقع اور محل کے لئے اوس گواہ کے سقوط اعتبار کا سبب نہیں بنا لیا جا سکتا۔ ہر مقدمہ کی شہادت کو اوسی مقدمہ کے ماحول کو پیش نظر رکھکر جانچنا چاہیے۔ گواہوں کی سچائی اور جھوٹائی کو جانچنے کا ایسا کوئی اصول قائم کرنا جو کبھی نہ ٹوٹے محال ہے گواہوں کی سچائی یا جھوٹائی کی نسبت رائے اوس اثر کا نام ہے جو مقدمہ کے تمام حالات کے تحت گواہ کا بیان پڑھنے پر مجوز کے قلب پر ہوا کرتا ہے اور اوس رائے میں سچائی کو دریافت کر لینے کی کاوش کو اور خود مجوز کے ہمہ گیر نظر کی وسعت کو بہت کافی دخل ہوا کرتا ہے غرض کہ اس مقدمہ میں عدالت العالیہ کی تجویز ناقابل دست اندازی ہے قانونی نظریہ کے تحت عدالت العالیہ نے جو سزائیں تجویز کی ہیں اون میں بھی کوئی سقم نہیں ہے

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی میر باسط علی خاں صاحب ارکان

عبدالغفار نگرانی خواہ بنام **سرکار عالی** طرفثانی

نمبر مقدمہ ۲۸۶ سنہ ۱۳۵۶ ف
منفصلہ ۹ خورداد سنہ ۱۳۵۶ ف

فرد جرم میں ترمیم دفعہ (۲۳۲) ضابطہ فوجداری

تجویز ہوئی کہ وکیل نگرانی خواہ کی اس بحث سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ مقدمہ کی مکمل تحقیقات کے بعد اور آخری بحث کے سماعت کئے جانے پر فرد جرم میں تبدیلی نہ کی جانی چاہئے اس کے معنی یہی ہونگے کہ مقدمہ کی تحقیقات کو دوبارہ عملاً شروع کر دیا گیا۔ قانوناً انصاف کی خاطر تاکہ ملزم کو جواب دہی کا پورے طور پر موقعہ ملسکے ایسی ترمیم ہر وقت کی جاسکتی ہے۔

منجانب نگرانی خواہ مولوی محمد یونس سلیم صاحب وکیل

منجانب طرفثانی مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب و پنڈت گوپال راؤ صاحب ھامورتم کر وکلاء سرکار

فیصلہ ۔۔۔ وکلاء فریقین کی بحث سماعت کی گئی۔ عدالت سشن سکندرآباد میں ایک مقدمہ زیر تحقیقات بحالت جرم اقدام قتل پیش ہوا۔ بعدی شہادت قلمبند کرنے کے بعد ذی علم ناظم سشن نے یہہ رائے قائم کی کہ ”ملزمین کے مقابلہ میں جرائم دفعات ۲۷۲ و ۲۹۳ تعزیرات کی فرد جرم مرتب ہونی چاہئے۔ چنانچہ انہوں یہہ فرد جرم مرتب کی جسکی ناراضی سے منجانب ملزمین یہہ نگرانی پیش ہوئی ہے۔ بحث کی جاتی ہے کہ گو یہہ صحیح ہے کہ عدالت کو ہر نوبت پہ فرد جرم میں تبدیلی کرنے کا اختیار حاصل ہے لیکن اس کے یہہ معنیٰ نہیں ہیں اور مقدمہ کی مکمل تحقیقات کے بعد بلکہ آخری مباحث سماعت کرنے کے بعد بھی فرد جرم میں تبدیلی کر کے مقدمہ کی تحقیقات کو عملاً دوبارہ شروع کر دیا جائے۔ ہماری رائے یہہ ہے کہ اگر کسی نوبت پر بھی عدالت کو یہہ محسوس ہو کہ جو فرد جرم مقدمہ مرتب ہوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ اس کی بناء پر عدالت اس جرم میں سزا تجویز کر سکے جو اس کی رائے میں شہادت پیش شدہ سے ثابت قرار پاتا ہے اور عدالت کو اس کا اختیار ہے کہ وہ ایسی فرد جرم مرتب کرے جو اس کی رائے میں مقدمہ کے حالات کے لحاظ سے مناسب تھی ایسی صورت میں ملزم کو اسکا حق پیدا ہو جاتا ہے کہ ضروری گواہوں کو مکرر طلب کرا کے اُن پر اس نقطہ نظر سے جرح کرے کہ اس الزام کی نفی ہو سکے جو اب ملزم پر عائد کیا گیا ہے۔

نگرانی بناراضی ترتیب فرد جرم مرتبہ مولوی سید محمد تقی صاحب بلگرامی ناظم صدر عدالت سکندرآباد مورخہ ۱۸ آرآبان سنہ ۱۳۵۵ ف

عبد الغفار بنام سرکار عالی

مقدمہ ہذا میں محض اقدام قتل عمد کی فرد جرم مرتب ہوئی تھی اور اس فرد جرم میں یہہ صورت بھی شامل تھی کہ مستغیث ملازم سرکار ہے اور جو واقعہ ہوا ہے وہ ایسے وقت ہوا ہے جبکہ مستغیث اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھا اور ملزمین کی نیت یہی تھی کہ اس کو اپنے فرائض کی انجام دہی سے باز رکھے لیکن اقدام قتل عمد کے جرم کیلئے کوئی ایسی دفعہ علحدہ وضع نہیں کیگئی جسمیں مستغیث کی ملازمت سرکاری کا خصوصیت سے تذکرہ کیا گیا۔ معلوم یہہ ہوتا ہے کہ عدالت سشن کی رائے میں یہہ ثابت نہ تھا کہ ملزمین کی نیت ہلاکت کی تھی۔ نہ یہہ ثابت تھا کہ ملزمین یہہ جانتے تھے کہ ان کے فعل کا نتیجہ بجز ہلاکت کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ ان حالات میں اقدام قتل عمد میں سزا تجویز کرنی قرین معدلت تصور نہیں کی جاسکتی۔ اگر ناظم سشن اسی فرد جرم پر جو مرتب ہوچکی تھی بجرم دفعات ۳۶۲ یا ۲۹۱ سزا تجویز کرنا چاہتے تو اسکے لئے کوئی امر مانع نہ تھا کیونکہ یہہ دونوں جرائم اقدام قتل عمد کے جرم میں شامل ہیں۔ ہم ترقی کر کے یہہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسی فرد جرم پر عدالت سشن ان جرائم میں بھی سزا تجویز کرسکتی تھی جسکی فرد اس نے اب مرتب کی ہے کیونکہ جرم دفعہ ۲۴۸ اس صورت پر بھی حاوی ہے جبکہ جرم کا ارتکاب مستغیث کو اس کی فرائض کی انجام دہی سے باز رکھنے کیلئے کیا گیا ہو۔ لیکن عدالت سشن نے محض اس بناء پر کہ ملزم کو صاف طور پر یہہ معلوم ہوجائے کہ اسکو کس طرح مقدمہ کی جوابدہی کرنی چاہئیے۔ جدید فرد جرم مرتب کی ہے۔ کیونکہ اس کا امکان تھا کہ سابقہ فرد جرم کی صورت میں ملزم کی توجہ اس جانب مبذول نہ ہوسکی ہو کہ مستغیث کے ملازمت سرکاری کے تصور سے بھی اسکو کوئی جوابدہی کرنی ہے۔ غرض ہم سمجھتے ہیں کہ عدالت سشن کا عمل صرف ملزم کے نفع کیلئے تھا تا کہ اس کو ہر طرح جوابدہی کا پورا پورا موقع حاصل ہوجائے۔ اور ملزم کو اس کے اس عمل پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ منجانب ملزم یہہ بحث کی جاتی ہے کہ ضرر اور حملہ ہر دو کے فرد جرم ایک ساتھ مرتب نہیں ہوسکتے۔ اور شہادت سے ضرر کا کوئی جرم قطعاً ثابت نہیں ہے ہماری رائے میں یہہ مباحث عدالت سشن میں اب بھی کئے جاسکتے ہیں اور عدالت موصوف آخری تجویز کے وقت ان پر یقیناً غور کریگی اس نوبت پر چونکہ ہم شہادت پر غور کرنا نہیں چاہتے اس لئے اس بارے میں کوئی تجویز کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ عدالت اس پر غور کرے گی کہ آیا حملہ اور ضرر دونوں ملزمین کے

خلاف ثابت ہیں یا نہیں اور صرف اس جرم میں سزا تجویز کرے گی جو شہادت سے ثابت قرار پائے۔ بحالت موجودہ بصیغہ نگرانی کسی دست اندازی کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا

حکم ہوا کہ

نگرانی نامنظور۔

تصحیح فوجداری جلسہ متفقہ

باجلاس آنریبل پنڈت رامچند نایک صاحب و آنریبل مولوی میر ہاشم علیخان صاحب ارکان

سرکار عالی تصحیح خواہ بنام **دیوجیا وغیرہ** طرفثانیان

مفتش کے بیانات کا لزوم

تجویز ہوئی کہ - اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ آجکل مفتش مقدمات پیش نہیں ہوتے۔ ہماری یہہ رائے ہے کہ مفتش کو عام طور پر پیش ہونا چاہیئے بجز اس کے کہ بلحاظ دیگر شہادت عدالت اسکی شہادت کی ضرورت محسوس نہ کرے۔

منجانب تصحیح خواہ مولوی محمد مرزا صاحب و مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار۔

منجانب طرفثانیان مولوی لیاقت اللہ قریشی صاحب و مولوی سید اسمٰعیل صاحب ایڈوکیٹ

فیصلہ - مباحث وکلاء صاحبان فریقین سماعت کیئے گئے۔ اس مقدمہ میں جو تحقیقات عمل میں آئی ہے وہ ناقص ہے۔ ہماری رائے میں اس قدر ناقص شہادت پر عدالت سشن کا ملزمین کے مقابلہ میں قتل جیسے سنگین جرم کو ثابت قرار دینا درست نہیں۔ کہا یہہ جاتا ہے کہ قتل ایک عام راستہ پر ہوا۔ قتل کے ساتھ ہی بوم ہوئی۔ کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوئے۔ فوراً پولیس بھی موقع پر پہنچ گیا۔ باوجود اسکے صرف دو گواہ رویت ایسے پیش ہوئے ہیں جنکو منتظم پولیس نے گرفتار کیا تھا اور تیسرا گواہ رویت برادر مقتول ہے جس سے مسلمہ طور پر ملزمین سے عداوت ہے۔ ان تینوں گواہوں کے سوا اور کوئی گواہ پیش نہیں ہوئے ہیں۔

تصحیح از مولوی محمد بشیر الدین احمد صاحب نائب ناظم صوبہ گلبرگہ شریف مورخہ ۱۰ جو ر تیر [illegible]

یہہ مقدمہ ایسا تھا کہ مفتش کو بلا کر عدالت سشن دریافت کرتی کہ کس بنا پر گواہان روبرو گرفتار کرلیا گیا تھا بطور واقعہ سکے وہ موقع پر کب پہونچے اسلئے کہ ایک گواہ نے یہ بھی کہا ہے کہ منتظم صاحب بارہ ایک بجے پہنچے۔ عدالت سشن کو حالات مقدمہ کے لحاظ سے پولیس کی کیس ڈائری ملاحظہ کرکے حسب ضابطہ کارروائی کرنیکے متعلق اشارہ کرنا ہم ضروری تصور کرتے ہیں۔ محض پولیس کے پیش کردہ گواہوں پر اکتفا کرکے عدالت اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ ہماری رائے میں یہہ مقدمہ اس قابل ہے کہ مزید شہادت اور مکرر تجویز کے لیے سشن کو واپس کیا جائے۔ گواہ جو واقعہ کے ساتھ ہی موقع پر پہنچ گئے تھے ان میں سے ہی بعضوں کو طلب کرکے عدالت اپنا اطمینان کرلے۔ اکثر یہہ دیکھا جارہا ہے کہ آجکل مفتش مقدمات پیش نہیں ہوتے رہماری یہ رائے ہے کہ مفتش کو عام طور پر پیش ہونا چاہیئے بجز اسکے کہ بلحاظ دیگر شہادت عدالت اس کی شہادت کی ضرورت محسوس نہ کرے ۔

حکم ہوا کہ

بہ تنسیخ فیصلہ تحت حسب اشارات صدر تکمیل تحقیقات و مجدداً تجویز صادر کرنیکے لئے مثل عدالت تحت کو واپس ہو۔

نگرانی فوجداری اجلاس منفردہ

باجلاس آنریبل پنڈت ویبھوریا نارائن راؤ صاحب رکن صاحب رکن

چنتل پلی نارائنا چاری نگرانی خواہ بنام چنتل پلی اینکما طرفثانیہ

دفعہ ۴۸۸ ضابطہ فوجداری۔ نان نفقہ کے حکم میں ترمیم

تجویز ہوئی کہ (۱) کارروائی تحت دفعہ ۴۸۸ ضابطہ فوجداری کی نوعیت ایک دیوانی مقدمہ کی ہوتی ہے اور یہہ کارروائی بالکل سرسری ہے۔ فریقین کی حیثیت و رشتہ داری کا قطعی و اطمینان بخش طریقہ پر تصفیہ عدالت دیوانی سے ہوتا ہے۔ اسلئے عدالت فوجداری پر لازم ہے کہ اس دفعہ کے تحت احکام جاری ہونے کے بعد اس امر کی نسبت اگر کوئی دوسرے احکام عدالت دیوانی سے جاری ہوجائیں تو ان پر

نگرانی بنا راضی رائے کیرت چند صاحب ناظم عدالت ضلع سمستان جٹپول مورخہ ۵ امرداد ۵۵ ف

چیتنل پلی نارائنا بنام جیتنل پلی لکشما

توجہ کرکے اپنے سابقہ احکام کے سلسلہ میں فریقین کی مدد کرے یا مدد کرنے سے انکار کرے۔

منجانب نگرانی خواہ مولوی محمد عبدالرحیم صاحب ایڈوکیٹ و مولوی خواجہ عبدالمقتدر صاحب کونسل
منجانب طرفثانیہ پنڈت مادھوریڈی صاحب وکیل

فیصلہ واقعات یہ ہیں کہ بمقابلہ نگرانی خواہ عدالت ضلع سمستان جٹپول میں ایک درخواست تحت دفعہ (۴۸۸) ضابطہ فوجداری نگرانی علیہا کے طرف سے بتاریخ ۱۸ آذر ۵۵ف دلایا نے نان نفقہ کیلئے پیش کیگئی جس پر بتاریخ ۱۶ امرداد ۵۵ف حکم ہوا کہ نگرانی خواہ نان نفقہ ادا کرے۔ نگرانی خواہ نے بتاریخ ۱۱ آذر ۵۱ف عدالت منصفی سمستان جٹپول میں بمقابلہ نگرانی علیہا ایک دعوی دیوانی رجوع کیا کہ وہ نان نفقہ کی ادائی کا ذمہ دار نہیں ہے جسمیں بتاریخ ۲۹ آبان ۵۱ف نگرانی خواہ کے حق میں ڈگری صادر ہوئی۔ ڈگری مذکور کی بناء پر نگرانی خواہ نے سابقہ نفقہ کی کارروائی تحت دفعہ (۴۸۸) ضابطہ فوجداری میں یہہ درخواست پیش کی کہ ڈگری عدالت دیوانی کی وجہ سے وہ ادائی نفقہ کا ذمہ دار باقی نہیں رہتا۔ جس پر بتاریخ ۲۰ بہمن ۵۲ف حکم ہوا کہ ”عدالت دیوانی منصفی کے فیصلہ کے مطابق تاریخ صدور فیصلہ ۲۹ آبان ۵۱ف سے زر نفقہ کی ادائی کا طرفثانی ذمہ دار نہیں ہے“ یہاں یہہ واضح کرنا ضروری ہے کہ صدور احکام مذکور کے قبل پیشی یعنی بتاریخ ۲۵ دے ۵۲ف نگرانی علیہا کی جانب سے ڈگری مذکور کی ناراضی سے مرافعہ پیش کیا گیا جس کے متعلق بروقت صدور حکم مذکور عدالت کی توجہ مبذول نہیں کرائی گئی اس طرح اطلاع دینے سے گریز کرنا قانوناً فریب میں داخل ہے جسکی وجہ سے عدالت خود حکم مذکور مورخہ ۲۰ بہمن ۵۳ف کو منسوخ کرسکتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۹۳۷ کلکتہ صفحہ ۳۳۴ (1937 Calcutta 334)
اپیل متدائرہ نگرانی علیہا میں بتاریخ ۲۸ خورداد ۵۳ف ڈگری زیر اپیل منسوخ کیگئی جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ ڈگری باقی نہیں رہی جس کی بناء پر احکام مذکور مورخہ ۲۰ بہمن ۵۲ف صادر ہوئے تھے۔ اس کامیابی بصیغہ اپیل کے بعد نگرانی علیہا کی طرف سے نفقہ کی کارروائی میں یہ درخواست پیش ہوئی کہ احکام ادائی نفقہ مورخہ ۱۶ امرداد ۵۰ف کی تعمیل کرائی جائے اور یہہ درخواست مورخہ ۱۵ امرداد ۵۵ف کو منظور کیگئی جسکی ناراضی سے یہہ نگرانی پیش ہے۔

جنتل بی نارائنا چاری
بنام
جنتل بی ینکما

لائق کونسل نگرانی خواہ کی بحث یہ ہے کہ تجدید احکام مورخہ ۱۶؍امرداد ۱۳۵۱ف کی درخواست قابل پیشرفت نہیں ہے بلکہ نگرانی علیہا کو چاہیے کہ وہ تحت دفعہ (۴۱۱) ضابطۂ فوجداری ایک جدید درخواست پیش کرتے۔ ان کی بحث یہ ہے کہ دفعہ (۲۹۸) ضابطۂ فوجداری کے لحاظ سے صرف تین صورتوں میں ہی یعنی تحت دفعات (۳۲۴-۳۵۹ و ۴۰۶) ضابطۂ فوجداری عدالت اپنی سابقہ تجویز میں تبدیلی یا تجویز ثانی کرنے کی مجاز ہے گو اس بحث کو قبول کرنے کی صورت میں نگرانی خواہ کو نتیجتاً کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کہ نہ صرف تجویز زیر نگرانی بلکہ حکم مورخہ ۲۰؍بہمن ۱۳۵۲ف متدلہ نگرانی خواہ بھی منسوخ ہو جاتا ہے۔ تاہم ہم کو قانونی نقطۂ نظر سے غور کرنا ہے کہ کس قدر یہ بحث قابل پذیرائی ہے۔

سرسری طور پر دیکھا جائے تو لائق کونسل نگرانی خواہ کی تائید میں کچھ گنجائش اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ دفعات (۲۹۸ و ۴۱۲) ضابطۂ فوجداری سرکار عالی اور ان کے متعلقہ دفعات (۳۶۹ و ۴۸۹) ضابطۂ فوجداری برطانوی ہند کے مماثل نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں کچھ فرق موجود ہے۔ دفعہ (۴۸۹) ضابطہ برطانوی ہند میں ضمن (۲) کا اضافہ ۱۹۲۳ء میں کیا گیا جس کی رو سے یہ واضح کر دیا گیا کہ کسی دیوانی عدالت مجاز کے فیصلہ کی روشنی میں مجسٹریٹ کو اختیار تمیزی حاصل ہے کہ وہ اپنے سابقہ مصدرہ احکام نان نفقہ کی تنسیخ یا تبدیل کرے۔ ملاحظہ ہو (۲۷) کریمنل لا جرنل ص ۸۷۶ یہ اضافہ ہمارے ضابطۂ فوجداری دفعہ (۴۱۲) میں موجود نہیں ہے۔ دفعہ (۲۹۸) ضابطۂ فوجداری سرکار عالی میں یہ قرار دیا گیا کہ صرف دفعات (۳۲۴) و (۳۵۹) و (۴۰۶) ضابطۂ مذکور کے تحت سابقہ فیصلہ میں تبدیلی یا تجویز ثانی کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس دفعہ کی مماثل دفعہ (۳۶۹) ضابطہ برطانوی ہند میں جدید طور پر ۱۹۲۳ء میں ترمیم کی گئی۔ اور گو قبل ترمیم دفعہ مذکور کچھ حد تک ہماری دفعہ (۲۹۸) کے مطابق رہا۔ لیکن یہ جدید ترمیم شدہ دفعہ (۳۶۹) سے عدالت کے اختیارات بابتہ تبدیل یا تجویز ثانی زیادہ تر وسیع بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ موجودہ دفعہ (۳۶۹) کی رو سے عدالت کو اپنی تجویز میں تبدیلی یا تجویز ثانی کا اختیار اُن جملہ صورتوں میں حاصل ہے جو ضابطۂ فوجداری یا کسی اور قانون نافذ الوقت میں معین کئے گئے ہوں۔

اس تذکرہ کے بعد یہ تصفیہ کرنا ہے کہ گو ہمارے ضابطہ کے دفعات متذکرۂ بالا برطانوی ہند کے دفعات کے مطابق نہیں ہے تو کیا جب بھی عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے مصدرہ احکام تحت دفعہ (۴۱۱) ضابطۂ فوجداری کے متعلق کوئی ایسے مزید احکام صادر کرے جو سابقہ احکام کو متاثر کرتے ہوں۔ کارروائی تحت ضابطہ دفعہ (۴۱۱) کی نوعیت دیوانی کی ہے اور یہ کارروائی بالکل سرسری ہے۔ فریقین کی حیثیت و رشتہ داری کا قطعی و اطمینان بخش طریقہ پر تصفیہ عدالت دیوانی سے ہی ہوتا ہے اس لئے عدالت فوجداری پر

چنتل پلی نارا سنا چاری بنام چنتل پلی ینکما

لازم ہے کہ فیصلہ جات دیوانی متعلقہ پر توجہ کرے اور مناسب طور پر اپنے سابقہ مصدرہ احکام کے تحت دفعہ (۴۱۱) کی تعمیل کے سلسلہ میں فریقین کی مدد کرے یا مدد کرنے سے انکار کردے۔ یہ نظریہ ۱۹۲۳ء کی ترمیم بابتہ دفعہ (۴۸۹) ضابطۂ برطانوی ہند کے قبل ہی رہا ہے اور اصولاً رہنا چاہئے۔ ملاحظہ ہو (۲۳) بمبئی ص (۴۸۴) و (۲۷) الہ آباد ص ۴۸۳۔ اس نظریہ و اصول کی ترمیم مذکور کے ذریعہ سے وضاحت کردی گئی اور یہ ترمیم صرف استقراریہ Declaratory law قانون کی حیثیت رکھتی ہے اور اس سے کوئی جدید قانون یا اختیارات معین یا عطا نہیں کئے گئے ہیں۔ یہی نظریہ ہماری عدالت العالیہ کا بھی رہا ہے۔ گو ترمیمات مذکور ہمارے ضابطہ میں موجود نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو دکن جلد (۱۹) ص ۴۴۳۔

احکام نفقہ تحت دفعہ (۴۱۱) ضابطہ کی تعمیل کے سلسلہ میں محض کسی وقت عدالت حالات مابعد کی روشنی میں احکام کی تعمیل کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے اصطلاحی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ احکام مذکور میں تبدیلی یا تجویز ثانی تحت دفعہ (۴۹۸) ضابطۂ فوجداری کی گئی بلکہ تصور یہ ہوگا کہ فی الوقت عدالت اپنے سابقہ احکام پر اپنی صوابدید سے عمل کرنا یا نہیں کرنا مناسب خیال کرتی ہے۔

اس سلسلہ میں دفعہ (۴۹۸) و دفعہ (۴۱۲) و لفظ "لازم" مندرجۂ دفعہ (۴۱۱) ضابطہ کی ترمیم کی ضرورت مطابق متعلقہ دفعات ضابطۂ فوجداری برطانوی ہند محسوس کی جاتی ہے تاکہ ان روزمرہ کارروائیوں کے متعلقہ قانون و اختیارات عدالتی محض تعبیر پر منحصر رہنے کے بجائے صریحی طور پر معلوم ہوسکیں۔ ان حالات کے مدنظر عدالت تحت کی تجویز صحیح ہے اور نگرانی علیہا کی طرف سے جدید درخواست تحت دفعہ (۴۱۱) ضابطۂ فوجداری پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا

حکم ہوا کہ

نگرانی نامنظور۔ بلحاظ حالات مقدمہ خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے بشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی ارکان

نمبر مقدمہ ۳۹ سنہ ۱۳۵۲ ف
منفصلہ ۱۵ مہر ۱۳۵۳ ف

سرکار عالی مرافع بنام بنڈا مرافعہ علیہ

فرمان مبارک مرقومہ ۱۶ ر شعبان المعظم ۶۳ سنہ جوڈیشل کمیٹی کی رائے سے اختلاف فرماتے ہوئے بجائے سزائے موت کے حبس دوام کا حکم محکم نثر صدور لایا۔

مرافعہ بنا راضی تجویز جلسۂ منفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۷ ر اسفندار ۱۳۵۲ ف۔

سرکار عالی
بنام
بنڈا

گواہ ابتدا سے ملزم کا نام لیتا ہو تو اس کا اثر۔

تجویز ہوئی کہ اگر روئداد کا دارومدار رویت کے گواہوں کے بیانات پر ہوتا تو یہ مسئلہ بہت قابل غور ہو جاتا کہ مواد کو قوی قرار دیا جائے یا نہیں مگر مقدمۂ ہذا میں مزید مواد یہ ہے کہ گواہ ابتداء سے اسی ملزم کا نام لے رہے ہیں اس لئے یہ شبہ کرنے کے لئے کوئی معقول وجہ نہیں ملتی کہ انہوں نے اصلی حملہ آور کا نام ترک کر کے دوسرے کا نام لیا ہو۔

منجانب مرافع مولوی احمد شریف صاحب اڈوکیٹ سرکار۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی سید سراج الحسن صاحب ترمذی اڈوکیٹ۔

فیصلہ:۔ بنڈا ملزم حاضر لایا گیا۔ اس کی جانب سے پیروی کے لئے بخرچ سرکار وکیل کا تقرر کیا گیا۔ وکلاء کی بحث سماعت ہوئی اور ملزم کے عذرات سنے گئے۔ ملزم پر الزام یہ ہے کہ اس نے بتاریخ ۲۶ فروردی ۱۳۵۰ف دس بجے دن کے وقت تعلقہ تلجاپور کے موضع آشٹہ کے راستہ پر دتو اور اوبائی کو کلہاڑی سے ایسے ضربات لگائے کہ دتو اسی وقت مرگیا اور اوبائی ۳۱ فروردی ۱۳۵۰ف کو دواخانہ نلدرگ میں جہاں اسے علاج کیلئے رجوع کیا گیا تھا فوت ہوگئی۔ وجہ تحریک جرم یہ بیان کی گئی ہے کہ مسماۃ اوبائی سے ملزم کے ناجائز تعلقات تھے تاریخ واردات سے ایک ماہ قبل اوبائی نے ملزم کو ترک کر کے دتو سے عقد کر لیا تھا۔ بتاریخ ۲۷ فروردی ۱۳۵۰ف اوبائی کا بیان قبل از مرگ قلمبند کیا گیا تھا۔ اس نے تفصیل سے وجہ تحریک جرم اور واردات کو بیان کیا۔ ملزم فرار ہوگیا بتاریخ ۲ اسفندار ۱۳۵۰ف گرفتار ہوا اس وقت چالان پیش کیا گیا۔ واردات کے بعد ہی پولیس پٹیل نے رپورٹ کی جس میں گواہان رویت کا تذکرہ موجود ہے۔ بتائید الزام جملہ نو گواہوں کے بیانات کرائے گئے۔ دو ڈاکٹروں کے بیانات قلمبند کردہ کمٹنگ مجسٹریٹ جنہوں نے پوسٹ مارٹم کئے تھے شہادت میں قبول کئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر آر۔ ایس چاند کرنے اوبائی کے بیان قبل از مرگ کی تصدیق کی ہے۔ امراؤ گواہ نمبر (۶) پولیس پٹیل کے بیان سے ثابت ہے کہ وہ خبر ملتے ہی مقام پر گیا اور وہاں اوبائی سے بھی بات چیت کی۔ اس کی رپورٹ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اوبائی نے اسی ملزم کا مارنا بیان کیا تھا۔ سید احمد گواہ نمبر (۴) کے بیان سے ثابت ہے کہ پنچنامہ ضربات کے وقت بھی اوبائی متنفرہ نے اسی بنڈا کا مارنا بیان کیا تھا۔ بھیمراؤ گواہ نمبر (۲) اور رکھوبا گواہ نمبر (۳) رویت کی شہادت ادا کرتے ہیں۔ بھیمراؤ گواہ رویت کے بیان پر یہ اہم اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس نے اپنے سابقہ بیانات میں یہ کہا تھا کہ اس نے دتو کو مار کھاتے نہیں دیکھا اور اوبائی نے اس کے استفسار پر کہا تھا کہ مارنے والا بنڈہ تھا

سرکار عالی
بنام
بنڈا

عدالت سشن کے اظہار میں اُس نے یہ تسلیم کیا کہ اُس نے اوبائی سے پوچھا تھا کہ مارنے والا کون تھا مگر اس سے انکار کیا کہ اُس نے یہ کہا تھا کہ دتو کو مار کھاتے نہیں دیکھا مگر کھوبا کے بیان پر کوئی اعتراض قائم نہیں ہوتا ہے۔ ایک شخص کلیانی کا وجود بھی گواہ بتاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اُس کا بیان نہیں کرایا گیا اگر روئداد کا دار و مدار رویت کے گواہوں کے بیانات پر ہوتا تو یہ مسئلہ بہت قابل غور ہو جاتا کہ مواد کو قوی قرار دیا جائے یا نہیں مگر مقدمہ ہذا میں مزید مواد یہ ہے کہ گواہ ابتداء سے اسی ملزم کا مارنا بیان کر رہے ہیں اور اوبائی بھی عین بعد واردات سے اسی ملزم کا مارنا بیان کرتی رہی اُس نے تین موقع پر یہی بیان کیا یہ شبہ کرنے کے لئے کوئی معقول وجہ نہیں ملتی کہ اوبائی نے اصلی حملہ آور کا نام ترک کر دیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شناخت نہیں ہوسکتی تھی اس لئے کہ واردات میں کافی وقت صرف ہوا۔ وجہ تحریک جرم کی یہی شہادت ہے۔

بدیں وجوہ عدالت العالیہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا جاتا ہے کہ ملزم ہی سے یہ دونوں واردات سرزد ہوئیں۔ عدالت سشن نے سزائے موت کی رائے دی اور عدالت العالیہ کی بھی یہی تجویز ہے۔ جناب مفتی صاحب عدالت العالیہ کا فتویٰ شرعی نقطۂ نظر سے یہی ہے۔ تخفیف سزا کے لئے معقول وجوہ نہیں ہیں۔ پس سزائے موت مجوزہ عدالت العالیہ قابل منظوری ہے۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے بشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی ارکان

نمبر مقدمہ ۱۰/۱۶ سنہ ۱۳۵۲ف
منفصلہ ۱۱ مہر ۱۳۵۳ف

سرکار عالی مرافع **بنام** **باپوراؤ وغیرہ** مرافعہ علیہ

فرمان مبارک مورخہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ جوڈیشل کمیٹی کی رائے سے اختلاف فرماتے ہوئے بجائے سزائے موت کے حبس دوام کا حکم صادر فرمایا۔

دفعہ (۱۰۸) قانون شہادت۔ شریک جرم کی شہادت کی تائید کس طور پر متصور ہوگی۔

تجویز ہوئی کہ بروئے دفعہ (۱۰۸) قانون شہادت سرکار عالی شریک جرم کی شہادت پر جب تک اس کی تائید دوسرے مواد سے نہ ہو جائے سزا نہیں دیجاسکتی (مثلاً ملزم کا اقبالی بیان موجود ہو یا یہ کہ مقتول کا کوئی سامان ملزم کی نشاندہی سے برآمد ہوا ہو وغیرہ)۔

منجانب مرافع مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار۔

منجانب مرافعہ علیہ مسٹر نورتن لال صاحب وکیل۔

مرافعہ بناراضی تجویز جلسۂ متفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۴ خورداد ۱۳۵۲ف۔

سرکار
بنام
باپور

فیصلہ :- بتاریخ ۱۹ بہمن ۱۳۵۱ف بیڑ کے موضع ٹھاکراڑ گاؤں کے پٹواری پنڈت راؤ کو جبکہ وہ موضع گیورائی سے آرہا تھا ۔ راستہ کے جنگل میں پکڑ لیا گیا اور گراکر استرے سے اُس کے پیٹ کو چیر دیا گیا ۔ مضروب اُسی وقت فوت ہوگیا ۔ ملزمین ہذا باپو راؤ اور اسراجی کو چالان کیا گیا ۔ ان کے ایک ساتھی ملزم کشن کو وعدہ معافی دیکر گواہ قرار دیا گیا ۔ باپو راؤ ملزم کو اس وجہ سے مخالفت تھی کہ پدر مقتول کے قرضہ میں اُس کی اراضی نیلام ہونیکا حکم ہوا تھا اور اسراجی ملزم کو اس وجہ سے مخالفت تھی کہ اُس کی اراضیات کے مقدمہ میں مقتول اُس کے خلاف پیروی کرتا تھا ۔ عدالت سشن اورنگ آباد میں تحقیقات عمل میں آئی ۔ بتائیدالزام جملہ دس گواہوں کے بیانات کرائے گئے ۔ ان میں صرف کشن جو ملزم معافی یافتہ ہے رویت کی شہادت ادا کرتا ہے ۔

اس کا سینہ قصہ قرین عقل ہے اور وہ اپنے بیان میں غیر متزلزل رہا اُس نے یہ صورت واقعہ بیان کی ہے کہ باپو راؤ ملزم نے پنڈت راؤ کی گردن پکڑی اسراجی ملزم نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے ۔ گواہ نے کمر پکڑی اور اس طرح پکڑکر کھیت میں لے گئے اور گرادیا ۔ اس کے بعد اسراجی ہاتھ پکڑے رہا اور گواہ پاؤں پکڑے رہا اور باپو راؤ نے ایک ہاتھ سے اس کا گلہ دبایا اور دوسرے ہاتھ سے اُسترا نکالکر پیٹ چیر دیا ۔ بروئے دفعہ (۱۰۸) قانون شہادت سرکار عالی شریک جرم کی شہادت پر جبتک اُس کی تائید دوسرے مواد سے نہ ہو سزا نہیں دیجاسکتی باپو راؤ ملزم کی حد تک کشن گواہ کے بیان کی تائید اُس کے خود کے اقبالی بیان مورخہ ۲۷ فروردی ۱۳۵۱ف سے ہوتی ہے جو کمیٹنگ مجسٹریٹ کے روبرو ہوا ہے وہ عدالت سشن میں اقبال سے منحرف ہوا ہے مگر اُس کی کوئی وجہ نہیں بیان کرتا کہ پہلے اقبال کیوں کیا گیا تھا ۔ پس اُس کا اقبالی بیان مصرحۂ صدر قابل استدلال ہے اور قطع نظر دوسرے تائیدی مواد کے کشن گواہ شریک جرم کے بیان کی تائید کے لئے کافی ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ باپو راؤ ملزم کا پنڈت راؤ کو اُسترے سے زخمی کرنا ثابت ہے اور وہ بجرم قتل عمد قابل سزا ہے عدالت سشن نے سزائے حبس دوام تجویز کی تھی مگر عدالت العالیہ سے سزائے موت کی رائے دی گئی ہے کوئی وجہ تخفیف سزا کے لئے نہیں ہے اور عدالت العالیہ کی رائے قابل منظوری ہے ۔

اسراجی ملزم کی حد تک تائیدی مواد یہ ہے کہ مقتول کا ایک لوٹا اس ملزم کے سکونتی مکان سے اُس کی نشاندہی سے برآمد ہوا ہے یہ برآمدی کملاکر گواہ نمبر (۹) کے بیان سے ثابت ہے اس کی شہادت پیش ہوتی ہے کہ یہ لوٹا سفر میں مقتول کے ساتھ تھا اور مقتول کا ہے چنانچہ اسپر مقتول کا نام بھی لکھا ہوا ہے ۔ ملزم نے اسکی کوئی توجیہ نہیں کی کہ اُس کے پاس یہ لوٹا کس طرح آیا ۔ عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے لوٹے کی برآمدگی کی شہادت پر

سرکار عالی بنام باپوراؤ

اعتبار کیا ہے۔ کوئی معقول وجہ شبہ کرنے کے لئے نہیں ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ مواد کشن ملزم وغیرہ معافی یافتہ گواہ کی تائید کے لئے کافی ہے۔ اصول یہ ہے کہ اُس نوعیت کے مواد سے تائید ہونی چاہئے جس کا تعلق واردات سے ہو۔ یہ مواد ایسا ہی ہے۔ پس ملزم وعدہ معافی یافتہ گواہ کے بیان کی کافی تائید ہوجاتی ہے۔ اس ملزم نے بمقام واردات اعانت کی اور اس وجہ سے وہ بھی مرتکب جرم قتل عمد قرار پاتا ہے۔ عدالت العالیہ سے اُس کو صرف سزائے حبس دوام دی گئی ہے اصولاً یہی صحیح طریقہ تعین سزا ہے بدیں وجوہ باپوراؤ ملزم کے لئے سزائے موت مجوزہ عدالت العالیہ اور ساسراجی کے لئے سزائے حبس دوام مجوزہ عدالت العالیہ قابل منظوری ہے۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل راجہ بہادر رائے بشیشور ناتھ صاحب پریزیڈنٹ و آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر و آنریبل مولوی خواجہ عبدالعزیز صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۶۳ ۱۳۵۲ ف منفصلہ ۱۰ اسفندار مہر ۱۳۵۳ ف

سرکار عالی مرافع بنام شرف الدین مرافعہ علیہ

فرمان مبارک مرزمینہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ جوڈیشل کمیٹی کی رائے سے اختلاف فرماتے ہوئے بجائے سزائے موت کے حبس دوام کا حکم محکم شرف صدور لایا الی بائی کی شہادت کی وقعت۔

تجویز ہوئی کہ اس شہادت رویت قوی ہے ملزم کی جانب سے صفائی میں کریم صاحب اور چھوٹے صاحب کو اس غرض سے پیش کیا گیا ہے کہ بوقت واردات یہ ملزم دوسرے مقام پر دعوت میں شریک تھا۔ رویت کی شہادت پر اس شہادت کو ترجیح نہیں دی گئی ہے۔ اس نتیجہ سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔

منجانب مرافع پنڈت مانک پرشاد صاحب وکیل سرکار اسٹیٹ مہاراجہ بہادر۔

منجانب مرافعہ علیہ مولوی سید اسمٰعیل صاحب و مولوی ملک سعادت اللہ خاں صاحب وکلاء۔

فیصلہ:۔ بتاریخ ۹ ارادی بہشت ۱۳۵۱ ف سات بجے شب کے وقت محمد برہان کو جبکہ وہ موضع مامڑپلی سے پہاڑی شریف واپس ہو رہا تھا راستہ میں جنبیہ سے سینہ پر حملہ کیا گیا اور اُس ضرب سے وہ اُسی وقت فوت ہوگیا۔ مقام واردات جاگیر علاقہ پہنگاری میں واقع ہے۔ اس لئے مقدمہ کی تحقیقات عدالت سشن علاقہ پہنگاری میں عمل میں آئی۔ دو اشخاص مسمیان شیخ گھڑو اور شرف الدین کو چالان کیا گیا تھا۔ عدالت سشن سے شیخ گھڑو کو بری

مرافعہ بنا راضی تجویز جلسہ متفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۶ ارادی بہشت ۱۳۵۲ ف۔

سرکار عالی
بنام
شرف الدین

کر دیا گیا اور شرف الدین کو بجرم قتل عمد تحت دفعہ (۲۴۳) تعزیرات سزائے حبس دوام دی گئی۔ جلسۂ متنفقہ عدالت العالیہ سے بصیغہ تصحیح جرم ثابت تجویز کرتے ہوئے سزائے موت دی گئی۔ بتائید الزام جملہ (۱۲) گواہوں کے بیانات کرائے گئے اور ڈاکٹر کا بیان قلمبند کردہ کمیٹنگ مجسٹریٹ قبول کیا گیا۔ ان گواہوں کے منجملہ سید غوث گواہ نمبر (۸) اور فضل علی گواہ نمبر (۹) رویت کی شہادت ادا کرتے ہیں۔ان دونوں گواہوں نے ملزم کا تعاقب کیا اور فضل علی گواہ نمبر (۹) نے پولیس میں اسی وقت اطلاع دی اور عزیزوں کو بھی خبر کی۔ ان گواہوں پر عدالت سشن اور عدالت العالیہ نے اعتبار کیا ہے۔ کوئی معقول وجہ اس نتیجہ سے اختلاف کرنے کے لئے نہیں پائی جاتی۔ گواہوں کے بیانات بذاتہ تفصیلی اور غیر متزلزل ہیں۔ ڈاکٹر کے بیان سے جنبیہ سے ہلاک ہونا ثابت ہے۔ محبوب خاں گواہ نمبر (۷) اور عبدالکریم گواہ نمبر (۱۱) کے بیانات سے وجہ خصومت ثابت ہے۔ ملزم اور مقتول دونوں کی پھول کی دوکان تھی اور پھولوں کے معاملہ میں اکثر جھگڑا ہوتا تھا کوئی دوسرا اہم واقعہ متعلقہ ثابت نہیں ہوا ہے مگر شہادت رویت قوی ہے ملزم کی جانب سے صفائی میں کریم صاحب اور چھوٹے صاحب کو اس غرض سے پیش کیا گیا ہے کہ بوقت واردات یہ ملزم دوسرے مقام پر دعوت میں شریک تھا۔ رویت کی شہادت پر اس شہادت کو ترجیح نہیں دی گئی ہے۔ اس نتیجہ سے بھی اختلاف نہیں کیا جا سکتا پس عدالت سشن اور عدالت العالیہ کی یہ تجویز صحیح ہے کہ اس ملزم نے محمد برہان کے سینہ پر جنبیہ سے وار کیا۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ سزائے موت میں تخفیف کی جائے۔ عدالت سشن کی تجویز میں سزائے حبس دوام پر اکتفا کرنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی ہے۔ جناب مفتی صاحب عدالت العالیہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ قصاص واجب ہے۔ پس جلسۂ متنفقہ عدالت العالیہ کی رائے سزائے موت قابل منظوری ہے۔

نگرانی فوجداری جلسۂ متنفقہ

باجلاس آنریبل مسٹر وینکٹ لکشمن ریڈی صاحب و آنریبل مولوی محمد عبدالحمید خاں صاحب ارکان

۱۳۵۳ف
نمبر مقدمہ ۵۵
منفصلہ ۲۴ مہر
۱۳۵۶ف

ملو جھل نارائن نگرانی خواہ بنام **اسٹیٹ راجہ دھرم کرن بہادر** طرفثانی

دفعات (۲ و ۱۱) قانون لاوارث۔ جائداد لاوارث کی تعریف۔ کارروائی لاوارث قبضہ نہ ہونے کی صورت میں ہی کیا جانا۔

تجویز ہوئی کہ (۱) یہ ایک کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ جائداد لاوارث وہی جائداد متصور ہوگی جس کا کوئی قابض نہ پایا جاتا ہو اگر کوئی قابض پایا جائے تو اُس کے مقابلہ میں دفعہ (۲) قانون مذکور کی رو سے عدالت دیوانی میں چارہ کار اختیار کیا جانا چاہئے۔

(۲) دفعہ (۱۲) قانون جائداد لاوارث کے تحت اُسی وقت عمل ہوگا جبکہ بادی النظری طور پر جائداد پر

نگرانی بنارافعی تجویز رائے ڈگمبر پرشاد صاحب ناظم عدالت ضلع بہلول خاں گوڑہ مورخہ ۲۰ امرداد ۱۳۵۲ف۔

ملوجمل نارائن بنام اسٹیٹ سرکار دھرم کرن بہادر

کوئی قابض نہ ہو اگر کوئی قابض ہو اور اُس کی حقیت کو منجانب پولیس تسلیم بھی کر لیا گیا ہو تو پھر لعینۂ لاوارثی کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاسکتی۔

منجانب نگرانی خواہ مسٹر وینکٹ سوامی صاحب وکیل۔

منجانب طرفثانی مولوی سید حسن صاحب وکیل اسٹیٹ دھرم کرن بہادر۔

فیصلہ: مساۃ نیکا بائی ایک برہمن عورت سکنہ پدا پلی تھی جو فوت ہوئی اُس کے متروکہ زیور طلائی پر ملوجمل نارائن اور دوسرے زیور اور مکان پر ملوجمل مرتنجم قابض تھا۔ پولیس اسٹیٹ دھرم کرن نے اس جائداد کو لاوارث قرار دے کر عدالت فوجداری ضلع مستقر بہلول خاں گوڑہ میں کارروائی آغاز کی۔ عدالت موصوفہ سے اشتہار جاری ہوا اور دفعہ (۱۱) قانون جائداد لاوارث کے تحت پیرو کار پولیس کو جو اسٹیٹ کی جانب سے مامور تھے بغرض پیروی اطلاع دی گئی۔ دونوں عذرداران نگرانی خواہاں نے عدالت میں درخواستیں دیں کہ وہ ورثاء راحق ہیں۔ پولیس نے خلاف ضابطہ ان سے جائداد لی ہے۔ مرزا احمد بیگ صاحب پیرو کار پولیس اسٹیٹ نے بھی بحوالہ مراسلہ منتظمی پولیس نشان (۱۹) مورخہ ۱۵ دے ۱۳۵۳ف لکھا کہ عذرداران متوفاۃ کے ورثاء ہیں اور پولیس کو کوئی اعتراض نہیں ہے بریں ہمہ عدالت ضلع نے تحقیقات مزید و تقدیم ثبوت عذرداری کا حکم دیا جس کی ناراضی سے یہ نگرانی ہے۔ یہ ایک کھلا ہوا اصول ہے کہ جائداد لاوارث وہی متصور ہوگی جس کا کوئی قابض نہ ہو۔ چنانچہ دفعہ (۴) قانون جائداد لاوارث میں یہ محکوم ہے کہ قابض جائداد کے خلاف لعینۂ دیوانی چارہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے جبکہ پیروکار پولیس اور خود پولیس نے عذرداران کی حقیت کو تسلیم کر لیا ہو تو مزید تحقیقات بے معنی ہوگی۔ دفعہ (۱۲) قانون جائداد لاوارث کے تحت اس وقت عمل ہوگا کہ جب بادی النظر میں کوئی قابض نہ ہو جائداد لاوارث ہو اور عذرداری کی حقیت معرض بحث میں ہو۔ اگر اسٹیٹ یہ محسوس کرتا ہے کہ منتظم کوتوالی کی رپورٹ مابعد اور پیروکار پولیس مامورہ اسٹیٹ کا جواب بددیانتی پر موقوف ہے تو ان کے خلاف وہ مناسب تجویز کر سکتا ہے۔ لیکن عدالت کو اس دستاویزی شہادت کی موجودگی میں مزید غور وخوض کا موقع نہیں ہے۔ ہماری رائے کی تائید دکن لاءرپورٹ جلد (۲۷) ص ۱۳ ۔ دکن لاءرپورٹ جلد (۳۴) ص ۱۰۴ سے ہوتی ہے۔ لہذا

حکم ہوا کہ

دونوں نگرانیاں منظور۔ تجویز عدالت ضلع منسوخ۔ جو مال جس کے قبضہ سے لیا گیا ہو اُس کو واپس دیا جائے اس تجویز کی ایک نقل دوسری مثل میں شامل ہو۔

نگرانی فوجداری جلسۂ متفقہ

باجلاس آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب و آنریبل مولوی میر سیادت علی خاں صاحب ارکان

نمبر مقدمہ ۱۴۳۶ سنہ ۱۳۵۵ف
منفصلہ ۱۲ اسفندار سنہ ۱۳۵۶ف

سرکار عالی — نگرانی خواہ — بنام — گونپیا — طرفثانی

دفعہ (۴۳۶) ضابطۂ فوجداری - بصیغۂ نگرانی تجویز سزاء کے خلاف بحث کی اجازت نہ دیجانا - عدالت العالیہ کے اختیارات اصلی کا استعمال کن صورتوں میں ہوتا ہے - سزاء کی مقدار کا تعین -

تجویز ہوئی کہ (۱) اگر کسی ملزم نے تجویز سزاء کی ناراضی سے مرافعہ دائر نہ کیا ہو تو انددیاد سزاء کی نگرانی میں استحقاقاً اُسے یہ بحث کرنے کی اجازت نہیں دیجاسکتی ہے اُس کے مقابلہ میں کوئی جرم ثابت ہی نہیں ہے -

دفعہ (۴۳۶) ضابطۂ فوجداری کا حوالہ دیا گیا -

(۲) گو تجویز سزاء کی ناراضی سے مرافعہ نہ کیا گیا ہو تو عدالت العالیہ اپنے اصلی اختیارات کے تحت بصیغۂ نگرانی یہ دیکھ سکتی ہے کہ واقعات جو ثابت قرار دئے گئے ہیں اُن سے قانوناً کوئی جرم بنتا ہے یا نہیں اس اختیار کے تحت یہ نہیں دیکھا جاسکتا کہ واقعات جو ثابت قرار دئے گئے ہیں اُس کے لئے شہادت کافی یا قابل اعتبار ہے یا نہیں -

(۳) تجویز سزاء کے وقت گو انتقامی جذبہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا لیکن سزاء ایسی ضرور تجویز کی جانی چاہیئے جو عبرت کا موجب ہو سکے - (مثلاً بجرم خلاف ورزی قواعد صحرا صرف پانچ روپیہ جرمانہ کی سزاء کافی قرار نہیں دیجاسکتی)

منجانب نگرانی خواہ وکیل سرکار -

منجانب طرفثانی پنڈت گوپال راؤ صاحب ایڈوکیٹ و مسٹر بھیم سین آچاری صاحب وکلاء -

فیصلہ :- ملزم کے خلاف یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُس نے پیداوار صحرا کو قواعد صحرا کے احکام کی خلاف ورزی کر کے خلاف قاعدہ منتقل کیا - عدالت تحت نے ملزم کے مقابلہ میں جرم ثابت قرار دیکر (۵) روپیہ جرمانہ کی سزاء اس کے حق میں تجویز کی - ملزم نے کوئی مرافعہ اس تجویز کی ناراضی سے نہیں کیا - البتہ منجانب سرکار عدالت سشن میں ازدیاد سزاء کی نگرانی ہوئی اور وہاں سے عدالت العالیہ میں تحریک ہوئی ہے کہ سزاء کے مجوزہ میں اضافہ فرمایا جائے - یہ تحریک اولاً اجلاس منفردہ پر پیش ہوئی تھی جس نے اِسے جلسۂ متفقہ کے سپرد فرمایا -

تحریک عدالت سشن صوبۂ اورنگ آباد مورخہ ۲۸ بہمن سنہ ۱۳۵۵ف -

سرکار عالی
بنام
گوپیا

لائق وکیل ملزم نے یہ بحث کی کہ روئداد مقدمہ سے کوئی الزام ملزم کے مقابلہ میں عائد نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ ازدیاد سزا ارکا موقع نہیں ہے بلکہ ملزم قطعاً قابل برأت ہے۔ ہم نے اُن کو توجہ دلائی ہے اس قسم کی بحث برٹش انڈیا کے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (۴۳۹) ضمن (۶) کے تحت ضرور کی جاسکتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ ضمن ہمارے یہاں کے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ (۳۶۴) میں ابھی تک اضافہ نہیں کی گئی۔ اس لئے ہم ایسی بحث کی اُن کو اجازت نہیں دے سکتے۔ ہمارے اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے لائق وکیل نے مہلت حاصل کی۔ لیکن آج بھی وہ اُس کا کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکے۔ البتہ اُن کی یہ بحث ہے کہ اگر عدالت العالیہ کو خود یہ محسوس ہو کہ جو تجویز اثبات جرم عدالت تحت سے صادر ہوئی ہے قانوناً برقرار نہیں رہ سکتی تو باوجود اس کے کہ ملزم نے مرافعہ نہیں کیا سزاء مجوزہ کو منسوخ کرکے تجویز برأت صادر ہوسکتی ہے کیونکہ دفعہ (۳۶۴) کی ضمن (۶) میں گو اس کی ممانعت ہے کہ جس فریق نے مرافعہ نہ کیا ہو وہ بطور استحقاق بصیغۂ نگرانی تجویز تحت کی منسوخی کے لئے بحث کرسکے۔ لیکن اس ضمن کا یہ منشا نہیں ہے کہ عدالت العالیہ کا وہ اختیار محدود ہو جائے جو اس کو عدالتہائے تحت کی غلطیوں کی اصلاح کی بابتہ حاصل ہے اُن کی یہ بحث ہمیں اس حد تک صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ جو واقعات ثابت قرار دے گئے ہوں اُن سے قانوناً کوئی جرم نہیں بنتا تو ہم اس کا ضرور اثر لیں گے۔ لیکن چونکہ ملزم کو اس بحث کا کوئی استحقاق نہیں ہے اس لئے ہم اس پر غور نہیں کریں گے کہ جس واقعہ کو ثابت قرار دیا گیا ہے اس کے اثبات کے لئے کوئی شہادت مثل میں موجود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو وہ کہاں تک قابل اعتبار ہے۔ تحریک کے ملاحظہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثابت قرار دیا گیا ہے کہ ملزم نے صحرائے سرکار عالی سے بغیر اجازت نامہ محکومۂ قواعد صحرا پیداوار صحراء کو منتقل کیا۔ لائق وکیل سرکار کی بحث ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ پیداوار صحراء کو سرکاری صحراء سے منتقل کیا گیا تھا بلکہ اس کے برخلاف ملزم کا بیان ہے کہ جو لکڑی پکڑی گئی ہے وہ اس کے کھیت کی لکڑی تھی۔ عدالت سشن کی تجویز یہ ہے کہ اس امر کا بار ثبوت قانون صحرا کی دفعہ (۵۶) کے لحاظ سے ملزم کے دوش پر تھا اور اس نے اس بار سے سبکدوشی حاصل نہیں کی۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مقدمہ ہذا کے جو حالات ہیں ان کے اعتبار سے ہم اس تقویت پر شہادت پر غور کرنا نہیں چاہتے اور چونکہ عدالت تحت نے سزاء تجویز کی ہے اور عدالت سشن کی تجویز روئداد کی بنا پر یہ ہے کہ پیداوار صحرا سرکار عالی کے صحراء سے منتقل کی گئی ہے اس لئے ہم اس نگرانی کے تعلق سے اس واقعہ کو مثبتہ قرار دیں گے اس تجویز کے بعد ہمارے لئے تجویز برأت کے صادر کرنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ البتہ ہمارے لئے یہ امر غور طلب ہے کہ آیا عدالت سشن کی تحریک ازدیاد سزاء کے متعلق منظور کی جائے یا نہ کی جائے۔ لائق وکیل ملزم کی

سرکار عالی بنام گوبیا

حجت یہ ہے کہ عدالت سشن کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ جنگل کے خلاف قانون طور پر کٹنے سے بارش میں معتدبہ کمی ہوگئی ہے اس لئے سزا ار سخت تجویز ہونی چاہیئے۔ وکیل سرکار کا جواب یہ ہے کہ ازدیاد سزا ار کی محض یہی وجہ نہیں ہے جس کو وکیل ملزم نے بیان کیا ہے بلکہ مقدمہ کے جو حالات ہیں اس کے لحاظ سے قطع نظر اس حجت کے بھی سزا میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ ہیں بھی لائق وکیل سرکار کی اس بحث سے اتفاق ہے۔ تجویز سزا ار کے وقت گو انتقامی جذبہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا لیکن سزا ار ایسی ضرور تجویز کرنی چاہیئے جو عبرت کا موجب ہو سکے اور سزا ار کے اغراض حاصل ہوسکیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کئی ملزمین نے جن کے چالانات علحدہ علحدہ کئے گئے کئی بنڈی لکڑی خلاف احکام منتقل کی ہے اور ہماری رائے یہ ہے کہ جو سزا ار تجویز ہوئی ہے اس سے اغراض انصاف حاصل نہیں ہوتے۔ عدالت سشن کی تحریک یہ ہے کہ ایک ماہ قید اور پچاس روپیہ جرمانہ کی سزا ار تجویز کی جائے۔ ہماری رائے میں سزائے قید کی تجویز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مقدمۂ ہذا میں کوئی ایسا امر ملزم سے منسوب نہیں کیا گیا جس کے لئے سزائے قید تجویز کرنے کی ضرورت ہو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ملزم اس قسم کے جرائم کا عادی ہے۔ ان حالات میں ہماری رائے ہے کہ سزائے جرمانہ سے اغراض انصاف پورے ہو سکتے ہیں۔ لہذا

حکم ہوا کہ

عدالت سشن کی تحریک ترمیماً منظور۔ ملزم بجائے (۵) روپیہ کے (۵۰) روپیہ جرمانہ ادا کرے۔ بصورت عدم ادائی جرمانہ ایک ہفتہ قید با مشقت میں بسر کرے۔

ملزم کے ساتھ اور دیگر ملزمین شنکر یا۔ دھن جی۔ دھن سنگھ ہر داس اور تلسی رام کے بھی چالانات علحدہ ہوئے تھے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اور اُن کے مقابلہ میں بھی عدالت سشن کی تحریک وصول ہوئی ہے۔ اُن کے مقابلہ میں بھی یہ تجویز متصور ہوگی۔ اس تجویز کی ایک ایک نقل ان تمام اسلہ جن کے نشانات درج ذیل کئے جاتے ہیں بطور تجویز کے شریک کردئے جائیں۔

(۱) (۱۴۳۷) ۱۳۵۵ف (۲) (۱۴۳۸) ۱۳۵۵ف (۳) (۱۴۳۹) ۱۳۵۵ف (۴) (۱۴۴۰) ۱۳۵۵ف (۵) (۱۰۲) ۱۳۵۶ف۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر پریزیڈنٹ و آنریبل مسٹر وینکٹ لکشمن ریڈی صاحب و آنریبل مولوی محمد مرتضیٰ خاں صاحب اراکان

سنہ ۱۳۵۲ف
نمبر مقدمہ ۱۲۲ و ۱۲۳ سنہ ۱۳۱
منفصلہ ۱۸ ر مہر ۱۳۵۵

سرکار عالی مرافع بنام بودی لبنا وغیرہ مرافعہ علیہ

مرافعہ بناراضی تجویز جلسۂ منفصلۂ عدالت العالیہ مورخہ ۲۴ ر امرداد سنہ ۱۳۵۲ف۔

سرکار عالی
بنام
بودی لسنا

فرمان مبارک مرقومہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ جوڈیشل کمیٹی کی رائے سے صرف ایک ملزم کی سزا سے اختلاف فرماتے ہوئے یہ حکم محکم شرف صدور لایا ہے کہ بجائے سزائے موت کے حبس دوام کی سزا دیجائے۔

دو رائیں قائم ہوسکتی ہوں تو ملزم کے مفید رائے کو ترجیح دیجائے گی۔ ملزمین کے افعال سے قیاس۔ دفعہ (۱۶۰) ضابطہ فوجداری۔ پرچہ ابتدائی کی نسبت لازمی نہیں ہے کہ موقع واردات پر جانے کے قبل ہی جاری کی جائے۔ دفعہ (۷) تعزیرات۔ بنیت مشترکہ کا قیاس۔

تجویز ہوئی کہ (۱) اگر کسی امر کے متعلق دو رائیں قائم ہوسکتی ہوں تو فوجداری مقدمہ میں اس رائے کو ترجیح دیجائے گی جو ملزم کے مفید ہو۔ مثلاً مقدمہ ہذا میں ہم اس رائفل کی برآمدگی سے کوئی اثر کسی ملزم کے مقابلہ میں نہیں لیتے جس کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ملزم کے قبضہ سے ہی برآمد ہوئی یا یہ کہ یہ اس کی ملکی ہے وغیرہ۔

(۲) جب کثیر تعداد میں اشخاص کسی مکان پر قتل کی نیت سے حملہ آور ہوں تو اُس کی بابت کوئی قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ کن حالات میں کیا عمل کریں گے۔ اور اگر کوئی قیاس کیا بھی جاسکے تو اس کو اس قدر اہمیت نہیں دیجاسکتی کہ اُسکی بناء پر متعدد گواہوں کے حلفی بیانات کو جھوٹا قرار دیدیا جائے۔ ان حالات میں حملہ کرنے والے اشخاص کے افعال زیادہ تر جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں اور ہر شخص ایسا فعل کرتا ہے جس کا اُس کو اُسی وقت خیال آجاتا ہے۔

(۳) ہماری رائے میں ملزم کے وکیل کی یہ بحث قابل قبول نہیں ہے کہ اگر مفتش نے مقدمہ میں اپنے مقام واقعہ کو روانہ ہونے سے پہلے پرچہ کو روانہ نہیں کردیا تو قیاس یہی ہونا چاہیئے کہ اُنہوں نے کسی مقصد سے اُس کی اجرائی کو روکا تھا اور وہ مقصد بجز اس کے کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ اپنے حسب دلخواہ مقدمہ میں کارروائی کرسکیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دفعہ (۱۶۰) ضابطۂ فوجداری کے الفاظ اسبارے میں صاف نہیں ہیں کہ لازماً مفتش کو مقام واقعہ پر روانگی کے قبل پرچہ تھانہ سے روانہ کرہی دینا چاہیئے۔ دفعہ نے صرف پرچہ کی اجرائی اور مفتش کے موقعہ پر روانگی دونوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ (اُس سے یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ پرچہ روانہ کرکے ہی مفتش کو مقام واقعہ پر ہی جانا چاہیئے)۔

(۴) یہ بحث بالکل صحیح ہے کہ فوجداری مقدمہ میں نیت مشترکہ کے اثبات کے بغیر دفعہ (۷)

مرافعہ بنارا ضی تجویز جلسہ منفقہ عدالت العالیہ مورخہ ۲۴ امرداد ۱۳۵۲ف۔

سرکار عالی
بنام
بودی بسپا

تعزیرات آصفیہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یعنی اگر مثل میں اس کا مواد نہ ہو کہ جس سے نیت مشترکہ مستنبط کی جا سکے تو اس دفعہ کو متعلق نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ نیت کوئی ایسی شئے نہیں ہے جس کا ہر صورت میں کوئی علیحدہ ثبوت پیش ہو سکے اس کے وجود یا عدم کی بابت مقدمہ کے جملہ حالات گرد و پیش کے واقعات اور ملزمین کے طرز عمل پر غور کر کے ہی کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ (مقدمہ زیر بحث میں اس کے خاص حالات کے تحت یہ قیاس کیا گیا کہ جتنے لوگ بوقت واقعہ حاضر تھے سب کی نیت یہ تھی کہ مقتولین کو ہلاک کیا جائے)۔

منجانب مرافع مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار۔
منجانب مرافعہ علیہم نواب اصغر یار جنگ بہادر کونسل و مولوی لیاقت اللہ صاحب قریشی ایڈوکیٹ و مسٹر ایم گوئندراؤ صاحب وکیل۔

فیصلہ:- ۳۱ خورداد اور یکم تیر ۱۳۵۰ف کی درمیانی شب میں دو تین بجے کے قریب نیلکنٹھ راؤ اور اس کا کمسن لڑکا ایشونت راؤ کو اس کے باغ واقع موضع اودبال تعلقہ سندھنور ضلع رائچور میں نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا کوتوالی متعلقہ نے اس واردات کا ذمہ دار (۱۴) اشخاص کو قرار دیا جن میں سے ایک مسمی گیا نیا کو مفرور ظاہر کر کے بقیہ تیرہ ملزمین مسمیان گوڈر اپا[1] - بسپا[2] کل منی راپا - توڑکی امرپا[3] - توڑکی ایرپا[4] - بودے بسپا[5] - تلے خان[6] رودرپا - ناگر گربا[7] گوڈرمڈیپا[8] - گوڈر ہنمنت راپا[9] - بسونت راپا[10] - راپا[11] - کریکل امرپا[12] - گوڈر رودرپا[13] کو چالان عدالت کیا اور مقدمہ سپرد سشن ہوا۔ عدالت سشن نے بعد تحقیقات ان میں سے ملزمین نمبر (۱-۲-۳-۵-۹-۱۱-۱۳) کے حق میں موت کی سزا تجویز کی اور ملزمین نمبر (۴-۶-۸-۱۰-۱۲) کو بری فرما دیا۔ ملزم نمبر (۷) کو اس نے قتل عمد کے جرم سے بری کر کے اس کے حق میں بجرم سرقہ تحت دفعہ (۳۱۶) تعزیرات ایک سال قید کی اور بجرم ضرر چھ ماہ قید کی سزا تجویز کی۔ جن ملزمین کے حق میں اس نے موت کی سزا تجویز کی تھی ان میں سے اس نے علاوہ اس سزا کے ملزم نمبر (۵) کے مقابلہ میں ایک سال ملزم نمبر (۹) کے مقابلہ میں چھ ماہ اور ملزم نمبر (۱۱) کے مقابلہ میں ایک سال قید کی مزید سزا بھی تجویز کی۔ چالان میں بلوہ کا جرم بھی عائد کیا گیا تھا اور عدالت سپرد کنندہ میں جو فرد جرم مرتب ہوئی تھی اس میں بھی اس جرم کا اندراج تھا۔ اس کے علاوہ جرم نقب زنی تحت دفعہ (۳۸۸) بھی لگایا گیا تھا۔ لیکن عدالت سشن نے ان ہر دو جرائم میں سے کسی کا کوئی تذکرہ اپنی تجویز میں نہیں کیا جس کا قانونی نتیجہ یہ ہے کہ جملہ ملزمین ان ہر دو جرائم سے بری متصور ہوں گے۔ چونکہ مقدمہ میں موت کی سزا تجویز ہوئی تھی اس لئے وہ تصحیحاً عدالت العالیہ میں روانہ کیا گیا اور

سرکار عالی
بنام
بودی کسنا

پانچ ملزمین کی بالکلیہ برأت اور ملزم نمبر (۷) کی جرم قتل عمد سے برأت کی ناراضی سے منجانب سرکار عدالت العالیہ میں مرافعہ بھی کیا گیا۔ لیکن جرائم بلوہ و نقب زنی سے جو ملزمین سزایاب بری ہو گئے تھے اُس کی ناراضی سے کوئی مرافعہ اُن کے مقابلہ میں نہیں کیا گیا۔ مرافعہ سرکار میں جو اطلاعنامہ جات مرافعہ علیہم کے نام جاری ہوئے۔ اُن میں سے ملزمین نمبر (۴-۷ و ۱۰) کے اطلاعنامہ جات کی تعمیل نہ ہو سکی اس لئے عدالت العالیہ نے اُن کے مقابلہ میں کوئی تجویز نہیں کی۔ البتہ ملزمین نمبر (۶-۸-۱۲) کے مقابلہ میں اُس نے سرکار کا مرافعہ منظور کر کے اُن کے حق میں بجرم قتل عمد قید دوام کی اور بجرم بلوہ ایک ایک سال قید باشقت کی سزا تجویز کی اور ملزمین سزایاب کے منجملہ بودی ملزم نمبر (۵) کے حق میں سزائے موت کو بحال رکھا۔ البتہ ملزمین نمبر (۱-۲-۳-۹-۱۱-۱۳) کے حق میں بجائے سزائے موت کے قید دوام کی سزا تجویز کی اور مثل کو حصول منظوری کے لئے محکمۂ سرکار میں روانہ کیا۔ ملزمین نے محکمۂ سرکار میں درخواست پیش کی جس کی بنا پر یہ مقدمہ تحت دفعہ (۲۶) ضابطۂ جوڈیشل کمیٹی اظہار رائے کیلئے جوڈیشل کمیٹی میں روانہ کیا گیا۔ دو ملزمین گو در ملریڈی و کریکل امریا کو بحکم عالیجناب صدر اعظم بہادر ضمانت پر رہا فرمایا گیا تھا اور اُن کی جانب سے وکالتاً پیروی ہوئی ہے۔ بقیہ ملزمین سزایاب اصالتاً و وکالتاً حاضر تھے اور ہم نے وکلاء فریقین کے تفصیلی مباحث سماعت کر لئے ہیں۔

مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ نیلکنٹھ راؤ مقتول موضع کا متمول اور ذی اثر شخص تھا جس کو عام طور پر راجہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ شب وقوعہ وہ اپنے باغ میں مع اپنے اہل خاندان اور ملازمین کے سو رہا تھا کہ بہت سے اشخاص تلوار۔ کلہاڑی۔ جمبیہ اور لٹھوں سے مسلح ہو کر آئے اور ٹٹی کو کاٹ کر اُس برآمدے میں داخل ہوئے جہاں مقتول اپنی زوجہ داشتہ اور دختران وغیرہ کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ یہ لوگ اُن کے آنے سے مطلع ہو کر پچھلے کرہ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ لیکن حملہ آوروں نے جلد ہی دروازہ کو توڑ دیا اور اندر جا کر ہر دو مقتولین کو قتل کر دیا اس واردات میں تین اشخاص مسماۃ ہنموا گواہ نمبر (۳) و مسماۃ چنما گواہ نمبر (۷) اور مدگیا گواہ نمبر (۸) متضرر بھی ہوئے ہیں اول الذکر گواہ مقتول کی داشتہ تھی۔ مسماۃ چنما بھی مقتول کے ساتھ اُس مکان میں رہتی تھی اور مدگیا مقتول کے پاس چوکیدار تھا اور شب وقوعہ ایک دوسرے ملازم نبی صاحب گواہ نمبر (۱۰) کے ہمراہ مکان کے بیرونی حصہ میں سو رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قاتلین اپنے ہمراہ مقتول کی ایک رائفل بھی لے گئے جو اُس کی زوجہ نے اُسی وقت اُس کو فائر کرنے کی غرض سے دی تھی۔ لیکن پریشانی کے عالم میں اُس وقت کوئی فائر نہیں کیا جا سکا۔ اس واردات کی رپورٹ یکم تیر ۱۳۵۱ف کو پولیس ٹپیل موضع نے کوتوالی متعلقہ کے پاس روانہ کی جس میں (۱۴) اشخاص کے نام بحوالہ بیان

سرکار عالی بنام بوری لیستا

بیوہ و دختر مقتول بطور مرتکبین جرم درج کئے گئے ۔ ان چودہ اشخاص میں جملہ دہ ملزمین شامل ہیں جن کے متعلق ہمیں اس وقت تجویز کرنی ہے ۔ اس رپورٹ میں یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ ملزمین مقتول کی رائفل بھی ساتھ لے گئے اس لئے ملزمین کے لائق وکیل نے یہ بحث کی ہے کہ واردات کا یہ جزو بعد میں مصنوعی طور پر لیا گیا ہے اور اس تصنع کا مقصد صرف یہ ہے کہ مقتول کی ایک رائفل کسی ملزم سے فرضی طور پر برآمد کر کے اُس کے خلاف ثبوت مہیا کیا جاسکے ۔ جن حالات میں قتل کا ارتکاب کیا گیا ہے اُس کے مدنظر بعد واقعہ مقتولین کے عزیزوں کی جو حالت ہوگی اُس کا اندازہ ہم کرسکتے ہیں اس لئے اگر اس پریشانی کے عالم میں ورثاء کے بیان میں کوئی واقعہ ترک ہوگیا ہو تو معمولاً اُس کا کوئی زیادہ اثر نہیں لیا جاسکتا ۔ لیکن پھر بھی چونکہ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ مقام واقعہ پر کوئی فیر کیا گیا نہ یہ بیان کیا گیا کہ جو کارتوس زوجہ مقتول نے اُس وقت مقتول کو دئے تھے وہ کیا ہوئے اس لئے رائفل کا معاملہ ایک حد تک غور طلب ہوگیا ہے اور چونکہ اصول یہ ہے کہ اگر کسی امر کے متعلق دو رائیں قائم ہوسکتی ہوں تو فوجداری مقدمہ میں اس رائے کو ترجیح دیجائے گی جو ملزم کے مفید ہو اس لئے مقدمۂ ہذا میں ہم اس رائفل کی برآمدی سے کوئی اثر کسی ملزم کے مقابلہ میں نہ لیں گے ۔

مقدمہ کی تجویز کا انحصار زیادہ تر گواہان رویت کے بیانات پر ہے ۔ عدالت سشن میں جملہ (۲۶) گواہ استغاثہ کی جانب سے پیش ہوئے تھے ۔ جن میں سے ینکما گواہ نمبر (۲) ہنموا گواہ نمبر (۳) دودما گواہ نمبر (۴) ۔ دھرما گواہ نمبر (۵) چینا گواہ نمبر (۷) اور امیر علی گواہ نمبر (۹) نے رویت کی شہادت ادا کی ہے ۔ ان میں سے گواہ نمبر (۲) مقتول کی زوجہ تھی ۔ گواہ نمبر (۳) اُس کی داشتہ تھی گواہان نمبر ۴ و ۵ اُس کی ہمشیرگان تھیں اور گواہ نمبر (۷) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اُس کے ساتھ رہتی تھی ۔ گواہ نمبر (۹) تحصیل سندھنور کا چپراسی ہے اور اس کا بیان ہے کہ وہ مالگزاری وصول کرنے کے لئے مقتول کے پاس آیا تھا اور چار پانچ روز سے اُن کے باغ میں ایک راوٹی میں مقیم تھا ۔ رات کو اُسے رانی صاحبہ گواہ نمبر (۲) نے آکر اُٹھایا اور کہا کہ راجہ صاحب کو مار رہے ہیں تو اُس نے دوڑ کر سیڑھیوں پر سے یہ واقعہ دیکھا ۔ اس شہادت رویت کے علاوہ دو اور اشخاص مدگپا گواہ نمبر (۸) اور نبی صاحب گواہ نمبر (۱۰) کے بیانات بھی مثل میں موجود ہیں جن کا بیان ہے کہ وہ اُسی احاطہ میں بوقت واقعہ سو رہے تھے ۔ ہم نے ان گواہوں کے بیانات کو پڑھا اور اُن پر احتیاط کے ساتھ غور کیا ہے ۔ دونوں مقتول کے پنچنامہ جات بتاریخ یکم تیر ۱۳۵۱ف مرتب ہوئے جن کے ثابت کرنے کے لئے امرپا گواہ نمبر (۱۸) کو پیش کیا گیا ہے اُس کے اور نیز مفتش کے بیان سے یہ ثابت ہے کہ مقتول کے کمرہ کے پتھروں پر اور نیز دوسری اکثر اشیاء پر

سرکار عالی
بنام
بودی لیستا

خون کے بکثرت نشانات تھے - اس بارہ میں ہمیں اُن کے بیانات میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اس لئے اسپر اطمینان کیا جاسکتا ہے کہ قتل کی واردات مقتولین کے مکان ہی میں وقوع پذیر ہوئی اس لحاظ سے یہ امر بالکل قرین قیاس ہے کہ مقتول کی زوجہ داشتہ اور دختران وہاں موجود تھیں اور انہوں نے اس واقعہ کو دیکھا ہے - ان میں سے مقتول کی داشتہ مسماۃ ہیمو استغاثہ رہی ہوئی ہے - مستورات میں سے چینما گواہ نمبر(۷) ایسی ہے جسکی کوئی قریبی قرابت مقتول سے معلوم نہیں ہوتی لیکن اس کا بیان ہے کہ وہ عرصہ سے مقتول کے مکان ہی میں رہتی تھی اور چونکہ وہ بھی اس واردات میں متضرر ہوئی ہے اس لئے اس کے بھی بوقت واقعہ موجود ہونے میں کوئی قوی شبہ نہیں کیا جاسکتا - جو اشخاص اپنا باہر سونا بیان کرتے ہیں اُن میں سے مدگپا گواہ نمبر(۸) بہت زیادہ زخمی ہوا ہے اس لئے اس کی نسبت بھی یہ شبہ کرنا مشکل ہے کہ وہ بوقت واقعہ موجود نہ تھا - اس طرح گواہان نمبر(۲-۳-۴-۵-۷ و ۸) کی نسبت تو بہت قوی قیاس یہ ہے کہ یہ اشخاص شب واقعہ مقتولین کے مکان میں موجود تھے اور انہوں نے واردات یا اُس کے کسی جزو کو دیکھا ہے - البتہ گواہان نمبر(۹ و ۱۰) کے متعلق اُن کے خود کے بیان بعض دوسری لسانی شہادت کے علاوہ کوئی اور وجہ اس قیاس کی نہیں ہے کہ وہ اُس شب کو وہاں تھے - واقعہ کی جو کیفیت بیان کی جاتی ہے اُس کے لحاظ سے یہ قیاس بھی قائم ہوتا ہے کہ حملہ آورین کافی تعداد میں آئے تھے اور اُن میں سے بیشتر مسلح تھے جس کی وجہ سے اس قدر اشخاص اُن کی مدافعت نہ کرسکے نہ مقتولین کو کوئی مؤثر امداد پہنچا سکے - ان حالات میں غور طلب امر صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہ گواہ جن کی موجودگی میں ہمیں شبہ نہیں ہے رات کے وقت حملہ آورین کو شناخت کرسکے ہوں گے یا نہیں - لائق وکیل ملزمین نے ایسی بحث میں اپنی پوری توت صرف کی ہے اور واقعی اسی امر کے تصفیہ پر مقدمہ کے فیصلہ کا انحصار ہے کیونکہ جس حیثیت کے اشخاص مقتول کے ورثاء یا دیگر گواہان ہیں اُس کے لحاظ سے یہ امر بہت ہی بعید از قیاس ہے کہ انہوں نے اصل حملہ آور ہی کو شناخت کرلینے کے باوجود اُن کو چھوڑ کر بلا وجہ ملزمین کو پھنسانے کی کوشش کی ہوگی - شب واقعہ ۱۸ و ۱۹ ربیع الثانی کی درمیانی رات تھی اس لئے واقعہ کے وقت کافی چاندنی معمولاً ہونی چاہئے تھی - وکیل ملزمین کی بحث یہ ہے کہ بعض گواہوں کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت واقعہ کچھ ابر آگیا تھا - لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ خورداد اور تیر کے مہینوں میں اگر مطلع کچھ ابر آلود بھی ہو تو چاندنی رات میں اس قدر اندھیرا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص قریب سے اُن لوگوں کو شناخت نہ کرسکے جن سے وہ واقف ہو - مدگپا گواہ نمبر(۸) کھلے مقام پر سو رہا تھا اور چونکہ اُس کے جسم پر آٹھ ضربات پائے گئے اس لئے قیاس یہ ہے کہ اُس نے کچھ دیر تک اپنے مارنیوالے

سرکار عالی بنام بودی لبسنا وغیرہ

اشخاص کو دیکھا ہوگا یہ صحیح ہے کہ اُس نے مقتولین میں سے کسی کو ضربات پہونچائے جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کیونکہ حملہ آورین نے اُس حصہ مکان میں داخل ہونے سے پہلے جس میں مقتولین مع مستورات کے سو رہے تھے اس کو ضربات پہنچا کر بیہوش کر دیا تھا۔ لیکن مقدمہ کے جملہ حالات پر نظر کرتے ہوئے اس میں شبہ نہیں رہتا کہ جن اشخاص نے اس گواہ کو ضربات پہونچانے میں حصہ لیا ہے اُنہوں نے مقتولین کو بھی ہلاک کیا ہے اُس نے چار ملزمین نمبر (۳-۵-۱۱-۱۳) کی بابتہ اس کا تعین کیا ہے کہ اُنہوں نے خود اُس کو اُس وقت ضربات پہنچائے جبکہ اُس نے ملزمین کو ٹٹی کاٹنے سے منع کیا تھا بقیہ ملزمین کی موجودگی بھی وہ بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ ٹٹی توڑ رہے تھے۔ اس گواہ کے بیان پر معمولی سی جرح کی گئی ہے اور اس کی کوشش نہیں کی گئی کہ ملزمین کی شناخت کر لینے کو مشتبہ کیا جا سکے۔ اُس کے عدالت منصفی اور عدالت سشن کے بیانات میں کچھ اختلاف کی جانب توجہ دلائی گئی۔ لیکن ہماری رائے میں وہ اختلافات اس قدر جزوی ہیں کہ سچے سے سچے گواہ کے بیانات بھی اگر مختلف اوقات میں کافی فصل سے لئے جائیں تو اُن میں ایسے اختلافات کا ہو جانا لازمی امر ہے اس کے بیان سے جملہ ملزمین کا تعین ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹٹی توڑ کر اُس حصہ مکان میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ جہیں مقتولین سو رہے تھے۔ ہمیں اس گواہ کو جھوٹا قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اگر دیگر ملزمین کی شناخت پر کچھ شبہ بھی کیا جا سکے تو اُن چار ملزمین کی بابتہ کوئی شک نہیں رہتا جن کا اُسے ضربات پہنچانا اُس نے بیان کیا ہے۔ ملزمین چونکہ اُسی گاؤں کے باشندہ ہیں اس لئے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اُس کو شناخت میں دشواری ہوئی ہو گی۔ اُس گواہ کا بیان ہے کہ نبی صاحب گواہ نمبر (۱۰) بھی اُس کے ہمراہ سو رہا تھا۔ نبی صاحب بھی اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہے اور اُس نے بھی جملہ ملزمین کی شناخت کی ہے لیکن چونکہ اُس کا بیان ہے کہ وہ مودکیا کے پکارنے پر اُٹھا اور یہ دیکھتے ہی کہ تین ملزمین اُس کو مار رہے ہیں گاؤں کی طرف بھاگ گیا۔ اس لئے ہم اس گواہ سے ملزمین کی شناخت کر لینے کو بہت زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہیں ہیں کیونکہ اس نے پریشانی کے عالم میں دور سے حملہ کرنے والے اشخاص کو دیکھا ہے۔ بقیہ گواہان رویت نے ملزمین کو اس وقت دیکھا ہے جبکہ وہ برآمدہ میں یا کمرہ میں داخل ہو گئے تھے اور گو چاندنی رات میں برآمدہ میں بلکہ کمرہ کے اندر بھی کچھ نہ کچھ روشنی ہوتی ہے۔ لیکن اگر شناخت کا انحصار محض قندیل کی روشنی پر ہی ہوتا تو شاید ہمیں ان اشخاص کی شناخت پر بھروسہ کرنے میں کچھ تامل ہوتا۔ لیکن جملہ گواہ اس پر متفق ہیں کہ شب وقوعہ کمرہ میں قندیل جل رہی تھی جس کو ملزمین واپس جاتے وقت توڑ گئے چونکہ اس قندیل کا تذکرہ رپورٹ ابتدائی میں نہیں ہے

سرکار عالی
بنام
بوری اسنا

اس لیے لائق وکیل صاحب ملزمین کی بحث ہوئی کہ قندیل کا واقعہ بعد میں محض اس وجہ سے گھڑ لیا گیا ہے کہ ملزمین کی شناخت کو قوی بنایا جاسکے ۔ ہماری رائے یہ ہے کہ رپورٹ ابتدائی بعض پریشانی کے عالم میں کی گئی ہے اُس کے مدنظر اس کی توقع ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ واقعات کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے تمام جزئیات کا اُس میں اندراج کر دیا جائے گھر کے مالک اور اُس کے کمسن فرزند کو تمام عزیزوں کے سامنے نہایت بیدردی اور سفاکی سے قتل کر دیا گیا تھا اور اُن کی نعش ابھی وہیں پڑی ہوئی تھیں ایسی حالت میں گھر کی عورتوں کی جو کیفیت ہوگی اُس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اس لئے اگر قندیل کے وجود کا تذکرہ رپورٹ میں ترک ہو گیا ہے تو اُس کا یہ نتیجہ نہیں ہے کہ تمام گواہان رویت کا یہ حلفی بیان جھوٹا ہے کہ شب وقوعہ قندیل جل رہی تھی ۔ واقعہ کے دوسرے روز ہی دونوں نعشوں کا پنچنامہ مرتب کیا گیا اور ڈیلکنڈہ راؤ کے پنچنامہ میں اُن اشیاء کی فہرست درج ہے جو نعشوں کے قریب بتائی گئی اس فہرست کے نمبر (۲۴) پر قندیل کا اندراج موجود ہے ۔ نیز اُس پنچنامہ کے خانہ نمبر (۱۲) میں بھی قندیل کا تذکرہ ہے اور اس قیاس میں زیادہ قوت معلوم نہیں ہوتی کہ واقعہ کے دوسرے روز سے ہی مقدمہ میں صنعت گری شروع ہو گئی غرض ہماری رائے ہے کہ گواہان رویت کا یہ بیان جھوٹا نہیں ہے کہ بوقت واقعہ قندیل وہاں موجود تھی ۔ لیکن وکیل صاحب ملزمین کی دوسری بحث ہوئی کہ جملہ گواہان متفق ہیں کہ ملزمین نے اس قندیل کو توڑ دیا تھا جس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتی تھی کہ ملزمین کی یہ کوشش تھی کہ وہ شناخت نہ کئے جاسکیں اس لئے قیاس یہی ہے کہ اُنہوں نے فوراً داخل ہوتے ہی قندیل کو پھوڑ دیا ہوگا اور اس کا انتظار نہ کیا ہوگا کہ اُس کی روشنی میں وہ شناخت کئے جاسکیں ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب اس قدر کثیر تعداد کے اشخاص کسی مکان پر قتل کی نیت سے حملہ آور ہوں تو اس کی بابت کوئی قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کن حالات میں کیا عمل کریں گے اور اگر کوئی قیاس کیا بھی جاسکے تو اس کو اس قدر اہمیت نہیں دی جاسکتی ہے کہ اُس کی بناء پر متعدد گواہوں کے حلفی بیانات کو جھوٹا قرار دیا جائے ان حالات میں حملہ کرنے والے اشخاص کے افعال زیادہ تر جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں اور ہر شخص ایسا فعل کرتا ہے جس کا اُس کو اُسی وقت خیال آجائے ۔ اس کا امکان ہے کہ حملہ آورین کو اول قندیل توڑنے کا خیال نہ آیا ہو ۔ اول اُنہوں نے اس کو اس لئے جلتا چھوڑ دیا ہو کہ اُس کی روشنی میں وہ خود اُن اشخاص کو دیکھ سکیں جن کو وہ قتل کرنا چاہتے ہیں اور اندھیرے میں وہ غائب نہ ہو سکیں بہرصورت ہم گواہوں کے اس حلفی بیان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ قندیل اُس وقت پھوڑی گئی جبکہ ملزمین جا رہے تھے اور جب تک واردات ہوتی رہی وہ روشن تھی اور اُس کی روشنی میں گواہان اُن اشخاص کی شناخت کر سکتے تھے جنہوں نے حملہ کیا تھا ۔ اس امر کی

سرکار عالی
بنام
بودی بسپا

کہ حملہ آورین کی شناخت وقت پر ہوگئی تھی۔ سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ پولیس پٹیل کی رپورٹ میں جو واقعہ کے تھوڑی ہی دیر بعد کردی گئی تھی زوجہ مقتول کے بیان کے حوالہ سے تمام حملہ آورین کے نام تفصیل سے درج کردیے گئے ہم اوپر یہ لکھ چکے ہیں کہ اُس وقت زوجہ مقتول کی حالت ایسی ہرگز نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ کوئی تصنع کرسکے اگر وہ حملہ کرنے والے اشخاص کی شناخت نہ کرسکتی تو وہ لازماً اس کی کوشش کرتی کہ اصل مرتکبین جرم کا پتہ لگا کر اُن کو ماخوذ کرایا جائے اور وہ یہ بیان کرتی کہ اندھیرے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے وہ مرتکبین جرم کی شناخت نہ کرسکی اصل مجرمین کی تلاش کی جائے اور اُن کو کیفر کردار کو پہنچایا جائے اُس کا باطمینان تمام فوراً ہی جملہ ملزمین کے نام اس سلسلہ میں بتا دینا اس قیاس کو تقویت دیتا ہے کہ مرتکبین جرم کی شناخت وقت پر کرلی گئی تھی۔ لائق وکیل ملزمین کو خود بھی اس دلیل کی قوت کا احساس تھا۔ اس لئے اُنہوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ رپورٹ وہ نہیں ہے جو واقعہ کے بعد فوراً کی گئی۔ بلکہ امین صاحب کوتوالی نے موقع پر آنے کے بعد غور و فکر کرکے اس کو مرتب کرالیا ہے اُن کی اس بحث کی تائید کسی شہادت مشمولہ مثل سے نہیں ہوتی۔ لیکن اُن کو اس بحث کا موقعہ اس وجہ سے ملا ہے کہ جو پرچہ اطلاع واردات اس واقعہ کی بابت کوتوالی متعلقہ سے ناظم فوجداری کے پاس بھیجا گیا ہے اُس پر ۴ تیر ۱۳۵۱ف کا موصولہ پڑا ہوا ہے اُن کی بحث یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو اس پرچہ پر تاریخ اجرائی یکم تیر ۱۳۵۱ف لکھ دی گئی ہے لیکن دراصل یہ تھانہ سے ۳ تیر کو جاری ہوا۔ اس لئے اس تاریخ تک منتظم کوتوالی کو اس کا موقع تھا کہ مقدمہ کو جس رنگ میں وہ چاہیں بدل دیں۔ مفتش مقدمہ کا بیان عدالت سشن میں ہوا ہے اور اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ پولیس پٹیل کی رپورٹ تھانہ میں یکم تیر ۱۳۵۱ف کو صبح ہی میں وصول ہوگئی تھی۔ اُس کی بنا پر اُنہوں نے پرچہ اطلاعی کا مسودہ مرتب کیا اور فوراً مقام واقعہ کو روانہ ہوگئے۔ تھانہ میں اُس مسودہ کا مبیضہ کیا گیا جس کو اُن کے دستخط کے لئے مقام واقعہ کو روانہ کیا گیا اور وہاں اُنہوں نے اُس پر دستخط کردیے اور یکم تیر ہی کو وہ تھانہ سے جاری کردیا گیا۔ لیکن چونکہ ٹپہ خانہ قصبہ ملکانور سے دن میں صرف ایک مرتبہ صبح کو (۹) بجے نکلتا ہے اس لئے یہ پرچہ یکم تیر کو نہیں نکل سکا ہوگا۔ بلکہ ۲ تیر کو روانہ ہوا ہوگا۔ اس بیان پر اگر اعتبار کیا جائے تو پرچہ عدالت میں جلد سے جلد ۳ تیر کو پہنچ سکتا تھا۔ لیکن چونکہ اُس تاریخ پر جمعہ کا دن واقع ہوا تھا۔ اس لئے اُس روز موصولہ نہیں ڈالا جاسکتا تھا۔ کونسل صاحب ملزمین کی بحث ہوئی کہ مفتش مقدمہ کی یہ توجیہ تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ (۱۶۰) میں یہ حکم ہے کہ

سرکار عالی بنام بودی لبسنا

منتظم تھانہ جرم کے ارتکاب کا گمان ہوتے ہی اُس کی اطلاع ناظم فوجداری کو دیگا اور اُس کے بعد تفتیش کی غرض سے مقام واقعہ کو روانہ ہوگا۔ اس لئے اگر مفتش نے مقدمہ میں اپنے مقام واقعہ کو روانہ ہونے سے پہلے پرچہ کو روانہ نہیں کردیا تو قیاس یہی ہونا چاہئے کہ اُنہوں نے کسی مقصد سے اُس کی اجرائی کو روکا تھا اور وہ مقصد بجز اس کے کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ اپنے حسب دلخواہ مقدمہ میں کارروائی کرسکیں۔ ہماری رائے میں یہ بحث قابل قبول نہیں ہے۔ ضابطہ فوجداری کے الفاظ اسبارہ میں صاف نہیں ہیں کہ لازماً مفتش کی مقام واقعہ پر روانگی سے قبل پرچہ تھانہ سے روانہ کرہی دیا جائے بلکہ دفعہ نے پرچہ کی اجرائی اور مفتش کی موقعہ پر روانگی دونوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن دفعہ میں الفاظ کی جو ترتیب ہے اگر اس کی وجہ سے یہ سمجھا بھی جائے کہ مفتش کے لئے روانگی سے قبل پرچہ روانہ کردینا ضروری ہے۔ تب بھی مقدمہ ہذا کے واقعات کے لحاظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر مفتش سے اسبارہ میں کوئی فروگذاشت ہوئی ہے تو اُن کے خلاف کوئی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ ایک متمول اور ذی اثر شخص اور اُس کے فرزند کے بیرحمانہ طور پر قتل کردئے جانے کی اطلاع مفتش کو ملی تھی۔ مقام واقعہ جیسا کہ خود پرچہ اطلاعی کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے۔ تھانہ سے صرف تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ جہاں مفتش بہت جلد پہنچ سکتے تھے پرچہ اطلاع واردات کے کئی پرت مرتب کرنے ہوتے ہیں جس میں کافی وقت صرف ہوتا ہے۔ فطرتاً مفتش کی یہ خواہش ہوگی کہ وہ جلد از جلد مقام واقعہ پر پہنچ جائیں تاکہ تعویق سے تفتیش میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔ اس لئے اگر اُنہوں نے تمام پرتوں کے مبیضہ ہونے کے انتظار میں وقت صرف کرنا ضروری نہ سمجھا ہو اور یہ ہدایت دیکر چلے گئے ہوں کہ پرچہ جات اطلاعی کے مبیضہ جات پر اُن کی دستخط مقام واقعہ پر کرائی جائیں جو قریب ہی تھا تو یہ امر زیادہ بعید از قیاس نہیں ہوسکتا نہ یہ امر ایسا ہے کہ محض اس کی بناء پر مفتش کے خلاف کوئی قیاس کیا جاسکے اور اُس کے حلفی بیان کو نظرانداز کیا جاسکے۔ البتہ اگر شبہ کرنے کی کوئی اور وجہ بھی مثل میں موجود ہوتی تو ممکن تھا کہ اُس کو اس واقعہ کے ساتھ ملانے سے کوئی نتیجہ پیدا کیا جاسکتا۔ پرچہ پر تاریخ اجرائی یکم تیر درج ہے اور مفتش کا حلفی بیان یہ ہے کہ پرچہ یکم تیر کو ہی ٹپہ کا وقت گذر جانے کے بعد تھانہ سے روانہ کردیا گیا تھا اور اگر وہ اس طرح روانہ کیا گیا ہو تو جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے اُسپر عدالت کا موصولہ ۲ تیر سے پہلے نہیں پڑسکتا تھا مثل میں کوئی ایسا مواد نہیں جس کی بناء پر مفتش کے اس بیان کو جھوٹا قرار دیا جاسکے اس لئے ہم وکیل صاحب ملزمین کی اس بحث کو قبول نہیں کرسکتے۔ غرض ہماری رائے یہ ہے کہ جو گواہ

سرکار عالی بنام بودی لبسنا

مقتول کے ساتھ برآمدہ میں سو رہے تھے اُن کو حملہ آورین کے شناخت کر لینے کا موقعہ تھا۔ اس تجویز کے بعد غور طلب امر صرف یہ ہے کہ آیا اُن کا یہ بیان قابل اعتبار ہے یا نہیں کہ اُنہوں نے فی الواقع حملہ کرنے والوں کو شناخت کر لیا تھا اور وہ یہی ملزمین حاضر اجلاس تھے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ یہ اشخاص اول وقت سے انہی ملزمین کا نام اس سلسلہ میں لے رہے ہیں اور جس حیثیت کے لوگ یہ گواہ ہیں اُس کے مدنظر یہ قیاس نہیں ہوسکتا کہ اصل مرتکبین جرم کو شناخت کر لینے کے باوجود اُنہوں نے ابتداء سے اُن کو چھوڑ کر بلا وجہ اُن ناکردہ گناہ ملزمین کا نام لینا شروع کر دیا ہوگا۔ ہم نے ان کے بیانات پر کافی غور کیا ہے اور ہمیں وہ جھوٹے معلوم نہیں ہوتے۔ ہر دو عدالتہائے تحت نے بھی اُن پر اعتبار کیا ہے اور ہم اُن کی تجویز سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے اب ہمیں صرف امیر علی گواہ رویت کے بیان پر غور کرنا باقی ہے۔ اس شخص کا چونکہ مقتول سے کوئی خاص تعلق نہ تھا اس لئے اس کے رات کو مکان میں موجود رہنے کا اس طرح قیاس نہیں ہوسکتا جس طرح دیگر گواہوں کے متعلق ہوسکتا ہے۔ لیکن جملہ گواہوں نے بالاتفاق اس کا موجود رہنا بیان کیا ہے اور اس کی ملزمین سے کوئی خاص عداوت ثابت نہیں ہوئی نہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ ورثاء مقتولین سے یا کوتوالی کے بہت زیادہ زیر اثر ہے اس لئے یہ قیاس کرنا آسان نہیں ہے کہ وہ بلا وجہ ان ملزمین کے خلاف حلف سے بیان دینے پر آمادہ ہوگیا ہوگا۔ اس کے بیان میں کوئی خاص کمزوری بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے ہمیں اس کی صداقت بیانی میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

ان جملہ گواہوں کے بیانات پر اگر غور کیا جائے تو تمام ملزمین کا تعین ہو جاتا ہے اور بطور واقعہ کے تحت کی دونوں عدالتوں نے جملہ ملزمین کی موقعہ پر موجودگی ثابت قرار دی ہے۔ لیکن عدالت سشن نے اُن میں سے پانچ ملزمین کو اس لئے بالکلیہ بری کر دیا کہ اُس کی رائے میں اُن کے کوئی خاص افعال ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن عدالت العالیہ نے اُن میں سے تین یعنی تلے خاں و ددرپا ملزم نمبر (٦) گوڈور ملریڈی ایا ملزم نمبر (١٨) و کریکل امرپا ملزم نمبر (١٣) کے حق میں قید دوام کی سزا تجویز کی۔ لیکن دو ملزمین نورنگی ایرپا ملزم نمبر (٢) اور مد لبسوونت راپا ملزم نمبر (١٠) کے اوپر چونکہ سمن کی تعمیل نہیں ہوسکی تھی اس لئے اُن کے مقابلہ میں اُس نے مرافعہ سرکار کا کوئی تصفیہ نہیں کیا۔ ناگرپا ملزم نمبر (٧) کو عدالت سشن نے قتل عمد سے بری کر کے خفیف جرائم میں سزا دی تھی منجانب سرکار اُس کے مقابلہ میں بھی مرافعہ کیا گیا تھا۔ لیکن اُس پر بھی چونکہ سمن کی تعمیل نہیں ہوسکی۔ اس لئے عدالت العالیہ نے اُس مرافعہ میں بھی کوئی تجویز نہیں کی جو اُس کے مقابلہ میں پیش کیا گیا تھا۔ اس طرح ملزمین

سرکار عالی بنام بودی لبسنا

(۲-۷-۱۰) کی بابتہ چونکہ ابھی تک عدالت العالیہ سے ہی کوئی تجویز نہیں ہوئی ہے اس لئے اُن کے مقدمات ہمارے روبرو نہیں ہیں - بقیہ تمام ملزمین کے متعلق ہمیں اُس وقت تجویز کرنی ہے - ان میں سے سوائے ملزمین نمبر (۶ - ۸ و ۱۴) کے بقیہ تمام کی بابتہ عدالت سشن اور عدالت العالیہ دونوں متفق ہیں کہ اُس کا اس جرم میں حصہ لینا ثابت ہے اور ہمیں بھی ان کی اس رائے سے اتفاق ہے - باقی رہے تین ملزمین متذکرۂ بالا اُن کی بابتہ بھی عدالت سشن اور عدالت العالیہ دونوں اسپر متفق ہیں کہ شہادت سے یہ ثابت ہے امر بوقت واقعہ یہ تینوں بھی اس مقام پر موجود تھے جہاں اُس ہولناک جرم کا ارتکاب کیا گیا تھا - عدالت سشن نے اس خیال سے ان کو بری کر دیا تھا کہ گواہوں نے ان ملزمین کے کسی خاص فعل کی صراحت نہیں کی - لیکن عدالت العالیہ نے مجموعہ تعزیرات کی دفعہ (۷) پر استدلال کر کے ان ملزمین کو بھی مجرم قرار دیا ہے - ان ملزمین کی جانب سے نواب اصغر یار جنگ بہادر کونسل نے بحث کی ہے اور اُنکی حجت یہ ہے کہ دفعہ (۷) کو اس مقدمہ کی صورت حال سے تعلق نہیں ہے - اس لئے ان ملزمین کی حد تک عدالت العالیہ کی تجویز غلط ہے دفعہ محولۂ بالا کا مضمون حسب ذیل ہے -

" جب ایک سے زیادہ شخص اپنی کسی نیت مشترکہ کی پیشرفت میں کسی فعل مجرمانہ کا ارتکاب کریں تو اُن میں سے ہر ایک اُس فعل کی پاداش میں اُسی طرح قابل مواخذہ ہوگا - گویا تنہا وہی شخص اُس کا مرتکب ہوا ہے "

لائق کونسل کی بحث یہ ہے کہ چونکہ اسبارہ میں کوئی شہادت پیش نہیں ہوئی ہے کہ ان تین ملزمین کی نیت دیگر ملزمین کے ساتھ مشترک تھی اس لئے اُس دفعہ کو متعلق نہیں کیا جا سکتا - اصولی طور پر یہ بحث بالکل صحیح ہے کہ نیت مشترکہ کے اثبات کے بغیر دفعہ محولۂ بالا کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور اگر مثل میں اس کا مواد نہو جس سے نیت مشترکہ مستنبط کی جا سکے تو ہم اس دفعہ کو متعلق نہیں کر سکتے تھے - لیکن جو مواد مثل میں موجود ہے اُس کی بنا پر بجز اس کے کوئی دوسرا قیاس کیا ہی نہیں جا سکتا کہ جملہ ملزمین کی نیت مشترک تھی - جوڈیشل کمیٹی کے اجلاس خمسہ نے بمقدمہ سدنا وغیرہ ملزمین بنام سرکار عالی مندرجۂ دکن لا رپورٹ جلد (۱۵) ص ۸۰ یہ طے کیا ہے کہ نیت کوئی ایسی شئے نہیں ہے جس کا ہر صورت میں کوئی علحدہ ثبوت پیش ہو سکے اُس کے وجود یا عدم کی بابتہ مقدمہ کے جملہ حالات گردوپیش کے واقعات اور ملزمین کے طرز عمل پر غور کر کے ہی کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے - اس مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ جرم کا ارتکاب نصف شب کے وقت ایسے مکان کے اندر ہوا جس میں مقتولین گھر کی مستورات کے ساتھ سو رہے تھے - مرتکبین جرم ایک ساتھ اُسی ٹٹی کو کاٹ کر

سرکار عالی
بنام
بدری بسنا

اندر داخل ہوئے جو حفاظت کے لئے لگائی گئی تھی اور جس شخص نے اُن کے اس طرح داخل ہونے میں مزاحمت کی اُس کو سخت مجروح کر دیا۔ اندر دو اشخاص کے قتل کا نہایت بیدردی کے ساتھ ارتکاب کیا گیا اور جو اشخاص اندر داخل ہوئے اُن میں سے بیشتر نے اُس میں عملی حصہ لیا جن دو تین اشخاص کا کوئی عملی حصہ عین جرم میں لینا ثابت نہیں ہو اُن کی بابتہ یہ بھی ظاہر نہیں ہوا کہ اُنہوں نے مقتولین کے ساتھ کسی ہمدردی کا یا مرتکبینِ جرم سے کسی بیزاری کا اظہار کیا جس کی کہ ایک خالی الذہن شخص سے ان حالات میں توقع ہو سکتی تھی بلکہ شہادت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب دونوں مقتولین کا کام تمام ہو گیا تو وہ بھی مرتکبین جرم کے ساتھ مقام واقعہ سے چلے گئے۔ ان حالات میں سوائے اس کے کوئی دوسرا قیاس کیا ہی نہیں جا سکتا کہ جو لوگ اس طرح اس مکان کے اندر داخل ہوئے اور مقام واقعہ پر بوقت واقعہ پائے گئے وہ سب بہ نیت مشترک کیسا تھ اندر داخل ہوئے تھے اور وہ نیت ہر دو مقتولین کو یا اُن میں سے کسی ایک کو قتل کر دینے کی تھی۔ عدالت ماتحت کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ تمام اُن اشخاص کو جو کسی جرم کے ارتکاب کے وقت تماشہ بینی کے لئے آ گئے ہوں مرتکب جرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اس مقدمہ کے واقعات کے لحاظ سے کسی ایسے شخص کی بابتہ جو ایسے حالات میں اور ایسے وقت مکان کے اندر داخل ہوا ہو جس کی صراحت اوپر کی گئی ہے یہ قرار دیا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ محض تماشہ دیکھنے کے لئے اندر داخل ہوا ہے۔ پریوی کونسل کے مقدمہ ہرندر کمار گھوش بنام سرکار قیصر ہند۔ مندرجہ انڈین اپیلس جلد (۵۲) ص ۴۰ کے بعد اس بحث کا امکان نہیں رہا ہے کہ دفعہ (۷) کا اطلاق صرف اُن اشخاص پر ہو سکتا ہے جنہوں نے جرم کے ارتکاب میں کوئی واقعی حصہ لیا ہو۔ نظیر مذکورۂ بالا سے چونکہ ہمارے ملک کے بھی متعدد مقدمات میں اتفاق کیا گیا ہے اس لئے اسبارہ میں کسی مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض جملہ حالات کے لحاظ سے ہماری رائے ہے کہ جملہ ملزمین کے معاملہ میں الزامات منسوبہ ثابت ہیں اور عدالت العالیہ کی تجویز ناقابل دست اندازی ہے۔

نگرانی فوجداری جلسہ متفقہ

باجلاس آنریبل مسٹر وینکٹ لکشمن ریڈی صاحب و آنریبل مولوی محمد عبد الحمید خاں صاحب ارکان

۱۳۵۴ ف
نمبر مقدمہ ۵۹۳
منفصلہ ۲۷م
اسفندار ۱۳۵۴ ف

نرسنگ پرشاد نگرانی خواہ بنام سرکار عالی طرفثانی

ضمانت پر رہائی۔ ضمانت پر رہائی کی صورت میں کن امور کو پیش نظر رکھنے کا لزوم۔

تجویز ہوئی کہ ضمانت کے سلسلہ میں عدالتوں کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا ملزم ایسا

نگرانی بناراضی تجویز ناظم صاحب عدالت فوجداری بلدہ مورخہ ۱۹؍ اسفندار ۱۳۵۴ ف۔

نرینددر پرشاد بنام سرکار عالی

خطرناک شخص ہے جس کی وجہ سے اس کا ضمانت پر رہا رکھا جانا نامناسب ہے۔ چونکہ کسی شخص کو اس وقت تک آزادی کا حق حاصل ہے جبتک کہ وہ خطرناک ثابت نہ ہو اور ضمانت کی درخواست کی صورت انتقامی نہ ہونی چاہئے۔

فیصلہ:۔ وکلاء فریقین کی بحث سماعت کی گئی۔ منجانب ملزم نریندر پرشاد ولد کیشو پرشاد درخواستہائے رہائی برضمانت تحت دفعہ (۴۶۹) تین مقدمات میں پیش کی گئی ہیں۔ عدالت تحت نے ان تینوں مقدمات میں بتاریخ ۱۹ اسفندار ۱۳۵۴ ف درخواست ضمانت کے پیش ہونے پر اس کو نامنظور کردیا ہے جس کی ناراضی سے درخواست رہائی برضمانت ہمارے روبرو پیش ہے۔

منجانب درخواستگزاران تینوں چالانات کے نقول باضابطہ پیش کئے گئے ہیں جن کو ہم نے ملاحظہ کیا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ تحقیقات عدالت فوجداری بلدہ میں ہو چکی ہے۔ صرف غور طلب یہ ہے کہ آیا حالات مقدمہ کے لحاظ سے ملزم کو دوران تحقیقات میں ضمانت پر رہا رکھا جانا مناسب ہے یا نہیں عدالت العالیہ نے متعدد مقدمات میں یہ اصول طے کیا ہے کہ ضمانت کے سلسلہ میں عدالتوں کو صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا ملزم ایسا خطرناک شخص ہے جس کی وجہ سے اس کا ضمانت پر رہا رکھا جانا نامناسب ہے۔ چونکہ کسی شخص کو اس وقت تک آزادی کا حق حاصل ہے جبتک کہ وہ خطرناک ثابت نہ ہو اور ضمانت کی درخواست کی صورت انتقامی نہ ہونی چاہئے۔ منجانب ملزم معلوم ہوتا ہے کہ عدالت تحت میں یہ بھی وعدہ کیا گیا تھا کہ دوران مقدمہ میں اسیر پر یہ پابندی عائد کیجاسکتی ہے کہ وہ کوئی لکچر یا کوئی تقریر نہ کریگا۔ چونکہ مقدمہ زیر تحقیقات ہے اس لئے ہم اس بارہ میں بلا کسی اظہار وجوہ کے یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ اگر ملزم ہر مقدمہ میں پانچسو روپیہ کی ضمانت معتبر اور پانچسو روپیہ کا مچلکہ اس وعدہ کے ساتھ داخل کرے کہ دوران تحقیقات میں کسی قسم کی تقریر نہ کرے گا اور نہ شہود کو متاثر کرنے کی کوشش کریگا تو تا ختم تحقیقات ضمانت پر رہا کیا جائے۔ اس تجویز کی ایک ایک نقل دوسرے مثلہ متعلقہ میں شریک ہو۔

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

سنہ ۱۳۵۵ ف نمبر مقدمہ ۲۱ منفصلہ ۳۱ ار دی بہشت سنہ ۱۳۵۶ ف

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر پریزیڈنٹ و آنریبل مولوی محمد خلیل الزمان صاحب صدیقی و آنریبل مولوی محمد عبد الحمید خاں صاحب ارکان

سرکار عالی مرافع بنام باپوراؤ مرافعہ علیہ

مرافعہ بناراضی تجویز جلسہ متعلقہ عدالت العالیہ مورخہ ۲ ار دی بہشت ۱۳۵۵ ف۔

سرکار عالی
بنام
باپوراؤ

حکم سر صدر اعظم بہادر ۔ مورخہ ۲۱ اردی بہشت ۱۳۵۶ف سر صدر اعظم بہادر نے جوڈیشل کمیٹی کی رائے منظور فرمائی۔

گواہوں کا سازش میں آنا ثابت ہونا چاہئے ۔ شہادت واقعہ متعلقہ قوی ہونی چاہئے ۔ برآمدگی کا اثر کن صورتوں میں ہوتا ہے ۔ دفعہ (۲۴) قانون شہادت ۔ اقبال ملزم کس صورت میں سود مند ہوتا ہے ۔ صفائی کے پیش نہ ہونے کا اثر۔

تجویز ہوئی کہ (۱) محض اس بناء پر کہ بعض شہود رویت رشتہ دار ملزم ہیں یہ تخیل صحیح نہ ہوگا کہ وہ سازش میں آگئے ہیں واقعہ سازش کو جرح کے ذریعہ یا علحدہ شہادت سے ثابت کرنا چاہئے۔

(۲) شہادت رویت کی عدم موجودگی میں شہادت واقعہ متعلقہ ایسی مضبوط قوی اور قرین عقل ہونی چاہئے کہ ملزم کے سوائے کسی اور کی مجرمیت کا امکان ہی باقی نہ رہے۔

(۳) جبکہ نعش کا علم پولیس پٹیل کو برآمدگی کے قبل ہی کسی اور کے ذریعہ ہوچکا ہو تو ایسی صورت میں برآمدگی بہ نشاندہی ملزم کا کوئی اثر قانونی بمقابلہ ملزم نہیں ہوتا ۔

(۴) ملزم کا یہ جواب کہ ناموافقت کی وجہ سے اُس نے مقتول کو مار ڈالا بموجب دفعہ (۲۴) قانون شہادت صرف اُس صورت میں لائق لحاظ ہوتا ہے جبکہ اُس اقبال سے پولیس پٹیل کو جس کے سامنے یہ اقبال کیا گیا تھا واردات کے متعلق ایسی اطلاع ملی جس کا دیگر ذرائع سے بہم پہنچنا ممکن نہ ہوتا بالفاظ دیگر بلا تعلق نشاندہی نعش ملزم کا اقبال استغاثہ کیلئے سود مند نہیں ہوتا ۔

(۵) استغاثہ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوجائے ۔ تب ہی صفائی کا مرحلہ پیش آتا ہے جہاں شہادت استغاثہ شبہات سے مملو ہو وہاں عدم تقدیم شہادت صفائی سے کوئی اثر نہیں لیا جاسکتا۔

منجانب مرافع مولوی احمد شریف صاحب ایڈوکیٹ سرکار۔

منجانب مرافعہ علیہ نواب اکبر یار جنگ بہادر و پنڈت گوپال راؤ صاحب بورگاؤنکر و مولوی جلیل احمد صاحب ایڈوکیٹس۔

فیصلہ ۔ باپوراؤ ملزم ایک کاشتکار موضع باگ پیپل گاؤں تعلقہ گیورائی ہے جس سے مقتولہ کی شادی ہوکر تخمیناً (۱۵) سال ہوئے تھے ۔ مقتولہ کے بطن سے دو چار بچے ہوئے تھے جن کے منجملہ صرف ایک بقید حیات ہے آبادی سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر گیہوں کے بھوسہ میں مسماۃ سرو بائی کی نعش پوشیدہ تھی جس کو پولیس پٹیل موضع نے ۲۳ تیر ۱۳۵۵ف کو بہت سویرے دیکھا تھا اس واردات کا انتساب ملزم سے کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ تعلقات زن و شوہر دو تین سال سے خرابی پیدا ہوگئی تھی اور ملزم نے دوسرا عقد

سرکار عالی
بنام
باپوراؤ

بھی کردیا تھا۔ گاؤں والوں کا اعتراض یہ تھا کہ ملزم اپنی بیوی کی پرورش و پرداخت سے لاپروائی برت رہا ہے اس لئے واردات سے ڈیڑھ دو ماہ قبل ملزم نے مقتولہ کو اپنے ہاں بلایا تھا (مثل میں یہ مواد نہیں ہے کہ واردات سے عین ماقبل اختلافات میں کیوں اندیاد ہوگیا۔ ملزم کی دوسری عورت اس مکان میں رہتی تھی۔ شب واردات ملزم اور مقتولہ مکان ملزم یا مقام واردات پر یکجا سوئے ہوئے تھے۔ امرتا برادر ملزم کی زبانی اطلاع پر کوتوالی پٹیل نے رپورٹ ابتدائی (کاغذ (۶) جاری کی۔ بعد تفتیش بتاریخ ۲۵ رتیر ۱۳۵۲ف ملزم گرفتار ہوا۔ چالان میں ملزم ذمہ دار قتل زیر دفعہ (۲۴۳) تعزیرات آصفیہ قرار دیا گیا۔ عدالت ابتدائی میں ملزم کی جانب سے یہ خواہش کی گئی کہ مقدمہ بلا تحقیقات سپرد سشن کیا جائے۔ عدالت ابتدائی نے صرف ڈاکٹر کا بیان قلمبند کرنے کے بعد ملزم اور مقدمہ کو سپرد سشن کردیا۔ عدالت موصوفہ نے (۱۵) شہود کے بیانات قابل اعتراض اجمال و اختصار کے ساتھ قلمبند کئے۔ ملزم کو ارتکاب جرم سے انکار تھا۔ ملزم بری کردیا گیا۔ لیکن مرافعہ متدائرہ سرکار میں جلسۂ منتظمہ عدالت العالیہ میں اس قضیہ کو منعکس کردیا اور ملزم کو بپاداش دفعہ (۲۴۳) تعزیرات آصفیہ مستوجب سزائے قید مادام الحیات قرار دیا۔ عدالت ہذا میں یہ مقدمہ تحت دفعہ (۲۶) ضمن (۲) ضابطہ جوڈیشل کمیٹی پیش ہے۔ ڈاکٹر میر محمد تقی گواہ نمبر (۱۳) کے بیان علمی رپورٹ پوسٹ مارٹم کاغذ اگزہبٹ نمبر (۱) پنچنامہ اسباب موت کاغذ (۷) کی بنا پر بلا شبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مساۃ سروبائی من جہت القتل فوت ہوئی۔ اس کا گلا کاٹ دیا گیا تھا۔ مسئلہ تحقیق طلب یہ ہے کہ مرتکب جرم کون ہے۔ وکیل سرکار اور استغاثہ کا یہ مسلمہ ہے کہ مقدمۂ ہذا میں شہادت رویت کا وجود بیان کیا گیا تھا۔ لیکن تینوں شہود نمبر (۶ تا ۸) نے بجائے اظہار مشاہدہ کے واقعہ سے لاعلمی بیان کردی اور اپنے بیان کوتوالی کو جبر و تشدد پر محمول کیا۔ امرتا گواہ نمبر (۲) نے کہا کہ شب واردات وہ جنگل میں یعنی اپنے کھیت میں سویا ہوا تھا۔ مساۃ لچھمی بائی زوجہ گواہ نمبر (۲) کا بیان ہے کہ وہ ایک گھر میں رہتی ہے اور ملزم دوسرے گھر میں رہتا ہے اسے واقعہ کی خبر نہیں۔ ان شہود نے ملزم اور مقتولہ کے تعلقات خوشگوار ہونے کی تصدیق کی۔ گواہ نمبر (۴) نے باپوراؤ ملزم کو پوٹلی میں کچھ لیجاتے ہوئے دیکھنے سے انکار کیا۔ صورت موجودہ مختلف ہے۔ اس شکل سے کہ جہاں شہادت رویت کا فقدان بیان کیا جائے پس شہادت کی جانچ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ باعتبار اس کے کہ عدالت ابتدائی میں شہادت قلمبند نہ ہوئی۔ دفعہ (۲۵۷) ضابطۂ فوجداری کے استعمال کا موقع نہ رہا اور عدالت سشن نے شہود نمبر (۶) تا (۸) کو ساقط الاعتبار بالاعنبہ وکذاب قرار دینے کے لئے ضروری سوالات دفعات (۱۱ و ۱۲۲) قانون شہادت آصفیہ

سرکار عالی بنام باپوراؤ

کی روشنی میں نہیں کئے گئے۔ ہم ان بیانات کو کسی اور مطمح نظر سے نہ دیکھ سکے۔ محض اس بنا پر کہ بعض شہود رویت رشتہ دار ملزم ہیں یہ تخیل صحیح نہ ہوگا کہ وہ سازش میں آگئے ہیں۔ واقعہ سازش کو جرح کے ذریعہ یا علحدہ شہادت سے ثابت کرنا چاہئے تھا۔

شہادت رویت کی عدم موجودگی میں شہادت واقعہ متعلقہ ایسی مربوط قوی اور قرین عقل ہونی چاہئے کہ ملزم کے سوائے کسی اور کی مجرمیت کا امکان ہی باقی نہ رہے۔ مقتولہ سے ملزم کی شادی ہوکر بہت کافی عرصہ ہوا بمقتولہ کے بطن سے اولاد ہوئی اور ایک لڑکی اب بھی زندہ ہے بقول خسر ملزم اس قوم میں جب کسی کو اولاد نہ ہو یا اولاد ہونے کے بعد بھی وہ قائم نہ رہے تو دو بلکہ تین عقد مزید کئے جاتے ہیں۔ ایسے طبقہ میں شوہر کا عقد ثانی فی نفسہ منافرت یا شدید مخاصمت کا باعث نہیں ہوسکتا۔ خسر ملزم نے اپنی لڑکی کے چال وچلن پر بھی کوئی شبہ نہیں ظاہر کیا نہ اس خصوص میں کوئی اور شہادت پیش ہوئی ہے۔ ان حالات میں استغاثہ کو بتانا چاہئے تھا کہ امرتا اور ملزم کا ایسا مشترکہ مکان ہے کہ ایاب وذہاب کا ایک ہی راستہ ہے ایک گھر والے کو دوسرے گھر والے کے واقعات کا فوری علم ہونا ضروری ہے شب واردات زن وشو ایک جا ہمخواب رہے۔ ملزم کی دوسری عورت کسی اور مکان میں رہتی ہے اور اگر اسی مکان میں رہتی ہے تو شب واردات ملزم اس دوسری عورت کے ساتھ نہ تھا ڈھوبا پولیس پٹیل نے بیان کیا کہ ملزم کے بھائی امرت راؤ نے اُسے اطلاع دی کہ ملزم نے اپنی بیوی کو مار ڈالا ہے اور گیہوں کے بھوسہ میں نعش کو چھپا رکھا ہے۔ یہ بیان بحیثیت اطلاع دہندہ قلمبند نہ ہوا اور نہ امرتا کی دستخط لی گئی۔ کوتوالی پٹیل کی رپورٹ ابتدائی سے پتہ چلتا ہے کہ بیان امرتا سے وہ مطمئن نہ تھا۔ اس لئے اس سے حقیقت حال مکرر دریافت کی اور خود ہی جاکر بھوسہ میں نعش دیکھ لی۔ صدر عدالت کی رائے درست ہے کہ نعش کا علم پولیس پٹیل کو پہلے ہی امرتا برادر ملزم سے ہو چکا تھا۔ اس لئے برآمدگی کا کوئی اثر قانونی بمقابلہ ملزم نہیں ہے۔ کوتوالی پٹیل کے بیان سے نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے ملزم سے وجہ ارتکاب جرم کے متعلق نعش مقتولہ دیکھنے سے قبل استفسار کیا یا بعد۔ ملزم کا یہ جواب کہ ناموافقت کی وجہ سے اُس نے مار ڈالا بموجب دفعہ (۲۷) قانون شہادت صرف اس صورت میں لائق لحاظ ہوتا جبکہ اس اقبال سے پٹیل کو واردات کے متعلق ایسی اطلاع ملتی جس کا دیگر ذرائع سے بہم پہنچنا ممکن نہ ہوتا۔ بلا تعلق نشاندہی نعش ملزم کا اقبال استغاثہ کے لئے سودمند نہیں ہوتا۔ واقعہ منکرہ کے اثبات سے گواہ کی تغلیط بآسانی ہوسکتی تھی۔ مثلاً جہاں ملزم کے مرتکب جرم ہونے کی اطلاع کوتوالی پٹیل کو دینے سے امرتا یاور ملزم نے انکار کیا ہے۔ اُن اشخاص غیر جانبدار کو پیش کیا جا سکتا تھا جن سے

سرکار عالی بنام بابوراؤ

خسر ملزم اور دوسرے برادر ملزم کو اطلاع واردات ہوئی۔ مقدمہ ہذا میں ان اشخاص کا کا نام تعین نہ ہوا اس طرح ان کے پیش ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ دادا راؤ خسر ملزم نے ظاہر کیا کہ دھیڑا اطلاع دہندہ کا نام کیا تھا۔ نہ کشن راؤ گواہ نمبر (۳) برادر مقتول نے صراحت کی کہ اس کے پدر کے ہاں کون آیا تھا۔ امرتا سے نہیں دریافت کیا گیا کہ اس نے دادا راؤ کے ہاں کس کو بھیجا تھا۔ جہاں اطلاع دہندہ پیش ہوا اس کے بیان کی تصدیق اطلاع یابندہ سے نہیں کروائی گئی۔ چنانچہ گواہ مہو پیش ہوا ہے کہ اسے امرتا برادر ملزم نے اس غرض سے اپنے دوسرے بھائی مانک راؤ کے ہاں روانہ کیا تھا کہ وقوع واقعہ اور مرتکب جرم کی اطلاع ہو جائے۔ لیکن مانک راؤ پیش نہ ہوا۔ اس مہو کو امرتا نے کوئی تحریری خط نہیں دیا تھا۔ گھنشام گواہ نمبر (۵) کو پولیس نے مخالف گواہ قرار دیکر جرح کی اجازت لی۔ لیکن اس نے بھی امین صاحب کو کسی واقعہ کی اطلاع دینے سے انکار کیا۔

کوئی اور شہادت واقعہ متعلقہ جس سے قیام رائے میں امداد ہوتا۔ شہادت برآمدگی جارحہ و شہادت برآمدگی پارچہ خون آلود ہو سکتی تھی۔ لکشمن گواہ نمبر (۱۴) کا بیان بتائید پنچنامہ کاغذ (۱) کرایا گیا ہے کہ استرا اور سفید دھوتی اور نیم آستین خون آلود ملزم کی نشاندہی سے مکان ملزم سے برآمد ہوئی۔ تجربہ کیمیائی ہاف فارم (نیم آستین) پر خون انسانی نہیں پایا گیا۔ البتہ دھوتی اور استرے پر خون انسانی کا وجود تھا۔ مقدار خون کا تعین نہ ہوا شہادت تائید استغاثہ سے ہی اطمینان ہوتا ہے کہ ملزم کے پیر میں نارو تھا اس لئے دھوتی پر خون انسانی کا پایا جانا کوئی تعجب نہیں اور اس سے لامحالہ یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ داغ مقتولہ کے خون کے تھے نہ کہ ملزم کے ہاف فارم پر خون انسانی ہوتا تو اس خیال کی گنجائش ہو سکتی تھی کہ اس کا تعلق پیر کے نارو سے نہ ہوگا۔ ایک حجام گواہ نمبر (۱۵) نے کہا ہے کہ ملزم نے اس سے استرہ برآمد شدہ ضرورتاً لیا تھا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ملزم ہی نے اس استرے کو مقتولہ کا گلہ کاٹنے کے لئے استعمال کیا۔ لوگوں کا حجام سے "ضرورتاً" استرا لینا ایسی معمولی اور روزمرہ کی بات ہے کہ ایسی عاریت کو کوئی اہمیت نہیں دیجا سکتی۔

جو کچھ شہادت باقی رہجاتی ہے وہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ایشونتا گواہ نمبر (۹) نے گاؤں کی جانب سے مشرق کی طرف ملزم کو سر پر پوٹلی رکھکر جاتے ہوئے دیکھا۔ پوٹلی دو ہاتھ یعنی زیادہ سے زیادہ ایک گز اور بالفاظ دیگر صرف تین فٹ لانبی تھی۔ اس روایت کے متعلق شبہ اس لئے ناشی ہوتا ہے کہ ایک اور گواہ نمبر (۸) سکھارام نے جو اسی تعذیر میں پیش ہوا تھا واقعہ سے انکار کر دیا۔ کسی کاشتکار کا اپنے سر پر

سرکار عالی
بنام
باپوراؤ

پوٹلی لیجانا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے - اگر پوٹلی اپنی وضع قطع طول و دور میں اتنی بڑی ہوتی کہ جاذب توجہ ہوتی تو گواہ نمبر (۹) اسی وقت ملزم سے مستفسر ہوتا اور اس کی اطلاع فوراً کو توالی پٹیل کو دیتا - درآنحالیکہ اس گواہ نے بھی ملزم کے پیر میں چندی بندھی ہوئی دیکھی اور برادر ملزم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملزم کے پیر میں نارو ہو گیا تھا - ایک بالغہ کی نعش کو آدھے میل تک اُٹھا لیجانا باور نہیں کیا جا سکتا - نارائن گواہ نمبر (۱۰) راوی ہے کہ وہ رفع حاجت کے لئے بیٹھا تھا - ملزم سر پر کمبل کی ایک بڑی پوٹلی لئے ہوئے گاؤں سے اپنے ملحہ واقع پیپل گاؤں کے طرف جا رہا تھا - یہ بیان گواہ نمبر (۹) کے بیان سے متصادم ہوتا ہے کیونکہ اول الذکر نے کہا ہے کہ ملزم کا کھلہ اور کڑبی مغرب کی طرف ہے گویا کہ وہ مخالف سمت میں جا رہا تھا گواہ ثانی الذکر باور کراتا ہے کہ ملزم اپنے کھیت کے طرف ہی جا رہا تھا -

غرض کسی نوع شہادت سے اطمینان نہیں ہوتا کہ ملزم کے سوائے کسی اور کا تعلق جرم مبینہ سے نہیں ہے استغاثہ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جائے تو صفائی کا مرحلہ پیش آتا ہے - جہاں شہادت استغاثہ شبہات سے مملو ہو عدم تقدیم شہادت صفائی سے کوئی اثر نہیں لیا جا سکتا - مقدمات فوجداری میں قیاسات مفید ملزم قائم ہوتے ہیں نہ کہ مخالف - مشہود (۶ تا ۸) سے قطعاً استغاثہ کی تائید میں رائے قائم نہیں ہوتی - شہادت واقعہ متعلقہ سے سلسلہ مربوط قائم نہیں ہوتا - شہادت کی زنجیر میں بعض اہم کڑیاں غائب ہیں - مثلاً شب واردات ملزم اور مقتولہ کے ہمخواب ہونے کا ثبوت نہیں ہے - گواہوں میں تضاد واقع ہوا ہے بلحاظ رواج طبقہ وجہ تحریک قابل قبول اور قرین عقل نہیں ہے - ملزم لائق برأت ہے -

مرافعہ فوجداری جوڈیشل کمیٹی

باجلاس آنریبل نواب عسکر یار جنگ بہادر پریزیڈنٹ و آنریبل مولوی محمد خلیل الزماں صاحب صدیقی و آنریبل پنڈت سری پت راؤ صاحب اراکان

نمبر مقدمہ ۱۱۰ ف ۱۳۵۳
منفصلہ ۵ اسفندار ۱۳۵۶ ف

سرکار عالی مرافع بنام سنگرام مرافعہ علیہ

حکم سر صدر اعظم بہادر - مورخہ ۲۸ امرداد ۱۳۵۳ ف سر صدر اعظم بہادر نے جوڈیشل کمیٹی کی بٹنے کو منظور فرمایا۔

وجہ تحریک کی اہمیت و عدم اہمیت - دفعہ (۲۴۲) تعزیرات کی مستثنےٰ دوم - قتل انسان مستلزم سزاء - حفاظت خود اختیاری -

تجویز ہوئی کہ (۱) شہادت رویت کی موجودگی میں وجہ تحریک اہم ہونے یا نہ ہونے کا کوئی

سوال پیدا نہیں ہوتا ۔

(۳) دفعہ (۲۴۱) تعزیرات کی ستثنے دوم کے حوالہ سے جو بحث کی گئی ہے کہ ملزم نے نیک نیتی سے حق حفاظت خود اختیاری میں عمل کیا اس لئے وہ صرف قتل انسان مستلزم سزا کا مرتکب ہو سکتا ہے نہ کہ قتل عمد کا ۔ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ روداد سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مقتول ملزم پر حملہ آور ہوا تھا یا کوئی ایسا فعل کر رہا تھا جس کی وجہ سے ملزم کو حفاظت خود اختیاری میں مقتول پر پیش قبض اور کلہاڑی سے ضربات عاید کرنے کی ضرورت داعی ہوئی ہو ۔ روداد سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مقتول نے تقسیم کا مطالبہ کیا تھا ایسی صورت میں صرف ایسے مطالبہ کی وجہ سے ملزم کو اس امر کا حق پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مقتول کو قتل کر ڈالے ۔

منجانب مرافع مولوی وجیہ الدین صاحب وکیل سرکار پائیگاہ ۔
منجانب مرافعہ علیہ مولوی محمد عبدالرحیم صاحب ایڈوکیٹ ۔

فیصلہ :۔ مباحث وکلاء فریقین سماعت ہوئے ۔ ملزم پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے چھوٹے بھائی ایر بھدر پا کو قتل کیا ۔ عدالت سشن نے اس کو بری کر دیا ۔ لیکن بر طبق مرافعہ ذیعلم حکام عالیمقام عدالت العالیہ نے اس کے مقابلہ میں شہادت پیش شدہ سے الزام کو ثابت تجویز کرتے ہوئے قید دوام کی سزا صادر فرمائی اور مثل بغرض منظوری محکمۂ سرکار میں روانہ فرمائی ۔ چنانچہ حسب ضابطہ بلحاظ دفعہ (۲۶) ضابطہ جوڈیشل کمیٹی بغرض اظہار رائے جوڈیشل کمیٹی ہذا منعقد ہوئی ۔

واقعات مقدمہ یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ بتاریخ ۴ امرداد ۱۳۵۳ ف ملزم سنگرام نے بمقام بیلورہ اراضی سروے نمبر (۵۰۸) میں بوقت بارہ بجے دن اپنے چھوٹے بھائی ایر بھدر پا کو کلہاڑی اور پیش قبض سے مارا جن کے صدمہ سے اُس کی ہلاکت واقع ہوئی ۔ وجہ تحریک یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس اراضی پر یہ واقعہ پیش آیا اس میں مقتول کا نصف حصہ تھا ۔ لیکن ملزم اُس کو اُس سے مستفید نہیں ہونے دیتا تھا ۔ تخم ریزی کے وقت مقتول اپنا حصہ طلب کرنے گیا تو واقعہ مذکور پیش آیا ۔ اس مقدمہ میں (۱۹) گواہان منجانب پولیس پیش ہوئے ۔ گواہ نمبر (۱) مفتش مقدمہ محمد قادر حسین نے واقعات تفتیشی صراحتاً بیان کئے ۔ گواہ نمبر (۲) ڈاکٹر انوار اللہ ہیں جنہوں نے نعش کا پوسٹ مارٹم کیا اور زخموں کی صراحت وغیرہ بیان کی ہے ۔ گواہ نمبر (۳) گیانوا مقتول کی زوجہ ہے یہ بیان کرتی ہے کہ مقتول کے گردن

اور سر پر پیش قبض کا مار تھا۔ نعش کو اس نے دیکھا۔ گواہ نمبر (۴) گنگوا جہلوک کی خوشدامن ہے۔ مقتول چند دن سے اس کے یہاں رہتا تھا۔ اس مقدمہ میں دو گواہان رویت مسمیان ملپا گواہ نمبر (۵) اور مہار و پتا گواہ نمبر (۶) پیش ہوئی ہیں ملپا بیان کرتا ہے کہ مقتول اور ملزم دونوں حقیقی بھائی تھے۔ تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ اتوار کے دن بارہ بجے کلہاڑی اور پیش قبض سے ملزم نے ایر بھدر پا کو مارا۔ پانچ چھ قدم کے فاصلہ سے مظہر نے یہ واقعہ دیکھا۔ ملزم ہی کی طرف سے گواہ مذکور اور مہار و پتا گواہ نمبر (۶) اونٹ چلا رہے تھے تو ایر بھدر پا نے کہا کہ مت پیرو۔ میرا حصہ دیو۔ اس پر ملزم نے مقتول پر حملہ آور ہوا۔ کلہاڑی سر اور پیش قبض سے مارا۔ جرح میں یہ گواہ مجروح نہیں ہوا ہے۔ گواہ نمبر (۶) مہار و پتا وہی شخص ہے جس کا ذکر گواہ نمبر (۵) نے کیا ہے۔ کہتا ہے کہ مقتول نے ملزم کو مار ڈالا۔ کلہاڑی سے مارا۔ سر پہ مارا۔ مظہر نے دیکھا۔ اس شہادت رویت پر عدالت العالیہ نے اعتبار فرمایا۔ ہم کو بھی تفصیلی طور پر غور کرنے کے بعد اس سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ واقعہ ۴ امرداد ۱۳۵۲ف کا بیان کیا جاتا ہے اور ۵ امرداد ۱۳۵۲ف کو پولیس پٹیل نے اس واقعہ کی اطلاع تھانہ کوتوالی کو دی۔ انچارج منتظم تھانہ نے فوراً پرچہ کو منتظم صاحب کے پاس بمقام دورہ روانہ کیا۔ جنہوں نے (۸) بجے شب پرچہ روانہ کیا جو ۱۷ امرداد ۱۳۵۲ف عدالت امین وصول ہوا اس لحاظ سے کوئی تعویق کارروائی میں نہیں پائی جاتی۔ گواہ نمبر (۷) بنڈ پا ہے اس واقعہ کی اطلاع پولیس پٹیل کو دی۔ گواہ نمبر (۸) پولیس پٹیل موضع ہے جس نے رپورٹ ابتدائی روانہ کی۔ گواہ نمبر (۹) پنچنامہ جات کا پنچ ہے گواہ نمبر (۱۰) اور نمبر (۱۱) واقعات متعلقہ کے گواہ ہیں اور انہیں کے روبرو ملزم نے جرم سے اقبال کیا تھا۔ گواہ نمبر (۱۲) بھاؤ راؤ بیان کرتا ہے کہ اراضی خاندان مشترکہ کی ملک تھی ابھی تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ گواہ نمبر (۱۳) اور نمبر (۱۴) واقعات متعلقہ کی شہادت ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ بنڈ پا گواہ نمبر (۱۳) کہتا ہے کہ واقعہ سے کئی روز قبل مقتول اور ملزم میں گالی گلوچ اور مار پیٹ ہوئی تھی اور گواہ نمبر (۱۴) شامراؤ کہتا ہے کہ مقتول اراضی بانٹ دو کہتا تھا۔ ملزم انکار کرتا تھا۔ گواہ نمبر (۱۵) شدپا آم کے جھاڑوں کی تقسیم کے متعلق واقعات بیان کرتا ہے۔ گواہ نمبر (۱۶) مسمی انیا بڑھئی ہے جو کلہاڑی کی شناخت کرتا ہے۔ گواہ نمبر (۱۷) ماروتی لوہار ہے اس نے بھی کلہاڑی زیر بحث کی شناخت کی ہے گواہ نمبر (۱۹) مسمی ستنکر وہ شخص ہے جس نے پیش قبض زیر بحث ملزم کو دیا تھا۔

ملزم کی جانب سے کوئی شہادت صفائی پیش نہیں ہوئی۔

لائق ایڈوکیٹ ملزم کی بحث زیادہ تر یہ ہے کہ اگر واقعات مبینہ ثابت بھی قرار دئے جائیں تو جرم قتل عمد کا نہیں بلکہ قتل انسان مستلزم سزا کا بن سکتا ہے اور اس لحاظ سے ملزم کے حق میں سزا میں کمی ہونی چاہئے۔ یہی بحث گنگی راؤ کی

سرکار عالی بنام سنگرام

وجہ تحریک موجود نہیں ہے۔ مقتول کی زوجہ اور ساس دوسرے دن نعش کے پاس آتے ہیں۔ گواہان رویت اگر بروقت موجود تھے تو انہوں نے فی الفور ورثاء مقتول کو کیوں اطلاع نہیں دی۔ ہم نے ان مباحث پر غور کیا۔ ہماری دانست میں شہادت رویت قابل بھروسہ ہے اور مباحث مذکور میں کوئی قوت نہیں ہے۔ گواہان رویت کی حیثیت ایک حد تک ملزم کے بٹائی دار کی تھی جو ملزم کے ساتھ اس کھیت میں کام کرتے تھے۔ مقتول کی زوجہ اور ساس ملزم کے ساتھ نہیں رہتی تھیں اس لئے اگر انہیں واقعہ کی اطلاع ہونے میں تھوڑی سی دیر ہوئی ہو تو اس سے کوئی اثر مقدمہ پر مرتب نہیں ہوتا۔ شہادت رویت کی موجودگی میں وجہ تحریک اہم ہونے یا نہ ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ قانونی بحث بحوالہ دفعہ (۲۱۴) مستثنیٰ دوم جو کی گئی ہے کہ ملزم نے نیک نیتی سے حق حفاظت خود اختیاری میں عمل مذکور کیا اس لئے قتل انسان مستلزم سزا کا مرتکب ہو سکتا ہے اس لئے صحیح نہیں ہے کہ روداد مثل سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مقتول ملزم پر حملہ آور ہوا تھا یا کوئی ایسا فعل کر رہا تھا جس کی وجہ سے ملزم کو حفاظت خود اختیاری میں مقتول پر پہیا قبض اور کلہاڑی سے ضربات عائد کرنے کی ضرورت داعی ہوئی ہو۔ اس قسم کی کوئی شہادت مثل میں نہیں ہے نہ ملزم نے اس قسم کا ادعاء کیا نہ کوئی شہادت صفائی پیش کی۔ یہ صحیح ہے کہ حق حفاظت خود اختیاری کا صراحتاً عذر کرنے کی ضرورت نہیں لیکن شہادت اس کی موجود ہونی چاہئے جس کا مقدمہ ہذا میں فقدان ہے۔ مقتول ملزم کا بھائی تھا۔ اراضی جہاں پر یہ واقعہ ہوا مشترکہ تھی۔ پس اگر مقتول نے تقسیم کا مطالبہ کیا ہو تو ملزم کو کوئی حق نہ تھا کہ اس کو قتل کر ڈالے نہ یہاں کوئی حق حفاظت خود اختیاری کے نفاذ کا موقع تھا نہ اس سے متجاوز ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے ان وجوہ سے جو رائے عدالت العالیہ نے ظاہر کی ہے اس سے ہم کو اتفاق ہے اور ہماری دانست میں قابل منظوری ہے۔ فقط۔

۳۷

حصہ فوجداری جلد سی و ہفتم بابتہ ۱۳۵۶ ف ختم شد